احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اکتوبر 2021ء

عید میلاد النبی ﷺ

حقیقتِ محمدی ﷺ اور اسوۂ حسنہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

منہاج القرآن انٹرنیشنل

41 واں یومِ تاسیس

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab | Recognized by the HEC in W3 Category | Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready **University**

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

Computer Science	Botany, Zoology & Chemistry	Accounting and Finance	Education
Computer Networking	Islamic Banking and Finance	Commerce	Arts
Web Design and Development	Human Resource Management	Mass Communication	English
Double Math & Physics	Business Administration		

BS Programs — MORNING

Chemical Engineering	Medical Lab Technology	Zoology	BBA
Software Engineering	Biochemistry	Political Science	Islamic Banking & Finance
Information Technology	Mass Communication	Sociology	Education
Computer Science	Library & Information Science	International Relations	History
Data Science	English	Mathematics	Pak Studies
Artificial Intelligence	Urdu	Statistics	Peace and Conflict Studies
Cyber Security	Chemistry	Economics	
Food Science & Technology	Physics	Accounting & Finance	
Human Nutrition and Dietetics	Botany	B.Com (4 Years)	

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

Computer Science	Urdu	Mathematics	MBA (Executive)
Food Science & Technology	Chemistry	Statistics	Islamic Banking & Finance
Biochemistry	Physics	Economics	Education
Clinical Nutrition	Botany	Accounting & Finance	History
Mass Communication	Zoology	Theology & Religious Studies	Pak Studies
Library & Information Science	Political Science	Peace & Counter Terrorism Studies	Criminology & Criminal Justice System
English (Linguistics)	Sociology	Management Sciences	
English (Literature)	International Relations	MBA (Professional)	

Post Graduate Diploma

- Halal Standards and Management Systems
- Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

Library & Information Science	Economics	Education
International Relations	Mathematics	Urdu
Political Science		

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL

بفیضانِ نظر
حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 35 شمارہ: 10 ربیع الاول ۱۴۴۳ھ اکتوبر 2021ء

خصوصی اشاعت

حسن ترتیب

اداریہ: تحریک منہاج القرآن کا 41 واں یومِ تاسیس	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: حقیقتِ محمدیہ، متابعتِ رسول ﷺ اور اسوہ حسنہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
الفقہ: عید میلادالنبی ﷺ پر خوشی و مسرت کا اظہار	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	11
حضور نبی اکرم ﷺ بطور پیامبرِ امن و سلامتی	ڈاکٹر حافظ محمد سعداللہ	16
محبت خالقِ کائنات کا نور اور پیغمبرِ انسانیت کا منشور ہے	ڈاکٹر علی اکبرالازہری	22
تحریک کی کامیابی کا راز کتاب اور خطاب میں پوشیدہ ہے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	27
منہاج القرآن بطور تجدیدی تحریک	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	42
دنیا کے بدلتے حالات اور دینی تحریکوں کا کردار	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	50
فروغِ عشقِ رسول ﷺ میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کا کردار	محمد فاروق رانا	62
اصلاحِ معاشرہ میں تحریک منہاج القرآن کی کاوشیں	محمد شفقت اللہ قادری	69
تحریک منہاج القرآن کا فروغِ علم میں عالمگیر کردار	علی وقار قادری	78
دعوتِ دین اور جدید ذرائع ابلاغ	ثناءاللہ طاہر	84
کارکنان کی فکری و نظریاتی تربیت	محمد رفیق نجم	91
بیرونِ پاکستان منہاج القرآن انٹرنیشنل کا کردار	محمد ضیاءالحق رازی	94
معاشرتی فلاح و بہبود اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن	سید امجد علی شاہ	100
ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی تصنیفات کا اجمالی جائزہ	ڈاکٹر مختار احمد عزمی	104
خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم 2021ء		112

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی
ایڈیٹر: محمد یوسف
ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت خصوصی شمارہ: 80 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

ہر سمت تیری شان ہے اے ربِّ ذوالجلال
تو ربِّ دو جہان ہے اے ربِّ ذوالجلال

اک ایک سانس زیست کی تجھ سے ہے مُستعار
قبضے میں تیرے جان ہے اے ربِّ ذوالجلال

مہمان جس کی خلقتِ کون و مکان ہے
تو ایسا میزبان ہے اے ربِّ ذوالجلال

کیوں کر مکین ہو کوئی اِس کا ترے سوا
یہ دل ترا مکان ہے اے ربِّ ذوالجلال

ذی شان و ذی وقار ہے تیری ہی ایک ذات
تجھ سے ہر ایک شان ہے اے ربِّ ذوالجلال

اے اِلتفات غیر پہ بھی تیرا ہر گھڑی
اتنا تو مہربان ہے اے ربِّ ذوالجلال

تو جانتا ہے نیّتیں ہر اک کی اے خدا
ہر دل کا راز دان ہے اے ربِّ ذوالجلال

جو تیرا قدر دان ہے تو اُس کا قدر دان
اِس طرح تو مہان ہے اے ربِّ ذوالجلال

تیرے ہی آسرے پہ ہے عزت منؔیر کی
تجھ سے ہی اِس کی آن ہے اے ربِّ ذوالجلال

﴿میاں منیر احمد منیر﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

پھر آگیا ہے عاشقو مہینہ حضور کا
آؤ پڑھیں ہم جھوم کر قصیدہ حضور کا

پیکر خدا نے اس طرح بنایا حضور کا
ہر ایک دل میں پیار سمایا حضور کا

مانا بڑے رسول ہیں آئے زمین پر
اللہ کے بعد اونچا ہے رتبہ حضور کا

حسب و نسب میں آپ تھے سب سے عظیم تر
قبیلوں میں معتبر تھا قبیلہ حضور کا

سب کائناتیں مِلک میں ہونے کے باوجود
چٹائی کھجور کی تھی بچھونا حضور کا

آدم سے لے کر عیسیٰ تک بڑے معجزے ہوئے
سب سے بڑا ہے معجزہ آنا حضور کا

ہر اک جگہ پہ قائم ہے حکومت حضور کی
مکہ حضور کا ہے مدینہ حضور کا

قیامت میں جس کا نام ہوگا لوائے حمد
ہوگا وہ سب سے اونچا جھنڈا حضور کا

مجھ کو لحد میں جانے کی جلدی ہے اس لیے
جاکر وہاں پر دیکھوں گا چہرہ حضور کا

مولا جب آئے رفعؔت پر نزع کی گھڑی
ہونٹوں پہ اِس کے جاری ہو کلمہ حضور کا

﴿رفعت اقبال قادری﴾

اداریہ

تحریک منہاج القرآن کا 41واں یومِ تاسیس

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے تحریک منہاج القرآن 17 اکتوبر 2021ء کو اپنا 41 واں یوم تاسیس منارہی ہے۔ یہ تمام عرصہ تجدید و احیاء دین، خدمتِ دین، اصلاح احوالِ امت اور خدمتِ خلق کے ساتھ ساتھ اسلام کے فکری و نظریاتی، اعتقادی و عملی، اخلاقی و روحانی، تہذیبی و ثقافتی، معاشرتی و سماجی، علمی و اجتہادی محاذوں پر گراں قدر خدمات کا ایک سنہری دور ہے۔ یہ عرصہ علم و شعور، امن و سلامتی، تحمل و برداشت، ہم آہنگی و رواداری کے فروغ کی ایک بے مثال تاریخ ہے۔ مؤرخ جب بھی 21 ویں صدی میں اسلامائزیشن کے حوالے سے خدمات سرانجام دینے والی تحریکوں کی تاریخ مرتب کرے گا تو وہ تحریک منہاج القرآن کی ہمہ جہت علمی خدمات، اصلاحی اور فلاحی کردار کو کسی صورت نظر انداز نہیں کر سکے گا اور تحریک منہاج القرآن کو خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت کے باب میں سرفہرست پائے گا۔ عصرِ حاضر میں منہاج القرآن انٹرنیشنل جیسی عالمگیر اور ہمہ جہت تحریک بلاشبہ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک نعمتِ عظمیٰ ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ظاہری و باطنی فیضان کا عظیم سرچشمہ ہے۔ جہدِ مسلسل کی چار دہائیوں پر مشتمل علمی و فکری، اجتہادی و تجدیدی، معاشرتی و اخلاقی اور عملی و فلاحی سفر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عصرِ حاضر میں ایک رسول نما تحریک اور مسلّمہ حقیقت ہے اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ کی ذات عصرِ حاضر میں عالمِ اسلام کے علمی و فکری احیاء کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں وہ نمایاں، منفرد اور بے مثال علمی، تحقیقی اور عملی کارنامے سرانجام دیے ہیں کہ زمانہ انگشت بدنداں ہے۔

عصرِ حاضر میں اسلام کی حقانیت کو دلیل سے ثابت کرنا اور نوجوان نسل کو عقیدۂ توحید و رسالت اور حُبِ اہل بیت اطہار کا شعور دینا، امت کے اتحاد کے لیے کوشاں رہنا اور رواداری وہم آہنگی کو شعار بنانا تحریک منہاج القرآن کے نمایاں امتیازات ہیں۔ تحریک منہاج القرآن آج اسلام کی آفاقی تعلیمات کو دنیا کے 100 سے زائد ممالک میں بہ حسن و خوبی پہنچارہی ہے۔

تحریک منہاج القرآن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ غیر سرکاری سطح پر تحریک منہاج القرآن دنیا کا ایک عظیم تعلیمی منصوبہ کامیابی کے ساتھ چلارہی ہے۔ اس میں منہاج یونیورسٹی لاہور کے نام سے ایک چارٹرڈ یونیورسٹی، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت 600 سے زائد سکول، کالجز اور دنیا بھر میں اسلامک سنٹرز کا قیام ہے، یہ سنٹرز بیک وقت کمیونٹی سروسز دینے کے ساتھ ساتھ دیارِ غیر میں آباد مسلم خاندانوں کو دعوتِ دین دے رہے ہیں اور انہیں تعلیم و تربیت فراہم کررہے ہیں۔

خدمتِ خلق جس طرح ہمارے دین اور ایمان کا ایک اہم حصہ ہے، اسی طرح تحریک منہاج القرآن نے بھی عوامی فلاحی منصوبہ جات کو اپنے منشور کا حصہ بنایا ہے۔ آج الحمدللہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن دنیا بھر میں فلاحِ عام کے کئی منصوبہ جات کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات و حادثات میں دکھی انسانیت کی خدمت کرنے میں مصروف عمل ہے۔ تحریکِ منہاجُ القرآن نے ہمیشہ اپنی اِصلاحی اور فلاحی سرگرمیوں میں پوری اِنسانیت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ زلزلے ہوں یا سیلاب، قحط ہوں یا Covid-19 جیسی وبائیں، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اِنسانی ہمدردی کے تحت اپنا ملی اور اِنسانی کردار ادا کرتی ہے۔

اسلام کی تعلیمات نے جن چیزوں پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ انسانی جان کی حرمت اور لاء اینڈ آرڈر کا قیام ہے یعنی اسلام نے فساد فی الارض کو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے اور فسادیوں کے لئے کڑی سزائیں تجویز کی ہیں۔ فروغِ امن کے باب میں تحریک منہاج القرآن کی خدمات اور عملی مساعی تاریخ عالَم کے اندر مثالی اور قابلِ تقلید ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے خلاف مبسوط تاریخی فتویٰ جاری کر کے دہشت گردوں کی خارجی فکر کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں کامیابی کے ساتھ اسلام کا انتہا پسندی اور دہشت گردی سے پاک تشخص اجاگر کیا اور اس حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں 40 سے زائد کتب پر مشتمل فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب مرتب کیا۔

تحریک منہاج القرآن نے نسلِ نو کے دلوں کو مادیت پرستی سے پاک کر کے روحانیت کے نور سے منور کرنے کے لیے ایسے عملی اقدامات کئے کہ اس سے پہلے ان کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ روحانی تربیت کے تناظر میں رَبطِ رسالت اور حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی و حُبّی تعلق کی پختگی کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن نے مرکزی سیکرٹریٹ پر اپنی نوعیت کا ایک منفرد پراجیکٹ گوشہ درود قائم کیا جہاں گوشہ نشینان 24 گھنٹے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اِس وقت گوشہ درود وفکر کے تحت پوری دنیا میں حلقہ ہائے درود کا نظام نہایت کام یابی کے ساتھ جاری و ساری ہے اور ہر ماہ حضور نبی اکرم ﷺ پر اربہا درود پاک کا نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کیا جاتا ہے۔

تحریکِ منہاجُ القرآن نے نوجوانوں، طلبہ و طالبات، خواتین و حضرات کی کردار سازی اور اخلاقی و روحانی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور اصلاحِ احوال کے لئے شہرِ اعتکاف قائم کیا۔ منہاج القرآن کے عالمی شہرت کے حامل اس شہرِ اعتکاف میں بچے، جوان، بوڑھے، خواتین سبھی اپنی باطنی دنیا کو بدلنے اور رب کو راضی کرنے کے لئے 10 دن کے لئے معتکف ہوتے ہیں۔

تحریکِ منہاجُ القرآن نے women empowerment کے لیے قابلِ ذکر اِقدامات بھی کیے ہیں اور خواتین کی تعلیم و تربیت کا ایک عالمگیر انفراسٹرکچر قائم کیا۔ ان پراجیکٹس میں عالمی معیار کا منہاج کالج فار ویمن سرفہرست ہے۔ اس فہرست میں الہدایہ، ایگرز اور وائس پراجیکٹس بھی شامل ہیں۔ ان پراجیکٹس کی تربیتی ورکشاپس میں شامل ہونے والی خواتین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اِسی طرح نوجوانوں اور طلبہ کی تعلیم و تربیت اور انہیں فکری بے راہ روی سے بچانے کے لیے منہاج یوتھ لیگ (MYL) اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (MSM) کے فورم قائم کئے گئے جو اصلاحِ احوال اور اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ ایمانی جوش و جذبہ کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ کا محیر القول اور ہمہ جہت تجدیدی و روحانی کام روشن دلیل ہے۔ آپ نے تجدیدِ دین کی علمی، تحقیقی مساعی کو ایک اجتماعی تحریک بنا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے تجدیدِ دین کے اثرات و ثمرات ہمہ جہت اور آفاقی نظر آتے ہیں اور دنیا کے ہر خطے میں آباد مسلمان اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ بات بھی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے تعلیمی، فلاحی، تربیتی منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے 41 سے زائد شعبہ جات اور فورمز مصروفِ عمل ہیں اور یہ بھی تحریک منہاج القرآن کا ایک خاص امتیاز ہے کہ دعوتِ دین کی اس عالمگیر تحریک نے 25 ہزار سے زائد افراد کو روزگار فراہم کر رکھا ہے اور بلواسطہ تعداد اس سے دوگنا تک زیادہ ہے۔

41 سالوں میں ہمیں پوری دنیا کے اندر سیاسی، سماجی، مسلکی، مذہبی، معاشی، ثقافتی حوالوں سے بڑی بڑی تبدیلیاں، فکری تضادات اور اختلافات کا طوفان نظر آتا ہے۔ گزشتہ دہائیوں میں اُمت کے اتحاد اور اسلاف کی رواداری کی اقدار کو جتنا نقصان پہنچا اور جس کثرت سے فتنوں نے سر اٹھایا، اتنے فتنے ہمیں اسلامی تاریخ کے اندر کسی ایک دور میں ایک ساتھ سر اٹھائے نظر نہیں آتے۔ گزشتہ چند دہائیوں میں ہمیں امن کے نام پر بدامنی، علم و فراست کے نام پر جہالت، صبر و تحمل کے نام پر عدمِ برداشت کا پھیلاؤ نظر آتا ہے۔ وہ اسلام جس نے ایک بے گناہ کی موت کو پوری انسانیت کی موت قرار دیا، اُسی دینِ امن و سلامتی کے نام پر انسانی خون کو پانی کی طرح بہایا گیا۔ اس ماحول میں کسی دینی تحریک کا تن تنہا قرآن و سنت کے خالص منہج اور انسانیت کی تکریم پر مبنی اسلامی اقدار کے احیاء کی سوچ کے ساتھ خدمتِ دین کی عالمگیر مساعی کی بنیاد رکھنا اور پھر اس فکر کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دینا ایک غیر معمولی کامیابی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مسلک سے بالاتر رہ کر اسلام کی آفاقی تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچایا اور امتِ مسلمہ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جہاں ہر شخص ایک مسلمان اور انسان کی حیثیت سے اجتماعی امن اور محبت کے جذبات کو فروغ دینے کے لئے اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو سلامت رکھے اور علم و فیض کے یہ چشمے قیامت تک کے لئے اسی آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ جاری رہیں (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

حقیقتِ محمدیہ ﷺ، متابعتِ رسول ﷺ اور اسوۂ حسنہ

جو جتنا کسی کو جانتا ہے بس اتنا ہی اُس کو مانتا ہے

’’ہر علم سمجھ اور فہم والے سے اوپر ایک علم و فہم والا ہے: القرآن‘‘

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی، فکری خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ .

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔‘‘(آل عمران، ۳:۳۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے لاتعداد شانوں اور خصائل سے نوازا ہے۔ ان شانوں میں سے تین شانیں انتہائی اعلیٰ و ارفع ہیں اور ان تین میں سے دو شانیں ایسی ہیں کہ جنھیں انسان اپنے فہم، ادراک، علم اور معرفت سے جان سکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ چونکہ ہر شخص کا فہم، ادراک، قابلیت، صلاحیت اور سمجھنے کی استعداد برابر نہیں، لہذا جس کے پاس جتنی استعداد، قابلیت، علم اور معرفت ہے، وہ اُسی قدر جان سکتا ہے۔ مزید یہ کہ جو شخص پھر جتنا جانتا ہے، اُتنا ہی مانتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص آقا ﷺ کو کم مانتا ہو تو اُس پر طعنہ زنی نہ کیا کریں کیونکہ وہ کم اِس لیے مانتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو جانتا کم ہے۔ جو جتنا جانے گا، وہ اُتنا ہی مانے گا۔ ہر ایک کے جاننے کی حدود ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْم (یوسف، ۱۲:۷۶)

یعنی ہر علم، سمجھ اور فہم والے سے اوپر ایک علم و فہم والا ہے۔

ان تین شانوں میں سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک شان ایسی ہے کہ جسے انسانوں میں سے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ گویا آقا ﷺ کی دو شانیں معلوم ہیں اور ایک شان غیر معلوم ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اِن تین شانوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ شانِ حقیقتِ محمدی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ شان جس کا فہم و ادراک انسان کے بس میں نہیں۔ اِس شان کا عنوان حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔ حقیقتِ محمدی ﷺ کا ادراک کسی انسان کو نہیں۔ یہ شان انسانی فہم، علم، عقل اور صلاحیت و استعداد کی پرواز سے ماوراء ہے۔ یہ سرِّ اعظم (بہت بڑا راز) اور غیبِ اکبر (بہت بڑا غیب) ہے۔ اُس پر فقط ایمان لایا جا سکتا ہے مگر انسانی صلاحیت کے کسی بھی پیمانے سے اس شان کو جانا نہیں جا سکتا۔ اِس غیر معلوم شان کی معرفت صرف اللہ رب العزت کو ہے، مگر اِس شان کے فیض اور خیرات کا حصہ بھی ہر کسی کو اُس کے ظرف کے مطابق ملتا ہے۔ جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اپنی صلاحیت، مقام و مرتبہ، شان اور خصوصیت کے حساب سے حقیقتِ محمدی ﷺ کے خزانے سے فیض ملا۔ جس نبی کو حقیقتِ محمدی ﷺ کے ساتھ جتنی موافقت، مناسبت اور مطابقت تھی، اُسی قدر فیض اس کے نصیب میں آیا۔

انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ بند کے ہوجانے کے بعد حقیقتِ محمدی ﷺ کے فیض کا دروازہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت میں اولیاء کاملین اور عرفاء و مجددین کے لیے کھل گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی

☆ خطاب نمبر: Ec-121، بمقام: مینار پاکستان لاہور، تاریخ: 20 نومبر 2018ء

اُمت کے اولیاء میں سے ہر ولی کو اس کے مرتبہ، صلاحیت اور روحانی مزاج وطبیعت کے مطابق حصہ ملتا ہے، یعنی امت کے اولیاء میں سے جسے جس قدر حقیقتِ محمدی ﷺ کے ساتھ موافقت و مطابقت حاصل ہوتی ہے، اُسی قدر اسے فیض ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔

حقیقتِ محمدی ﷺ کا ایک معنی لوحِ محفوظ ہے

حقیقتِ محمدی ﷺ کا ایک معنی لوحِ محفوظ بھی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوحِ محفوظ تو اللہ رب العزت کے علم کا ایک مقام و مرتبہ ہے تو حقیقتِ محمدی ﷺ لوحِ محفوظ کیسے ہوگئی؟

اِس کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ السلام کے اخلاق کیسے تھے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ

کان خلقه القرآن

’’حضور علیہ السلام کے اخلاق عین قرآن ہیں۔‘‘

(أحمد بن حنبل، المسند، ٦: ٩١، الرقم: ٢٤٦٤٥)

یعنی اگر اخلاقِ محمدی ﷺ کی معرفت چاہتے ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات اور کمالات کو دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن کو دیکھ لو، قرآن اخلاقِ محمدی ہے اور اخلاقِ محمدی ﷺ عینِ قرآن ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے جب حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کو قرآن قرار دے دیا تو آپ ﷺ کے اِس اعلان سے قرآن کی اپنی حقیقت، وجود، شناخت اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے کے تشخص کی نفی نہیں ہو رہی۔ قرآن تو قرآن رہا مگر اُس کی ایک الگ شان یہ بھی ظاہر ہوئی کہ وہ اخلاقِ محمدی ﷺ کا بھی عنوان بن گیا۔ پس جس طرح اخلاقِ محمدی ﷺ؛ قرآن ہے اور یہ قرار دینے سے قرآن کے اپنے وجود کی نفی نہیں ہوتی، اِسی طرح اگر حقیقتِ محمدی لوحِ محفوظ بن گئی تو اس سے لوحِ محفوظ کے اپنے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔ لوحِ محفوظ کا وجود اپنی جگہ قائم رہا مگر اس کے ساتھ ساتھ لوحِ محفوظ کا ایک اور معنیٰ حقیقتِ محمدی ﷺ کی صورت میں بھی ظاہر ہوگیا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے قرآن؛ کتابِ الٰہی بھی ہے اور اخلاقِ محمدی ﷺ کی دستاویز بھی ہے۔

حقیقتِ محمدی ﷺ کے لوحِ محفوظ ہونے کا مفہوم درج ذیل آیات سے بھی واضح ہوتا ہے۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. (المائدۃ، ۵: ۱۵)

’’بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کو بھی کتاب مبین قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ. (الانعام، ٦: ٥٩)

’’اور غیب کی کُنجیاں (یعنی وہ راستے جن سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے) اسی کے پاس (اس کی قدرت وملکیت میں) ہیں انہیں اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ ہر اس چیز کو (بلاواسطہ) جانتا ہے جو خشکی میں اور دریاؤں میں ہے، اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر (یہ کہ) وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی (ایسا) دانہ ہے اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب میں (سب کچھ لکھ دیا گیا ہے)۔‘‘

اس آیت میں ’’کتاب مبین‘‘ سے مراد ’’لوحِ محفوظ‘‘ ہے یعنی عالمِ خلق و امر کی ہر چیز کا علم اللہ نے کتابِ مبین یعنی لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن بھی کتابِ مبین ہے اور لوحِ محفوظ بھی کتابِ مبین ہے۔

قرآن مجید ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ. فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ.

’’بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ (جو) لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔‘‘ (البروج، ۸۵: ۲۱۔۲۲)

دوسرے مقام پر قرآن کہتا ہے:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ، ۲: ۹۷)

’’کیوں کہ اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے۔‘‘

یعنی میرے محبوب ﷺ! یہ قرآن جبرائیل لے کر نازل ہوئے اور آپ کے دل پر ثبت اور محفوظ ہوگیا۔

مذکورہ آیات پر غور کریں تو ایک مقام پر فرمایا کہ قرآن

لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے، دوسرے مقام پر فرمایا کہ قرآن قلبِ محمدی میں محفوظ ہے۔ اب کیا امر مانع ہے کہ اگر قرآن لوح میں محفوظ ہو تو مانا جائے اور قلبِ محمدی ﷺ میں محفوظ ہو تو نہ مانا جائے۔ پس معلوم ہوا جس جگہ قرآن ثبت ہے، وہی لوحِ محفوظ ہے۔ خواہ وہ عالمِ بالا کی لوحِ محفوظ ہو یا مکہ اور مدینہ میں چلتے ہوئے پیکرِ مصطفی ﷺ کی صورت میں لوحِ محفوظ ہو۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ کے پیکر کو اللہ رب العزت نے لوحِ محفوظ قرار دے دیا۔ لوحِ محفوظ کا ایک مرتبہ وہ ہے جہاں اللہ کا علم رقم ہے اور لوحِ محفوظ کا ایک مرتبہ وہ ہے جہاں اللہ رب العزت کا نور رقم ہے۔

اس حقیقتِ محمدی ﷺ کا فیض کائنات کی ابتداء سے کائنات کی انتہا تک ہر وجود کو اُس کی شان، استعداد، صلاحیت اور مرتبہ کے مطابق مل رہا ہے۔ جس نے جو بھی مرتبہ پایا، حقیقتِ محمدی ﷺ کے فیض سے پایا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس شان کا ادراک انسانی عقل، علم اور معرفت سے ماوراء ہے۔

۲۔ شانِ متعلق بالخالق اور اس کا ظاہر و باطن

حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ دو شانیں جنہیں انسان جانتا ہے یا ہر زمانے میں لوگ جانتے رہے ہیں اور ان کا فہم و ادراک انسان کو حاصل ہے، اُن میں سے ایک کا تعلق حضرت اُلوہیت یعنی اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی ہستی کا یہ پہلو اللہ رب العزت کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اسے حضور ﷺ کی شان کا ''متعلق بالخالق'' حصہ کہیں گے۔ اس شان کا ایک ظاہری پہلو ہے اور ایک باطنی پہلو ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) شانِ نبوت و رسالت

آقا ﷺ کی وہ شان جس کا تعلق اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ہے، اس کے ظاہری پہلو کا عنوان ''نبوت و رسالت'' ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے والی شان کا ظاہر نبوت و رسالت ہے۔ اس شانِ نبوت کے ذریعے آپ ﷺ اللہ سے وحی، علم، احکام، حکمت اور ہدایت کو وصول کرتے۔

(۲) شانِ محبوبیت

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ''متعلق بالخالق'' کا باطنی پہلو آپ ﷺ کی ''شانِ محبوبیت'' ہے۔ اس شانِ محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ پر جتنا لطف و کرم کرتا ہے، وہ تمام محبوبیت کے پہلو سے کرتا ہے۔ وہ حضور ﷺ کو اکرام دیتا، فضیلت دیتا، عظمت دیتا، اپنی قربت دیتا، آپ کے ذکر کو رفعت دیتا، اپنے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کے ذکر کو جوڑتا، الغرض جتنا کرم کرتا اور آپ ﷺ کو بلندیوں پر فائز کرتا ہے۔ یہ تمام پہلو آقا ﷺ کی محبوبیت کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ علم، حکمت، وحی، ہدایت، یہ سب کچھ بابِ نبوت سے آقا ﷺ کو ملتا جبکہ قربت، رفعت، عظمت اور فضیلت یہ ساری شانیں اور بزرگی بابِ محبوبیت کے ذریعے آپ ﷺ کو ملیں اور اس طرح یہ دونوں چیزیں آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہوگئیں۔

۳۔ شانِ متعلق بالخلق اور اس کا ظاہر و باطن

آقا ﷺ کی ہستی کے تیسرے پہلو اور شان کا تعلق مخلوق کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ یہ ''تعلق بالخلق'' کی شان بھی اپنا ایک ظاہر اور ایک باطن رکھتی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) شانِ بشریت

شان ''متعلق بالخلق''، یعنی مخلوق کے ساتھ جُڑے ہونے کی شان کا ظاہری پہلو ''بشریت'' کہلاتا ہے۔ اِس شانِ بشریت کے ذریعے مخلوق یعنی انسان حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جُڑ جاتے ہیں۔ ہم سب آقا ﷺ کے ساتھ اس بابِ بشریت کے ذریعے جُڑے ہوئے ہیں۔ اگر آقا ﷺ پر بشریت کا دروازہ نہ کھولا جاتا، آپ ﷺ کو شانِ بشریت عطا نہ کی جاتی اور آپ ﷺ کو بشریت کے رنگ اور پہلو سے نہ نوازا جاتا تو ہم انسان حضور ﷺ سے جُڑ ہی نہ سکتے۔ آقا ﷺ کی بشریت اِس لیے ہے کہ اس شانِ بشریت کے ذریعے سے ہی ہمیں آقا ﷺ کی سنت، سیرت اور اسوۂ ملتا ہے۔ اس لیے کہ اسی شانِ بشریت کی وجہ سے آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، آپ ﷺ کھاتے پیتے، نکاح کرتے، سفر کرتے، ہجرت کی، جہاد کیا، صبر و استقامت کا اظہار کیا، وصال ہوا، الغرض آپ ﷺ کے جملہ معاملات و معمولات، اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کی سنت و سیرت یہ

تمام کچھ ہمیں بشریتِ محمدیﷺ کے صدقے سے ملا ہے۔ اگر بشریت کی شکل میں آپﷺ کا ظہور نہ ہوتا تو نہ کوئی آپﷺ کو دیکھ سکتا، نہ کوئی آپﷺ کو سن سکتا، نہ کوئی آپﷺ کی مجلس میں بیٹھ سکتا، نہ آپﷺ سے کوئی راہنمائی لے سکتا، نہ آپﷺ کی سنت پر کوئی عمل کر سکتا اور نہ کوئی آپﷺ کی اتباع کر سکتا۔ آقاﷺ کی بشریت کے ساتھ جُڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے آپﷺ کی ذات سے ہم راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حضورﷺ کی شانِ بشریت مخلوق کے لیے ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضورﷺ کو شان بشریت حضورﷺ کے لیے عطا نہیں کی گئی بلکہ ہمارے لیے عطا کی گئی ہے تاکہ ہم مصطفیٰﷺ سے جُڑ سکیں۔ ہم اُنہیں دیکھ اور سن سکیں اور وہ اپنی سیرت ہمیں اُسوۂ حسنہ کی شکل میں عطا کر سکیں، جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

’’فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔‘‘ (الأحزاب، ۳۳: ۲۱)

بشر صرف دروازۂ بشریت سے ہی حضور نبی اکرمﷺ سے جُڑ سکتا ہے، جبکہ جبرائیلؑ، ملائکہ، عالمِ ارواح، عرش اور مافوق العرش الغرض جو کچھ عالمِ نور میں ہے، وہ حضورﷺ سے بابِ نورانیت کے ذریعے جُڑ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور آپﷺ کی ہستی پر دروازہ بشریت بھی کھول دیا تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے محبوبﷺ کے ساتھ جُڑ سکیں۔ پس آقاﷺ بطریقِ نبوت اور بطریقِ محبوبیت جو کچھ اللہ کی بارگاہ سے وصول کرتے ہیں، وہ بطریقِ بشریت ہمیں عطا کرتے ہیں۔

اسے اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ایک پرائمری کلاس کے طالب علم کو پڑھانے کے لیے بہت بڑے فلسفی، سائنسدان اور پی ایچ ڈی اُستاد کو مقرر کر دیں تو استاد اور طالب علم دونوں کے ذہنی مرتبے کے فرق کی وجہ سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ استاد وہ کچھ دے نہ سکے گا جو طالب علم کی ضرورت ہے اور طالب علم استاد کی علمی و فکری اعلیٰ پائے کی باتوں کو اپنی ذہنی صلاحیت کے محدود ہونے کی وجہ سے سمجھ نہ پائے گا۔ اس لیے کہ طالب علم کے اندر بلوغ نہیں، اُس کے اندر ابھی فہم کے دروازے نہیں کھلے۔ اسے تو کوئی بچے کی طرح سمجھانے والا ہوگا تو بات سمجھ میں آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کو جو بات ماں سمجھا لیتی ہے، وہ باپ بھی نہیں سمجھا سکتا۔ باپ؛ باپ بن کر سمجھاتا ہے جبکہ بچے کو ماں کی ممتا سمجھاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ ماں سے جُڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ ماں؛ بچے کی سطح کے مطابق اُس سے بات کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ لینے والے کی جو سطح اور صلاحیت ہوگی، اگر دینے والے میں اُسی طرح کا گوشہ ہوگا تو پھر اُس میں مناسبت و مطابقت پیدا ہوگی اور دینے والا دے سکے گا اور لینے والا لے سکے گا لیکن اگر یہ مناسبت نہیں ہے تو نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ کوئی لے سکتا ہے۔ اگر مناسبت کے بغیر لینا دینا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت دینے کے لیے کسی پیغمبر کو مبعوث ہی نہ کرتا بلکہ براہِ راست بندوں کو ہدایت دیتا، ہر بندے پر وحی بھیجتا اور ہر بندے پر اپنا حکم نازل کرتا۔ اس نے اپنے اور مخلوق کے درمیان میں مناسبت و مطابقت پیدا کرنے کے لیے درمیان میں ایک نبی اور رسول کا واسطہ پیدا کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبرائیل اور نبی و رسول کے واسطے کے بغیر اپنے احکامات براہِ راست ہر بندے کو دیتا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ قرآن مجید نے کہا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ (الشوریٰ، ۴۲: ۵۱)

’’اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے۔‘‘

یعنی بشر اور انسان کے اندر اِتنی طاقت ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھیں۔ اُس کی ایک مثال ہمیں حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں ملتی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا:

رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ. (الأعراف، ۷: ۱۴۳)

’’اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔‘‘

حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ: لَن تَرَانِي تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اور پھر ایک تجلی فرمائی، جس سے کوہِ طور راکھ ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے۔

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کی تجلیات کی حقیقت اپنے پیکرِ بشری کی وجہ سے براہِ راست دیکھ سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے اور نہ وصول کرسکتا ہے۔ اس کے لیے اسے درمیان میں ایک واسطہ درکار ہے، یعنی ایک ایسی مشترکہ مناسبت چاہیے جس بنیاد پر لینے والا؛ دینے والے سے جڑ سکے۔ اللہ رب العزت نے جو کچھ دینا تھا، آقا ﷺ کو طریقِ نبوت و رسالت، طریقِ محبوبیت اور حقیقتِ محمدی کی شکل میں عطا کر دیا۔ اب مقصود تھا کہ یہ سب کچھ جو میں نے عطا کیا ہے، یہ اب بندوں تک بھی پہنچے۔ لہٰذا اس کے لیے ضروری تھا کہ اُن بندوں کی حقیقت کی مناسبت آقا ﷺ کی ذات کے ساتھ بھی قائم کی جائے اور آقا ﷺ کی ہستی میں ایک باب اور پہلو ایسا بھی رکھا جائے کہ اُس پہلو سے حضور نبی اکرم ﷺ بشر سے جُڑے ہوئے ہوں۔

جب دینے کے لیے لینے والوں کے ساتھ جُڑنا اور مطابقت ضروری ہے تو جس سے وصول کر رہے ہیں، یعنی اللہ کی ذات، اس کے ساتھ بھی کوئی پہلو جڑا ہوا ہونا ضروری ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ صرف بشر اور پیکرِ خاکی ہوں تو مخلوق کو تو دے لیں گے مگر اُس نورِ حق سے کیسے لیں گے؟ جیسے دینے کے لیے لینے والوں کے ساتھ جُڑنا ضروری ہے، اُسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لینے کے لیے، اُس نورِ حق کے ساتھ بھی ایک مناسبت اور مطابقت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جُڑے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا رنگ عطا کر دیا، اپنا مظہر بنادیا، اپنے اخلاق و اوصاف ان پر چڑھا دیئے اور اپنا نور انھیں دے دیا۔ دوسری طرف جب وہ فیض انسانوں کو دینا تھا تو پھر آپ ﷺ پر بشریت کا رنگ چڑھا دیا تاکہ مولیٰ سے لے بھی سکیں اور انسانوں کو دے بھی سکیں۔ اِس طرح اللہ رب العزت نے آقا ﷺ کو جامع ہستی بنایا اور یہ مقام عطا کرکے اب فرمایا:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ .

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا‘‘۔ (آل عمران، ۳: ۳۱)

یعنی میں نے اپنے محبوب ﷺ کو بشریت کے رنگ میں تمہارے سامنے ظاہر کر دیا ہے۔ اب اِن کا اُٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سونا، کھانا، پینا، چلنا، مصافحہ کرنا، ملنا، تعزیت کرنا، عیادت کرنا، جنگ اور امن کے معاملات سے گزرنا، سفر اور حضر کے معاملات سے گزرنا، زخم کھانا، خون کا بہنا، علالت میں سے گزرنا، الغرض زندگی کے سارے معمولات بجالانا، یہ ساری بشری کیفیات تمہارے لیے اُن پر وارد کی ہیں تاکہ جو کچھ تمہاری زندگی میں ہونا ہے، اُس کی مناسبت حضور ﷺ کی زندگی کے ایک گوشے سے بھی ہوجائے اور تمھیں زندگی کے ہر گوشے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے راہنمائی مل سکے۔

پس آپ ﷺ کی شانِ بشریت آپ ﷺ کا اُسوہ، سنت اور سیرت ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس سے جب تعلق قائم ہوتا ہے تو اسے متابعت کہتے ہیں۔ معلوم ہوا بشریت وہ شان ہے جس کے ذریعے آقا ﷺ اپنی اُمت کے سامنے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

(۲) شانِ عبدیت

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ’’متعلق بالخلق‘‘ کا باطنی پہلو حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ عبدیت یعنی بندگی کی شان ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جس طرح شانِ بشریت میں مخلوق کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں، اسی طرح آقا ﷺ عبدیت اور بندگی کی شان میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے ہیں؟ اسے دیکھنا ہو تو آپ ﷺ کی عبدیت کو دیکھیں اور جب یہ دیکھنا ہو کہ حضور ﷺ انسانوں کے سامنے کیسے ہیں؟ تو آپ ﷺ کے رنگِ بشریت کو دیکھیں۔ بشریت میں حضور ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں اور عبدیت میں آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

چار طرق سے نورِ الٰہی کا حصول

معلوم ہوا حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت کی بارگاہ سے چار طریقوں سے نور حاصل ہوا:

۱۔ پہلا طریق ’’حقیقتِ محمدی ﷺ‘‘ کا طریق ہے۔ حقیقتِ محمدی ﷺ سراسر اللہ تعالیٰ کی مظہریت، سراسر نورِ حق، غیب الغیب، غیبِ اکبر، سرِ اعظم اور منبعِ فیض ہے۔

۲۔ دوسرا طریق ’’نبوتِ محمدی ﷺ‘‘ ہے

۳۔ تیسرا طریق ''محبوبیتِ محمدی ﷺ'' ہے

۴۔ چوتھا طریق ''عبدیتِ محمدی ﷺ'' ہے

یہ چاروں دروازے حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت پر کھل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نور حقیقتِ محمدی ﷺ کے ذریعے بھی آقا ﷺ کے پیکرِ بشری اور جسمِ اطہر پر اُتر رہا ہے۔ نبوت کے طریق سے بھی نورِ حق برس رہا ہے، محبوبیت کے طریق سے بھی اللہ تعالیٰ کا نور حضور نبی اکرم ﷺ پر نچھاور ہو رہا ہے اور عبدیت کے طریق سے بھی اللہ تعالیٰ کا نور حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہو رہا ہے۔ گویا چاروں طرق سے اللہ تعالیٰ کا نور حضور ﷺ پر برس رہا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ عینِ نور ہیں

ان چاروں طرق سے نور کی بارش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کی بشریت بھی سراسر نور بن گئی۔ جب حقیقتِ محمدی، نبوتِ محمدی، محبوبیتِ محمدی اور عبدیتِ محمدی کا نور بشریت پر آیا تو آپ ﷺ کی بشریت جو پہلے ہی نظافت، لطافت، طہارت اور نورانیت میں کمال پر تھی اور ہماری بشریت کی طرح کا کوئی کثیف پہلو آقا ﷺ کی بشریت میں نہیں تھا، تو اب ان چار ذرائع سے نورِ حق اُترا تو بشریت جو پہلے ہی نور کی مانند تھی، اسے چاروں طرق سے نورِ حق نے گھیر لیا تو بشریتِ محمدی سراسر عینِ نور ہوگئی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ شان ملی کہ آپ ﷺ کا پیکر بشری تھا مگر سورج کی دھوپ میں چلنے کے باوجود سایہ نہ ہوتا۔۔۔ آپ ﷺ بشریت کا پیکر تھے مگر فضلاتِ مبارکہ مطہر تھے، جن سے خوشبو آتی۔۔۔ بشری پیکر تھا مگر پسینہ سے خوشبو آتی۔۔۔ پیکرِ بشری تھا مگر لعاب دہن سے شفا ہوتی۔۔۔ پیکرِ بشریت تھا مگر جسم پر مکھی نہ بیٹھتی، اِس لیے کہ مکھی خاکی پیکر پر بیٹھتی ہے، نوری بشریت پر نہیں بیٹھتی۔ اس طرح آقا ﷺ کا پیکرِ بشریت عالمِ نور سے بھی بلند و بالا بن گیا۔

یہی وجہ ہے کہ جب معراج کی رات آپ ﷺ فوق العرش گئے تو آپ ﷺ کو جسم سمیت لے جایا گیا۔ وہاں روح جا سکتی ہے مگر بشری جسم نہیں جا سکتا تھا مگر چونکہ آپ ﷺ کا بشری جسم عالمِ نور سے زیادہ لطیف تھا بلکہ سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر موجود نور کی لطافت سے بھی لطیف تر جسمِ مصطفی ﷺ تھا، اس لیے فرمایا: میرے محبوب! یہ وہ مقام ہے جہاں عالمِ نور بھی رک جاتا ہے، اِس مقام سے آگے جبرائیل اور فرشتوں کا نور بھی نہیں جاسکتا، مگر آپ جسمِ بشری کے ساتھ وہاں آجائیں۔ پس آپ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى'' تک اپنے بشری پیکر اور جسم کے ساتھ گئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیاد

ہم آقا ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی شانِ بشریت کے پہلو کے ذریعے جُڑتے ہیں اور آقا ﷺ اُس عالمِ حق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا جو شخص آقا ﷺ کی زندگی سے جُڑ جائے، آپ ﷺ کے اُسوہ، اتباع اور متابعت کو اختیار کر لے تو اُس شخص کے باطن اور قلب میں بھی نور آجاتا ہے اور اُس بندے کو حسنِ کردار عطا ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ .

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا''۔ (آل عمران، ۳: ۳۱)

اس آیتِ مبارکہ کا پیغام یہ ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو محبت تو یہ چاہتی ہے کہ محبوب کے ساتھ وصال ہو، محبوب سے جُڑ جاؤں، محبوب سے ملوں، اسے دیکھوں اور اس سے باتیں کروں۔ اگر یہ سب چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ جُڑ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے جُڑنا چاہتے ہو تو میرے محمد ﷺ کے ساتھ جُڑ جاؤ۔۔۔ مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے محمد ﷺ سے ملو۔۔۔ مجھے دیکھنا چاہتے ہو تو میرے محمد ﷺ کو دیکھو۔۔۔ میری بندگی چاہتے ہو تو میرے محمد ﷺ کی غلامی اختیار کرو۔ اس لیے کہ جو میرے محمد ﷺ سے جُڑ جائے گا، وہ مجھ سے جُڑ جائے گا۔ اسی طرح وہ نور جو اللہ کی بارگاہ سے چلا تھا، وہ آقا ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور متابعت اختیار کرنے کی صورت میں اُمت کو مل جاتا ہے۔ گویا جو بندہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں آجائے، اسے نورِ حق کا فیض ملنا شروع ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)

عیدمیلادالنبی ﷺ پرخوشی ومسرت کا اظہار

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت ہیں

جشنِ میلادالنبی ﷺ کا اہتمام کرنا مستحسن اور باعثِ اجروثواب ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی نعمتوں کا شکر بجا لانے کا ایک مقبولِ عام طریقہ خوشی و مسرت کا اِعلانیہ اظہار ہے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے! یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے لیے خود ربِ کریم نے خوشیاں منانے کا حکم فرمایا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (یونس،۱۰: ۵۸)

”فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا رُوئے خطاب اپنے حبیب ﷺ سے ہے کہ اپنے صحابہ اور ان کے ذریعے پوری اُمت کو بتا دیجئے کہ ان پر اللہ کا جو فضل اور رحمت ہوئی ہے، وہ ان سے اس امر کی متقاضی ہے کہ اس پر جس قدر ممکن ہو سکے، خوشی اور مسرت کا اظہار کریں اور جس دن حبیب خدا ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی صورت میں عظیم ترین فضلِ نعمت ورحمت اُنہیں عطا کی گئی، اسے شایانِ شان طریقے سے منائیں۔ اس آیت میں حصولِ نعمت کی یہ خوشی امت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر جشن کی صورت میں ہی منایا جا سکتا ہے۔

چونکہ حکم ہو گیا ہے کہ خوشی مناؤ اور اجتماعی طور پر خوشی عید کے طور پر منائی جاتی ہے یا جشن کے طور پر۔ لہٰذا آیتِ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یومِ ولادتِ رسول اکرم ﷺ کو عیدِ میلادالنبی ﷺ کے طور پر منائیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت ہیں

سورۃ یونس کی مذکورہ آیت نمبر58 میں دو چیزوں یعنی اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں فضل اور رحمت کا الگ الگ ذکر کیوں کیا گیا اور ان سے کیا مراد ہے؟

قرآن حکیم کے اسالیبِ بیان میں سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ جب فضل اور رحمت کا ذکر ہو رہا ہو تو اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی مراد ہوتی ہے۔ اس اُسلوبِ بیان سے اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ لوگ کہیں اللہ کے فضل اور رحمت کو کسی اور سمت تلاش کرنے نہ لگ جائیں بلکہ اچھی طرح یہ نکتہ سمجھ لیں کہ اللہ نے اپنا فضل اور رحمت درحقیقت ایک ہی ذات میں جمع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا اس ایک ہی مبارک ہستی کے سبب سے شکر ادا کیا جائے اور خوشیاں منائی جائیں۔

قرآن حکیم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا فضل اور اس کی رحمت قرار دیتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ.

”سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً تباہ ہو جاتے۔“ (البقرۃ،۲: ۶۴)

درج ذیل آیاتِ کریمہ بھی حضور ﷺ کے اللہ کا فضل اور رحمت ہونے کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہیں:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيْلًا. (النساء،۴: ۸۳)

’’اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔‘‘

اس مقام پر اللہ رب العزت کا رُوئے خطاب عام مومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہے۔ اس نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی آمد اور بعثت کو اپنا فضل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس میرے حبیب تشریف نہ لاتے تو تم میں سے اکثر لوگ شیطان کے پیروکار ہو چکے ہوتے اور کفر و شرک اور گمراہی و تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہوتی۔ لہٰذا میرے محبوب پیغمبر کا تمہاری طرف مبعوث ہونا تم پر اللہ کا فضل بن گیا کہ اس کی آمد کے صدقے تمہیں ہدایت نصیب ہوئی اور تم شیطان کی پیروی اور گمراہی سے بچ گئے۔

یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اس نے راہِ ہدایت سے بھٹکی ہوئی انسانیت میں اپنا حبیب ﷺ مبعوث فرمایا اور بنی نوع انسان شیطانی حملوں سے بچ گئی۔ اس رسولِ معظم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد سرانجام دیے جانے والے اُمور کی تصریح بھی خود قرآن فرما رہا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ.

’’بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔‘‘ (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

بعثتِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل پورا عالمِ انسانی گمراہی و ضلالت میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے میں اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو تلاوتِ آیات اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے ذریعے جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے باہر نکالا، ان کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کیا اور ان کی جانوں اور روحوں کو نبوی تعلیم و تربیت کی بدولت تمام دنیوی آلائشوں سے پاک اور صاف کیا۔ یہ عالمِ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل اور رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اسے اپنے احسانِ عظیم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ فَلْيَفْرَحُواْ کے اس مصداق پر اہلِ اِسلام جتنی بھی خوشی منائیں کم ہے۔ یہ خوشی صرف محسوس ہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کا کھلا اظہار ہونا بھی ضروری ہے۔

فضل و رحمت کی آمد پر خوشی کیونکر منائی جائے؟

آیت مذکورہ میں فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ کے معنوی رموز کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فخر المفسرین امام رازی نے ان الفاظ کے حصر اور اختصاص و امتیاز کو یوں واضح کیا ہے:

قوله: (فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ) يفيد الحصر، يعني يجب أن لايفرح الإنسان إلا بذالك)

اللہ تعالیٰ کا فرمان فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی واجب ہے کہ اِنسان صرف اِسی پر خوشی منائے۔

امام رازی نے آیتِ مبارکہ میں معنوی حصر و اختصاص کو شرح و بسط سے بیان کرتے ہوئے فرح یعنی خوشی و مسرت کے اظہار پر روشنی ڈالی ہے۔

اس لفظ کے دامن میں وہ سب خوشیاں اور مسرتیں سمٹ آئی ہیں جو نہ صرف جائز ہیں بلکہ از رہِ حکم اس کے منانے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر اظہارِ مسرت کرو اور اس پر خوب خوشیاں مناؤ۔

قارئین کرام! یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ اللہ رب العزت نے ایسی خوشیاں منانے سے منع فرمایا ہے جن میں خود نمائی اور دکھاوا ہو۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ لوگ کسی دنیاوی نعمت پر اس قدر خوشی کا اظہار کریں کہ وہ آپے سے باہر ہوجائیں اور شائستگی کی تمام حدیں پھلانگتے ہوئے اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ۔ (التفسیر الکبیر، ۱۷/۱۱۷)

’’بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔‘‘

لیکن اس کے برعکس جب اپنے فضل اور رحمت کی بات کی تو اپنے اس حکم میں استثناء (exception) کا اعلان فرما دیا کہ میرے محبوب کی پیدائش و بعثت ہی میرا سب سے بڑا فضل اور میری سب سے بڑی رحمت ونعمت ہے۔ دنیا والو! خوشیاں

منانی ہیں تو اس پر مناؤ کیونکہ باقی تمام عیدیں اسی محبوب کے وسیلے سے ہیں لہٰذا ان کے ملنے پر شکر کرو۔

فَلْیَفْرَحُوْا، یعنی کہ خوب خوشیاں منایا کرو۔ اور وَهُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ کے ذریعہ یہ بتلا دیا کہ جو لوگ جشنِ میلاد کے موقع پر لائٹنگ کے لیے قمقمے لگاتے ہیں، گل پاشیاں کرتے ہیں، قالین اور غالیچے بچھاتے ہیں، جلسے جلوس اور محافل و اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں، لنگر بانٹنے کے لیے کھانا پکاتے ہیں یعنی دھوم دھام سے اِظہارِ خوشی کے لیے جو کچھ انتظامات کرتے ہیں وہ سب کچھ حبِ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ لہٰذا ان کے یہ اَخراجات مال و دولت کے انبار لگانے اور انہیں جمع کرنے سے کہیں بہتر ہیں۔ چنانچہ جونہی ماہِ ربیع الاوّل کا آغاز ہوتا ہے پوری دنیا میں غلامانِ رسول آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں دیوانہ وار مگن ہو جاتے ہیں، ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے۔ کائنات کی ساری خوشیاں جملہ مسرتیں اور شادمانیاں اسی ایک خوشی پر ہی قربان ہو جائیں تو بھی اس یومِ سعید کے منانے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواز نصِ قرآن سے ثابت ہے اور خود اللہ رب العزت نے اس خوشی کے منانے کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ مندرجہ بالا ارشادِ قرآنی کی رو سے ہمیں بھی اس نعمتِ عظمیٰ پر خوشی منانے کا حکم دیا۔

نعمت کے شکرانے کا اِنفرادی و اِجتماعی سطح پر حکم

مشاہدے میں آیا ہے کہ کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو یا قومی آزادی حاصل ہو اور فتح و نصرت کا دن آئے تو جشن کا سماں ہوتا ہے۔ ہم یہ سب خوشیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ جب اس نعمتِ عظمیٰ ﷺ کے ملنے کا دن آئے تو اتنی فرحت و مسرت کا اہتمام کیا جائے کہ دنیا کی ساری خوشیوں پر غالب آ جائے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ خوشیاں و جشن منانے، چراغاں کرنے اور کھانے پکا کر تقسیم کرنے پر مال و دولت خرچ ہوتا ہے۔

معترضین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ان کاموں پر مال خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ اس سے بہتر تھا کہ یہ رقم کسی محتاج، غریب، نادار کو دے دی جاتی، کوئی مسجد بنا دی جاتی، کسی مدرسے میں جمع کرا دی جاتی، وغیرہ وغیرہ۔ یعنی اس طرح کے کئی شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مذکورہ کاموں پر خرچ کرنا اپنی جگہ بالکل درست، صحیح اور بجا ہے مگر باری تعالیٰ نے اس خیال کو بھی رد کر دیا کیونکہ اس موقع پر اُمت کی اجتماعی خوشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو صدقات و خیرات سے منع تو نہیں کرتا، ہر کوئی غرباء و مساکین اور مستحقین کی خدمت اپنی استطاعت کے مطابق کرے مگر جب حبیب مکرّم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانے کا موقع آئے تو یہ بہانہ بنا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ہم تو اپنا مال کسی اور نیک کام میں صرف کر دیں گے؛ بلکہ فرمایا: فَلْیَفْرَحُوْا انہیں چاہئے کہ وہ میرے حبیب کی خاطر خوشی منائیں۔ اور هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ کہہ کر واضح کر دیا کہ اِس خوشی پر خرچ کرنا کسی بھی اور مقصد کے لیے جمع کرنے سے افضل ہے۔

هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ کی تفسیر

آیت کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے۔ سوال یہ کہ کیا چیز جمع ہوسکتی ہے؟ دو چیزیں ہی جمع کی جاسکتی ہیں:

۱۔ دنیا کے حوالے سے جمع کرنا چاہیں تو مال و اَسباب اور دولت وغیرہ جمع کی جاسکتی ہے۔

۲۔ اگر آخرت کے حوالے سے جمع کرنا ہو تو اَعمالِ صالحہ مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات و خیرات وغیرہ جمع ہو سکتے ہیں مگر قرآن حکیم نے یہاں مال و دولت کی تخصیص کی ہے اور نہ ہی اَعمالِ صالحہ اور تقویٰ وغیرہ کی نشان دہی کی ہے بلکہ آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا کلمہ ''مَا'' عام ہے جو اپنے اندر عمومیت کا مفہوم لیے ہوئے ہے اور دنیا و آخرت دونوں کو حاوی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں نکات کو ملایا جائے تو اس آیت سے مراد ہوگا: لوگو! تم اگر دنیا کے مال و دولت جمع کرتے ہو، جائیدادیں، کارخانے اور فیکٹریاں بناتے ہو یا سونے چاندی کے ڈھیروں کا ذخیرہ کرتے ہو غرضیکہ انواع و اقسام کی دولت خواہ نقد صورت میں ہو یا کسی جنس کی صورت میں، میرے حبیب کی آمد اور ولادت پر خوشی منانا تمہارے اس قدر مال و دولت جمع کرنے سے بہر حال بہتر ہے اور اگر آخرت کے

حوالے سے سجود، رکوع، قیام وقعود کا ذخیرہ کرلو، نفلی عبادات جمع کرلو، فرائض کی بجا آوری سے اجر و ثواب کا ذخیرہ کرلو، غرضیکہ نیکی کے تصور سے جو چاہو کرتے پھرو لیکن اس نعمت پر شکرانے کے لیے جشن منانا اور اس پر اپنا مال و دولت خرچ کرنا، یہ تمہارے اَعمالِ صالحہ کے ذخیرے سے زیادہ گراں اور زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ اگر تم نے اس نعمتِ عظمٰی کی آمد پر خوشی نہ کی تو تم نے اَعمالِ صالحہ کی بھی قدر نہ کی۔ چونکہ سب اعمال تو تمہیں اسی کے سبب سے نصیب ہوئے؛ قرآن اسی کے سبب سے ملا، نماز، روزہ، حج وغیرہ اسی کے توسط سے عطا کیے گئے، ایمان و اسلام بھی اسی کے ذریعے سے ملے، دنیا و آخرت کی ہر نیکی اور عزت و مرتبہ بھی اسی کے سبب سے ملا، بلکہ نیکی؛ اِنتخابِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے نیکی بنی اور برائی؛ اِجتنابِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے برائی قرار پائی اور حق تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ عطا کرنے والے رب العزت کی معرفت ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے سبب سے ہی ملی۔ پس اس ہستی کے عطا کیے جانے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر کے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کا یہ عمل سب سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔

عید میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں منانے کے آداب

جشنِ میلاد النبی ﷺ کا اِہتمام کرنا یقیناً مستحسن اور باعثِ اَجر و ثواب ہے لیکن اِس موقع پر اگر اِنعقادِ میلاد کے بعض قابلِ اِعتراض پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اُنہیں برقرار رہنے دیا جائے تو ہم میلاد النبی ﷺ کے فیوض و برکات سے محروم رہیں گے۔ جب تک اس پاکیزہ جشن میں طہارت، نفاست اور کمال درجہ کی پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا جائے گا سب کچھ کرنے کے باوجود اِس سے حاصل ہونے والے مطلوبہ ثمرات سمیٹنا تو درکنار ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی ناراضگی مول لیں گے۔ محفلِ میلاد ہو یا جلوسِ میلاد، یہ سارا اِہتمام چونکہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کے سلسلہ میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کا تقدس برقرار رکھنا اُسی طرح ضروری ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ کی مجلس کے آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ پوری کوشش ہونی چاہیے کہ ماحول کی پاکیزگی کو خرافات اور خلافِ شرع بے ہودہ کاموں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔

اِس کے ساتھ ساتھ جشنِ میلاد کے موقع پر محفلیں منعقد کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا، جانی و مالی، علمی وفکری غرضیکہ ہر قسم کی قربانی کا جذبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہونا چاہیے۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ درود و سلام کے علاوہ اُمت کے دوسرے نیک و بد اَعمال بھی صبح و شام حضور ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے کام دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور برائی دیکھ کر ناراضگی اور اَفسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہماری یہ میلاد کی خوشیاں بھی حضور ﷺ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ اگر ان میں صدق و اخلاص شامل نہیں ہوگا تو حضور ﷺ کو ہماری ایسی محفلوں کے انعقاد سے کیا مسرت ہوگی؟ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب ﷺ کی خاطر کی جانے والی اس تقریب کو کیونکر شرفِ قبولیت سے نوازے گا؟ یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ صدقہ و خیرات میں کثرت اور اِظہارِ مسرت کے لیے بڑے بڑے جلسے جلوس اُس بارگاہ میں اس وقت تک قبولیت نہیں پاتے جب تک کہ ظاہری عقیدت میں اخلاصِ باطن اور حسنِ نیت شامل نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور ادب و تعظیم ہی ہمارے ہر عمل کی قبولیت کی اَوّلین شرط ہے۔

امت کی دو طبقات میں تقسیم

بدقسمتی سے آج اُمتِ مسلمہ دو بڑے طبقوں میں بٹ گئی ہے:

۱۔ ایک طبقہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کو سرے سے ناجائز، حرام اور بدعت کہہ کر اِس کا اِنکار کر رہا ہے۔

۲۔ دوسرا طبقہ میلاد کے نام پر (الا ما شاء اللہ) ناجائز اور فحش کام سرانجام دینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ اُنہوں نے کچھ غیر شرعی اُمور کو داخلِ میلاد کر کے میلاد النبی ﷺ کے پاکیزہ تصور کو بدنام اور اس کے تقدس کو پامال کر دیا ہے۔

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ اِفراط وتفریط سے بچتے ہوئے اِن انتہاء پسند رویوں کے مابین اِعتدال وخلوص کی روش اِختیار کی جائے۔

ہم نے میلاد اور سیرت کے نام پر مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کوئی صرف میلاد کا داعی بن گیا اور کوئی

صرف سیرت کا نام لیوا۔ میلاد کا نام لینے والا سیرت سے کتراتا ہے اور سیرت کا داعی میلاد کو ناجائز کہہ کر اپنی دانشوری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ سوچ ناپید ہے کہ اگر میلاد نہ ہوتا تو سیرت کہاں سے ہوتی؟ اور اگر سیرت کے بیان سے اِحتراز کیا تو پھر میلاد کا مقصد کیسے پورا ہوسکتا ہے؟ یہ جان لینا چاہیے کہ بیانِ میلاد اور بیانِ سیرت دونوں حضور ﷺ کے ذکر کے طریقے ہیں۔ دونوں ایک شمع کی کرنیں ہیں۔ میلاد کو نہ تو بدعت اور حرام کہہ کر ناجائز سمجھیں اور نہ اِسے جائز سمجھتے ہوئے اس کے پاکیزہ ماحول کو خرافات سے آلودہ کیا جائے۔

میلاد النبی ﷺ منانے کے لیے ہر وہ کام سر انجام دینا شرعی طور پر جائز ہے جو خوشی و مسرت کے اظہار کے لئے درست اور رائج الوقت ہو۔ میلاد کی روح پرور تقریبات کے سلسلے میں انتظام و انصرام کرنا، درود وسلام سے مہکی فضاؤں میں جلوس نکالنا، محافلِ میلاد کا انعقاد کرنا، نعت یا قوالی کی صورت میں آقا ﷺ کی شانِ اقدس بیان کرنا اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے چرچے کرنا، سرکار کی سیرت و کردار کا ذکر کرنا، سب قابلِ تحسین، قابلِ قبول اور پسندیدہ اعمال ہیں۔ ایسی مستحسن اور مبارک محافل کو حرام قرار دینا حقائق سے لاعلمی، ضد اور ہٹ دھرمی کے سواء کچھ نہیں ہے۔

کتبِ سیر واحادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُونَ: يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُولَ اللهِ! يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُولَ اللهِ! (مسلم، الصحیح، کتاب الزہد، باب فی حدیث الہجرۃ۔۔۔،۴: ۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹)

”مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب نعرے لگا رہے تھے: یا محمد ﷺ! یا رسول اللہ! یا محمد ﷺ! یا رسول اللہ!“۔

دیگر روایات کے مطابق اہل مدینہ جلوس میں یہ نعرہ لگا رہے تھے:

جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ﷺ

اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔

امام حاکم اس حدیث مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. (حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۴، رقم: ۴۲۸۲)

یہ حدیث مبارک امام بخاری و امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

معصوم بچیاں اور اوس وخزرج کی عفت شعار خواتین دف بجا کر دل وجان سے محبوب ترین اور عزیز ترین مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

(ابن حبان، الثقات، ۱/ ۱۳۱)

”ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے، ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔“

حضور نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد پر مذکورہ بالا اشعار کا پڑھا جانا محبّ طبری، امام بیہقی، ابن حجر عسقلانی، ابن کثیر، علامہ عینی، امام قسطلانی، امام زرقانی، احمد زینی دحلان کے علاوہ بھی دیگر محدثین، مؤرخین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی آمد کے وقت آپ ﷺ کے استقبال کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے یہ آپ ﷺ کے سامنے ہوئی مگر آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ ﷺ کی دنیا میں آمد کی خوشی منانا، آپ ﷺ کے مناقب و محاسن بیان کرنا اور جلسے جلوس کا اہتمام کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

❀❀❀❀❀

حضور نبی اکرم ﷺ بطور پیامبر امن و سلامتی

پیغمبرِ اسلام نے بدترین دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا

آپ ﷺ نے زمانہ امن ہی نہیں غزوات اور جنگوں میں بھی تکریم انسانیت اور حقوق انسانی کے تحفظ کا حکم دیا

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

حضور نبی اکرم ﷺ از روئے قرآن چونکہ آفاقی اور دائمی نبی اور رحمۃ للعالمین بھی ہیں اس لیے آپ ﷺ نے دنیا کو جو پیغام، پروگرام اور حکومتی، سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی نظام دیا، اس کا ایک بڑا مقصد دنیا بھر سے ظلم و ناانصافی کا خاتمہ، انسانیت کی تعظیم و تکریم، انسان کے بنیادی حقوق کی حفاظت تمام اسبابِ فتنہ کا قلع قمع اور جرائم کی بیخ کنی کے ذریعے عالمی سطح پر امن و امان کا قیام اور ہر انسان کے جان و مال اور عزت و آبرو کے لیے تحفظ و سلامتی کا سامان کرنا بھی تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ساری زندگی اور اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کا طرزِ عمل اور متعدد اقدامات امن پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں جنہیں ہم حضور ﷺ کی حد درجہ دور اندیشی، زیرکی، باطنی بصیرت، انتہاء درجے کی عقلمندی، معاملہ فہمی اور صبرو برداشت جیسے اوصاف حمیدہ یا نورِ نبوت کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایامِ شیر خوارگی اور بالکل بچپن میں بھی آپ ﷺ کے طور اطوار اور بعض عادات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امن پسندی اور صلح جوئی آپ ﷺ کی سرشت اور جبلت و فطرت میں داخل تھی۔ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

”نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاصِ نبوت تھا، جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امنِ عامہ کی گھٹی ملی ہو، کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد ﷺ کہلائے۔ (رحمۃ للعالمین،۲:۹۳)

امن و سلامتی کے لیے اقدامات

نبی رحمت ﷺ آج کل کی بعض بڑی طاقتوں اور سیاستدانوں کی طرح امن و سلامتی کے زبانی کلامی دعویدار نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ نے امن و سلامتی کا ایک اعلیٰ نمونہ بن کر دکھایا۔ امن و سلامتی کی تعلیمات و ہدایات اور بدامنی کے تمام اسباب و محرکات کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے زندگی بھر اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد امن و سلامتی اور صلح و آشتی کے لیے حلف الفضول میں شرکت، قریشِ مکہ کی ایذا رسانی پر صبر، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ اور اس جیسے متعدد اقدامات فرمائے۔ ذیل میں امن و سلامتی کے لیے اٹھائے گئے آپ کے چند نادر اقدامات کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

ا۔ صلح حدیبیہ۔ امن پسندی کا منہ بولتا ثبوت

حضور نبی اکرم ﷺ کی امن پسندی، لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد سے گریز، امن و امان کی خاطر اپنی انا کو آڑے نہ آنے دینے اور صلح جوئی کا سب سے بڑا ثبوت حدیبیہ کے مقام پر اہلِ مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے جنگ بندی اور صلح کا تاریخی معاہدہ ہے۔ اس معاہدہ کے پس منظر اور پیش آمدہ واقعات کی تفصیل حدیث و سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ اہلِ علم سے یہ امر مخفی نہیں کہ اس موقع پر چودہ سو جانثار

صحابہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے جنہوں نے مر مٹنے پر دستِ نبوی ﷺ پر بیعت بھی کرلی تھی اور ان میں وہ جانباز بھی موجود تھے جنہوں نے میدانِ بدر میں اہلِ مکہ کے ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل مسلح لشکر کو شکست دی تھی۔ یہ مسلمان یقیناً اس پوزیشن میں تھے کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ اشارہ فرمادیتے تو قریش کے نہ چاہنے کے باوجود وہ زبردستی مکہ میں داخل ہوجاتے اور عمرہ کرکے ہی واپس ہوتے مگر آپ ﷺ نے شہرِ حرم کی حرمت، بعض بڑے مقاصد اور امن کی خاطر اہلِ مکہ کی من مانی شرائط پر ہی جنگ کی بجائے صلح کو ترجیح دی۔

ان شرائط سے شکست خوردگی کا تاثر مل رہا تھا۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس چلا آئے گا تو آپ ﷺ اسے واپس لوٹائیں گے اور اگر آپ ﷺ کا کوئی آدمی قریش کے پاس چلا آیا تو وہ اسے واپس نہیں بھیجیں گے۔ مسلمانوں کو یہ شرائط اور اتنا دب کر اور مرعوب ہوکر صلح کرنا ہضم نہیں ہورہا تھا۔ ان میں شدید بے چینی کی فضا پیدا ہوگئی تھی حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ سے زیادہ دیر ضبط نہ ہوسکا اور انہوں نے ایمانی حمیت و غیرت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے جسارت کرتے ہوئے اپنے تحفظات اور اشکالات کا اظہار بھی کر ڈالا جس کا انہیں زندگی بھر افسوس رہا اور اس کی تلافی کے لیے نفلی عبادات اور صدقہ خیرات بھی کرتے رہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے نورِ نبوت سے اس صلح میں متعدد قسم کی فتوحات پر مشتمل جو ''فتح مبین'' اور جنگ بندی اور امن وامان کے نتیجے میں اسلام کا فروغ اور اللہ کی منشا دیکھ رہے تھے، وہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کو نظر نہیں آرہی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی تسکین اور ہر قیمت پر معاہدہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پورے وثوق اور اللہ پر بھرپور اعتماد سے صحابہؓ پر واضح فرمایا:

انا عبدالله ورسوله لن اخالف امره ولن يضيعني.

(صحیح بخاری، کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحة، ۱/۳۸۰)

''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں ہرگز اس کے حکم کے خلاف نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا''۔

۲۔ دیگر مذاہب کی تصدیق وتصویب نہ کہ تکذیب

معاشرے میں امن وسلامتی کے فروغ کے لیے اٹھائے گئے اقداماتِ نبوی ﷺ میں سے ایک انتہائی مؤثر قدم دوسرے مذاہب کی تصدیق وتصویب بھی ہے۔ بدامنی، لڑائی جھگڑا، باہمی عداوت و نفرت اور عدمِ تحفظ وسلامتی کا ایک بہت بڑا سبب مذہبی تعصب یا دوسرے مذاہب و ادیان کی تکذیب اور ان مذاہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچانا ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت یہود و نصاریٰ میں مذہبی تعصب اس حد تک موجود تھا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹا اور نجات کے لیے کافی نہیں سمجھتا تھا۔ قرآن مجید نے ان کی اس ذہنیت اور سوچ کا پردہ چاک کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ. (البقرہ، ۲: ۱۱۳)

''اور یہود کہتے ہیں کہ نصرانیوں کی بنیاد کسی شے (یعنی صحیح عقیدے) پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودیوں کی بنیاد کسی شے پر نہیں، حالانکہ وہ (سب اللہ کی نازل کردہ) کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح وہ (مشرک) لوگ جن کے پاس (سرے سے کوئی آسمانی) علم ہی نہیں وہ بھی انہی جیسی بات کرتے ہیں، پس اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن اس معاملے میں (خود ہی) فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہتے ہیں''۔

اس کے برعکس نبی رحمت ﷺ نے پیمبرِ امن وسلامتی ہونے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کبھی نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے اور ان کی ماننے والے جہنمی ہیں بلکہ اعلان فرمایا کہ دنیا کا ہر مذہب اپنی اصل میں سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی تحریف اور حذف واضافہ نہ ہوا ہو۔

اسی طرح ۷ھ میں آپ ﷺ نے قیصرِ روم اور شاہ حبشہ وغیرہ عیسائی حکمرانوں کے نام جو دعوتی خطوط ارسال فرمائے، ان میں یہ درج نہ تھا کہ عیسائیت جھوٹا مذہب ہے اسے ترک کردو بلکہ انہیں دعوت دی گئی جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. (آل عمران، ۳: ۱٦٤)

’’اے اہلِ کتاب (الہامی کتاب کے ماننے والو)! آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم خدا کو چھوڑ کر اپنے میں سے بعض کو رب نہ بنالیں‘‘۔ (صحیح بخاری، کتاب الجهاد باب دعاء النبیؐ الی الاسلام والنبوۃ، ۱/ ۴۱۲۔۴۱۳)

اس سے بڑھ کر صلح کل، رواداری، وسعت قلبی اور فراخ نظری کا مظاہرہ کیا ہوسکتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں ’’ایک یہودی کے لیے حضرت موسیٰ کے سوا کسی اور پیغمبر کو ماننا ضروری نہیں، ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کرکے بھی عیسائی رہ سکتا ہے، ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ شودر اور چنڈال کہہ کر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے، ایک زرتشتی تمام عالم کو بحرِ ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہوسکتا ہے اور وہ حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام کو نعوذ باللہ جھوٹا کہہ کر بھی دینداری کا دعویٰ کرسکتا ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ ناممکن کردیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کرکے ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کرسکے‘‘۔ (شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ۴: ۳۱۱)

۳۔ غزواتِ نبوی ﷺ اور نقضِ امن کا شبہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے غزوات کو دیکھتے ہوئے کسی ظاہر بین اور سطحی آدمی کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ گزشتہ تصریحات کے مطابق جب حضور اکرم ﷺ پیمبرِ امن و سلامتی تھے تو آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس ۲۸ غزوات کی کمان کیوں فرمائی؟ علاوہ ازیں متعدد جنگی دستے یا مہمات (سرایا) کیوں بھیجی گئیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غزوات اور سرایا بھی محض اپنی جان و مال، ریاست اور دین کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے تھے۔ چنانچہ محض دعوت و تبلیغِ دین کے ’’جرم‘‘ میں تیرہ سال تک اہلِ مکہ کے مظالم برداشت کیے، شعبِ ابی طالب میں محصور حتی کہ اپنے آبائی اور محبوب وطن اور گھر بار چھوڑنا قبول کرلیا مگر بلد امین کے امن و امان میں کسی قسم کا خلل ڈالنا پسند نہ فرمایا لیکن اہلِ مکہ نے خدا واسطے کے بغض اور اپنی رعونت و بڑائی کے بے بنیاد زعم میں اہلِ ایمان کو جب مدینہ منورہ میں بھی امن و امان سے نہ رہنے دیا، ان کے جان و مال کی سلامتی کے لیے خطرہ بن گئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ قدم اٹھایا۔ اگر مشرکینِ مکہ کی طرف سے ریاستِ مدینہ کے امن کو سبوتاژ نہ کیا جاتا، جان بوجھ کر چھیڑ چھاڑ نہ کی جاتی، حالات خراب کرنے کی کوشش نہ کی جاتی اور مدینہ پر چڑھائی نہ کی جاتی تو شاید جنگ کی کبھی نوبت نہ آتی مگر ’’تنگ آمد بجنگ آمد‘‘ کے مصداق نبی رحمت ﷺ کو بھی میدانِ جنگ میں آنا پڑا۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور اہلِ ایمان جب مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ میں آگئے تو اہلِ مکہ کو اب اطمینان ہوجانا چاہیے تھا کہ ’’دشمن‘‘ بھاگ گیا مگر انہوں نے جس طرح حبشہ میں مہاجرین کا پیچھا کیا اسی طرح یہاں بھی حضور ﷺ کا پیچھا کیا اور سنن ابی داؤد کے مطابق وہاں کے رئیس عبداللہ بن ابی کو یہ دھمکی آمیز خط لکھا کہ:

’’تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو (اپنے ہاں) پناہ دی ہے۔ ہم لوگ تمہیں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ تم لوگ ہر قیمت پر اس سے جنگ کرو یا اسے اپنے شہر سے نکال دو، ورنہ ہم سب تمہاری طرف کوچ کریں گے حتی کہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہاری عورتیں باندیاں بنالیں گے۔ یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی مشرکوں کو موصول ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے جمع ہونے لگے۔ یہ صورتِ حال حضور ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قریش مکہ کی جو دھمکی تمہیں موصول ہوئی ہے، وہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچائے گی، جتنا تم خود اپنے آپ کو پہنچانا چاہتے ہو۔ وہ یہ کہ تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے جنگ کا ارادہ کررہے ہو۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ حکمت بھری بات سنی تو منتشر ہوگئے‘‘۔

(ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث: ۳۰۰۴)

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ میں آجانے کے بعد معروف انصاری صحابی حضرت سعد بن معاذ عمرہ رضی اللہ عنہ کی نیت سے مکہ پہنچے اور اپنے دیرینہ دوست اور مکہ کے ایک رئیس امیہ بن خلف کے ہاں قیام کیا تو اسے کہا کہ کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چلو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں۔ دوپہر کے قریب

میزبان اپنے مہمان کو لے کر نکلا تو ان دونوں سے ابوجہل کی ملاقات ہوگئی۔ ابوجہل نے امیہ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ سعد (بن معاذ) ہیں تو ابوجہل نے حضرت سعد سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے اطمینان سے مکہ میں گھوم رہے ہو، حالانکہ تم نے صابیوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ ان کی مدد اور اعانت کرو گے۔ قسم بخدا! اگر تو ابوصفوان (امیہ) کے ہمراہ نہ ہوتا تو اپنے اہلِ خانہ کی طرف سلامت نہ لوٹتا۔ حضرت سعدؓ نے گرجدار آواز میں جواب دیا: اللہ کی قسم! اگر تو نے مجھے اس (عمرہ) سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ ہوگی یعنی تمہارا شام کا تجارتی راستہ بند کردوں گا جو مدینہ سے گزرتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی من یقتل ببدر، ص۳۲۲، رقم:۳۹۵۰)

۳۔ غزوہ بدر سے قبل مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے درمیان کئی جھڑپیں ہوئیں جن کا سبب قریش کی غارت گری تھا۔ وہ مدینہ منورہ کے اردگرد آکر مسلمان چرواہوں کو قتل کردیتے اور ان کے جانور لوٹ کر لے جاتے۔ جیسا کہ زین جابر فہری نے اس طرح کی غارت گری کی تھی۔ (شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، ۱/۱۹۳)

۴۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر اہلِ مکہ ایک ہزار کے مسلح لشکر کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے بدر کے مقام پر روکا اور تائید ایزدی سے انہیں شکست دی۔

۵۔ غزوہ احد کے موقع پر بھی اہلِ مکہ تین ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضور ﷺ نے اپنے دفاع میں ان سے جنگ لڑی۔

۶۔ غزوہ خندق (احزاب) میں بھی اہلِ مکہ نے دیگر قبائل کو ساتھ مل کر چوبیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ کا گھیراؤ کیا اور حضور ﷺ نے خندق کھود کر شہر کا دفاع ممکن بنایا۔

غرض یہ کہ ابتدائی غزوات نبوی ﷺ خالصتاً اپنے دفاع میں تھے جبکہ بعد کے غزوات مثلاً غزوہ خیبر، غزوہ حنین، فتح مکہ اور غزوہ تبوک وغیرہ میں اگرچہ پیش قدمی کی گئی مگر وہ اس لیے کہ سر پر منڈلاتے خطرات اور سازشیں مزید شدت اختیار نہ کرجائیں اور مخالف قوتیں اس نظام یا دین کو سرے سے ختم کردینے کی پوزیشن میں نہ آجائیں جس کی تبلیغ و نفاذ اور غلبہ کے لیے آپ ﷺ تشریف لائے تھے۔ دشمن کی سازش کو ناکام بنانا اور اس کا زور توڑنا مخالف طاقت پر ظلم اور بدامنی پیدا کرنے کے زمرے میں نہیں آتا۔

۴۔ نقضِ امن کے اسباب کی ممانعت و مذمت

نبی رحمت ﷺ نے ہر ایسے امر سے منع فرمایا اور اس کی مذمت و شدت فرمائی جو معاشرے کے امن و امان میں خلل انداز یا اشتعال انگیزی اور لڑائی جھگڑے کا باعث و سبب بن سکتا ہے اور ایسے تمام امور کی حوصلہ افزائی، فضیلت اور تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے جو معاشرے میں باہمی محبت رواداری اور صلح و آشتی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ان تمام امور کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ ذیل میں زیر بحث موضوع کی وضاحت کے لیے چند امور کی طرف اشارہ کافی ہوگا:

(۱) تنگ نظری کی ممانعت

معاشرے میں فتنہ و فساد، خونریزی، زیادتی اور پھر بدامنی کا ایک بڑا سبب تنگ نظری ہے۔ تنگ نظری کا معنی رنگ، نسل، وطن اور عقیدہ و مذہب میں اختلاف کی بنیاد پر اپنے مخالف کو برداشت نہ کرنا، اسے قبول نہ کرنا، اسے دیکھ نہ سکنا اور اس سے زندگی کا حق بھی چھین لینے کی کوشش کرنا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک مملکت کا سربراہ ہوتے اور تمام وسائل و اختیارات اور طاقت ہوتے ہوئے بھی جس طرح اپنے مخالفین اور ان کی شرارتوں اور بدتمیزیوں کو برداشت فرمایا اور ان کے ساتھ وسعتِ قلبی، رواداری، درگزر اور صلح و آشتی کا معاملہ فرمایا اس کی نظیر آسمان کی آنکھ نے نہ کبھی پہلے دیکھی تھی اور نہ آج تک دیکھ سکی ہے۔ قاضی عیاضؒ اور دوسرے محدثین و سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کی ''صفتِ حلم'' کی وضاحت و تفصیل میں متعدد مثالیں بیان کی ہیں۔ یہاں صرف ایک بے نظیر مثال کا ذکر کافی ہوگا:

نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ مذاکرات اور گفتگو کے دوران ان کی عبادت کا وقت ہوگیا تو آپ ﷺ نے کھلے دل سے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں روکنا چاہا تو فرمایا: ''دعوھم'' انہیں چھوڑ دو اور اپنے طریقے کے مطابق نماز پڑھنے دو۔ پھر اسلام سے ان کے انکار کے باوجود انہیں امان

نامہ بھی عنایت فرمایا۔ (ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد، ۳/۶۲۹)

(۲) عصبیت کی نفی

انسانی معاشرے میں نقضِ امن کے اسباب و وجوہات میں سے ایک بڑا سبب عصبیت بھی ہے۔ عصبیت یہ ہے کہ آدمی کسی کی محض اس بنیاد پر حمایت کرے کہ وہ اس کی قوم اور برادری سے تعلق رکھتا ہے، چاہے وہ ناحق، غلط اور دوسرے پر ظلم کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ:

أمن العصبية ان يحب الرجل قومه؟

''کیا یہ بات عصبیت میں داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم کے ساتھ محبت رکھے''۔ فرمایا: **لا ولكن العصبية ان ينصر الرجل قومه على الظلم** (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۸)

''نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم پر بھی اپنی قوم کی مدد کرے''۔ مزید فرمایا:

''وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جس نے (دوسرے لوگوں کو) عصبیت کی طرف بلایا اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جس نے محض عصبیت کی بنا پر (کسی دوسرے سے) جنگ کی اور وہ آدمی بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے جذبہ پر مر گیا''۔

احادیث میں ''مامنّا'' اور ''لیس منّا'' یا ''لیس منّی'' کے الفاظ حد درجہ زجر و توبیخ اور تنبیہہ کے لیے آتے ہیں۔ یہ جملہ عموماً آپ ﷺ کی زبان پر اس وقت آتا جب کوئی کام کفر سے قریب اور ایمان کے منافی ہوتا۔ پھر ایک مسلمان کے لیے نبی رحمت ﷺ کی طرف سے لاتعلقی کے اعلان سے بڑھ کر بڑی بدنصیبی اور بدبختی یا سزا کیا ہوگی۔

(۳) ہتھیار کے اشارہ سے ممانعت

کسی آدمی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرنے میں چاہے وہ مذاق میں ہی ہو، ایک تو اس بات کا خدشہ ہے کہ مشارٌ الیہ آدمی خوف زدہ ہوگا اور اچانک خوف زدہ ہونے میں انسان کو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ دوسرا اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ اسلحہ غیر ارادی طور پر چل جائے اور سامنے والا آدمی جان سے جائے اور یہ چیز باہمی خونریزی اور پھر معاشرے میں بدامنی کا ذریعہ بن جائے۔ اس لیے ''سدِّ ذریعہ'' کے طور پر نبی رحمت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لايشير احدكم الى اخيه بالسلاح فانه لا يدرى احدكم لعل الشيطان ينزع فى يده فيقع فى حفرة من النار. (مسلم: الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم: ۲۶۱۷)

''تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان (اسے غصہ دلادے اور) اس کے ہاتھ میں کپکپی طاری کردے پھر وہ (بے گناہ قتل کی سزا میں) جہنم کی آگ میں جاگرے''۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

من اشار الىٰ اخيه بحديدة فان الملئكة تلعنه حتى يدعه وان كان اخاه لا بيه وامه.

(مسلم: الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم: ۲۶۱۶)

جس آدمی نے اپنے بھائی کی طرف کسی آہنی ہتھیار سے اشارہ کیا تو فرشتے اس پر لعنت (رحمتِ الٰہی سے دوری کی بد دعا) بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس اشارہ کو ترک کردے چاہے وہ اس کا حقیقی بھائی بھی کیوں نہ ہو۔

اب بھائی مسلمان کے علاوہ غیر مسلم بھی ہوسکتا ہے۔ گویا غیر مسلم کو بھی اس انداز میں ڈرانا دھمکانا جائز نہیں۔

(۴) ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی ممانعت

کسی کو ڈرانا اور خوفزدہ کرنا بھی چونکہ انسان کے ذہنی اطمینان اور امن و امان میں خلل انداز ہوتا ہے، چاہے وہ ہنسی مزاح میں ہی کیوں نہ ہو اس لیے نبی رحمت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا:

لا يحل لسملم ان يروع مسلما. (ابوداؤد: السنن، رقم: ۵۰۱)

''کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو ڈرائے''۔

کسی آدمی کا مال چھپانا بھی چونکہ اس کے لیے پریشانی اور ڈر کا سبب ہوتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ ارشاد ہوا:

لا ياخذن احدكم متاع اخيه لاعباً ولا جادا.

''تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کا سامان ہرگز نہ چھپائے، نہ مذاق میں نہ جان بوجھ کر''۔ (ابوداؤد، السنن، رقم: ۵۰۰)

یہ تو معمولی قسم کے خوف اور ڈر پیدا کرنے سے ممانعت ہے۔ بڑے پیمانے پر خلقِ خدا کو خوف زدہ اور ہراساں کرنا، دہشت پھیلانا، بے گناہ انسانوں کا قتل کرنا، ان پر تشدد کرنا، خودکش حملے کرنا، لوگوں کے املاک اور جائیدادیں تباہ کرنا، ان کی عزت و آبرو سے کھیلنا، ملک میں بدامنی اور انارکی پھیلانا جسے آج کی اصطلاح میں دہشت گردی (Terrorism) کہا جاتا ہے۔ اس کا دینِ مصطفوی میں کہاں جواز ہوسکتا ہے۔

۵۔ سلام کہنے کی تعلیم و تلقین

نبی رحمت ﷺ نے امن و سلامتی کے فروغ کے لیے جو متعدد اقدامات اٹھائے، ان میں سے ایک بالکل آسان اور منفرد قدم جسے عمل کے ساتھ تعلیمی و تربیتی بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور جس نے معاشرے میں امن و سلامتی کے ساتھ باہمی محبت اور الفت کو فروغ دیا اور لوگوں کو امن و سلامتی کی اہمیت بھی ذہن نشین کرائی، وہ ہے اپنے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہر ملاقات کے وقت سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) کہنے کی تعلیم و تلقین اور ترغیب۔ یہ سلام اپنے لغوی اور مرادی معنی کے اعتبار سے مخاطب یا ملاقاتی کے لیے صرف زبان سے سلامتی کی دعا ہی نہیں بلکہ متکلم کی طرف سے اس بات کا اعلان اور اقرار بھی ہے کہ تم میری طرف سے بالکل مامون اور محفوظ ہو۔ میری ذات سے تمہیں کسی طرح کا ڈر اور خوف نہیں رہنا چاہیے۔ تم ہر طرح سے تسلی اور اطمینان رکھو۔

یہاں سلام کے شرعی فضائل اور فقہی آداب اور احکام و مسائل کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں بلکہ معنوی اعتبار سے اس کی ضرورت و افادیت اور اثرات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کون سا اسلام (کامل) سب سے بہتر ہے؟

قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف. (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ، رقم: ٦٢٣٦)

’’آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو (خلقِ خدا) کو کھانا کھلائے اور ہر اس آدمی کو سلام کہے جسے تو جانتا ہو اور جسے نہ جانتا ہو۔‘‘

حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا اور دیگر نصوص سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ کھانا کھلانا مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اسی طرح سلام کے حوالے سے بھی ’’مَـن‘‘ کے اندر عموم ہے اور مخاطب کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ شاید اسی لیے بعض فقہاء نے غیر مسلموں کو بھی ممانعت کی بعض روایات کے باوجود سلام کی اجازت دی ہے۔ (نووی، شرف الدین یحییٰ، شرح صحیح مسلم، ۲: ۲۱۳)

خلاصۂ بحث

حضور نبی اکرم ﷺ دنیا میں ایک عالمی اور دائمی نبی کی حیثیت سے ’’رحمۃ للعالمین‘‘ بن کر تشریف لائے۔ اس رحمۃ للعالمینی کا لازمی تقاضا تھا کہ آپ ﷺ دنیا کو امن و سلامتی کو گہوارہ بھی بنائیں۔ اس کے لیے ایک تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جبلت و فطرت میں امن و سلامتی کا جذبہ ودیعت کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے خلقِ خدا کو اللہ کا جو پیغام پہنچایا وہ اپنے معنی اور تعلیمات کے اعتبار سے سراسر امن و سلامتی کا پیغام تھا۔ چونکہ آپ ﷺ کسی مسلکی و نظریاتی، رنگ و نسل اور علاقہ کی تفریق کے بغیر ساری دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ اس لیے آپ نے معاشرے میں امن و سلامتی کے فروغ اور ہر انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ و سلامتی کے لیے ایسے متعدد اور دور رس اقدامات فرمائے جنہوں نے کم از کم جزیرۃ العرب کو امن کا گہوارہ بنادیا۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، کسی کی جان محفوظ تھی، نہ مال نہ عزت اور نہ راستے محفوظ تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسا ذہنی و عملی انقلاب پیدا کردیا کہ اب اکیلی خاتون صنعاء (یمن) سے بیت اللہ کا سفر کرتی تھی اور اسے کسی رہزن کا ڈر نہ تھا۔ امن و سلامتی کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات پر آج بھی عمل کیا جائے تو ساری دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ یہ محض عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ کھلی حقیقت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی تعلیمات اور اسوہ و عملی اقدامات کی رو سے بلاشبہ اور بلامبالغہ ساری انسانیت کے لیے رحمت اور امن و سلامتی ہیں۔ ❁❁❁❁❁

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے...... ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

محبت خالقِ کائنات کا نور اور پیغمبرِ انسانیت کا منشور ہے

انسان کا اعلیٰ ترین مقصد اللہ کی رضا اور اس کی محبت کا حصول ہے

جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی موت بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

محبت۔۔۔ خالقِ کائنات کا نور ہے اور پیغمبرِ انسانیت ﷺ کا منشور بھی

محبت۔۔۔ تخلیقِ کائنات کا محرک ہے اور حسنِ کائنات کا جوہر بھی

محبت۔۔۔ نظمِ کائنات کا محور ہے اور شخصیتِ انسانی کا زیور بھی

محبت۔۔۔ کیفیات کا بحرِ بیکراں ہے اور جذبات کا سیلِ رواں بھی

محبت۔۔۔ امنِ عالم کی ضمانت ہے اور ایمان و اسلام کی علامت بھی

محبت۔۔۔ علم و عمل کا مقصود ہے اور عبادت و ریاضت کا نچوڑ بھی

یہ سب کچھ فیضانِ محبت ہے۔ یہ اس کی ہمہ جہت حقیقت کا لفظی اظہار ہے ورنہ لفظِ محبت کی حقیقی اور حتمی تعبیر آج تک بیان نہیں ہوسکی۔ ہر کسی نے اپنی ذہنی بساط اور کیفیات کے مطابق اس کے معانی و معارف بیان کیے ہیں لیکن ہر دانا و بینا شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ چار حروف کا یہ مجموعہ اپنے اندر سمندر سے زیادہ گہرائی، کائنات سے زیادہ وسعت، بھڑکتی آگ کے شعلوں سے زیادہ تپش، آفتاب و ماہتاب سے زیادہ نورانیت، گلاب کی پنکھڑی سے بڑھ کر نزاکت، قطرۂ شبنم سے زیادہ لطافت اور شہد سے زیادہ مٹھاس رکھتا ہے۔ محبت میں بے قراری بھی اگرچہ ایک نعمت ہے مگر اسے جب معراج و کمال حاصل ہوجائے تو تسکینِ روح کا حقیقی سامان میسر آتا ہے۔ جب دل دریائے محبت میں غوطہ زن ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر یہ آسانیاں اور آسائشیں نہیں ہوتیں بلکہ محبت کی آتشِ شوق کو ہوا دینے کے لیے وہ ابتلا اور مصائب و آلام کے طوفان کو بھی اپنے سینے سے لگانے پر رضا مند ہوجاتا ہے۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے:

غواصِ محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرہ دریا میں، دریا کی ہے گہرائی

حالات اس سے سمجھوتہ کریں نہ کریں یہ انجام و عواقب سے بالاتر ایک ایسا جذبہ ہے جو بغاوت پر اتر آئے تو بپھرے متموج سیلِ رواں سے بڑھ کر طغیانی دکھاتا ہے۔ شاعر فطرت شناس اقبال نے محبت کی درج بالا ہمہ گیریت کو بیان کرتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے۔

بیابانِ محبت، دشتِ غربت بھی، وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے، صحرا بھی
جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے

محبت کی یہ کیفیت اس کا ایک پہلو ہے دوسری طرف اس کی اہمیت پر مختلف زاویوں سے غور کیا جائے تو محبت ہی کارخانۂ قدرت کی جان نظر آتی ہے۔ نفسی کائنات ہو یا آفاقی، اس کے جملہ پہلوؤں کے بغور مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ یہی جوہرِ محبت اس کی تخلیق و ارتقاء میں حسنِ توازن قائم رکھتا ہے۔ دنیا میں جہاں بھی محبت عنقا ہوتی ہے وہاں نفرتوں اور عداوتوں کی آندھیاں خوشحالی کے ہنستے بستے گلستانوں کو ویران کرنے آجاتی ہیں۔ انسانی معاشرہ جب قتل و غارت گری، افراتفری، بدامنی، سیاسی و سماجی انتشار جیسے مہلک امراض کا شکار ہوجائے تو

وہاں محبت کے اکسیر نسخے کے بغیر کوئی دوسرا علاج کارگر ہو ہی نہیں سکتا۔ قوموں اور ملتّوں کی زندگی میں محبت کی اس بنیادی اہمیت کو حکیم الامت نے بھی تسلیم کیا اور کہا:

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

یہ ہے محبت کے قومی اور بین الاقوامی اثرات و نتائج کی ایک جھلک۔ اب انفرادی زندگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو پورے سفرِ زیست میں محبت ہی انسانی شخصیت کی تعمیر و تکمیل اور تزئین کرتی ہے، انسان میں یہ جوہر بالفعل موجود ہو تو وہ فرشتوں سے بہتر، نکل جائے تو درندوں سے زیادہ ظالم، ماں کے دل میں بچے کے لیے محبت کے متلاطم جذبات نہ ہوتے تو انسان ممتا جیسی عظیم اور بے مثال نعمت سے محروم رہتا، باپ کے دل میں اولاد سے محبت کا عنصر نہ ہوتا تو لغت میں ''شفقتِ پدری'' کا وجود نہ ہوتا، بہن بھائیوں میں باہمی الفت نہ ہوتی تو اخوت اور بھائی چارے کے مفہوم سے کون آشنا ہوتا اور آپس کے دکھ درد کون بانٹتا؟ ایک سوسائٹی کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت کا یہ جذبہ نہ ہوتا تو انسانی معاشرہ رواداری، حسنِ سلوک اور ہر دلعزیزی جیسی اعلیٰ صفات سے یقیناً محروم رہتا نیز دنیا میں امن و آشتی، صلہ رحمی کا کوئی تصور نہ ہوتا۔

اس سے ایک قدم آگے بڑھیں تو واضح ہوگا کہ نظامِ مناکحت میں جنس مخالف سے طبعی محبت کا قدرتی رجحان کارفرما نہ ہوتا تو کائنات میں عملِ تخلیق کا حسین سفر کب کا رک جاتا اور ہنگامہ ہائے حیات سے وجود میں آنے والی یہ ہنستی مسکراتی بستیاں اور لہلہاتی کھیتیاں ناپید ہوتیں، یہ روش روش پھول اور چمن چمن بہاریں اس انسان ہی کے دم قدم سے تو ہیں، جو (یہ جاننے کے باوجود کہ اس نے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا) دنیا میں آرزوئے محبت کے تحت اپنی کاریگری کے رنگا رنگ حسن بکھیر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان سمیت کائنات کی ہر نامیاتی چیز کو جو آرزو زندہ اور اسے ہر لمحے تعمیر و تحسین پر اُبھارتی ہے، یہ وہی آرزوئے محبت ہی تو ہے۔

یہاں تک تو انسان اور معاشرہ کے تناظر میں محبت کا عمل دخل مختصراً بیان ہوا۔ اب ذرا مذہبی اور دینی نقطہ نظر سے دیکھیں تو آپ کو اور بھی خوشگوار حیرت ہوگی کہ ایمان اور اسلام کی ساری پرشکوہ عمارت جذبۂ محبت پر ایستادہ ہے۔ توحید و رسالت جیسے کلیدی عقائد پر ایمان کا معاملہ ہو یا روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے بنیادی فرائض کی ادائیگی کا مرحلہ ہر ایک کی صحت و قبولیت کے لیے خلوص و محبت ہی بنیادی شرط ہے۔ جس طرح جملہ عقائد و اعمال کی مقبولیت وصحت کا سارا دارومدار نیت پر ہے بعینہ نیت کی درستگی و پاکیزگی جذبۂ محبت کے بغیر بہرصورت ناممکن ہے۔ وہ نماز اور حج کہاں قبول ہوں گے جن کی ادائیگی کے وقت کعبہ کے تصور کے ساتھ ربِ کعبہ کی محبت دل میں موجود نہ ہو اور۔۔۔ وہ روزہ کیسا جس میں خورد و نوش سے پرہیز کے ساتھ ساتھ محبوبِ حقیقی کی رضا اور محبت کارفرما نہ ہو؟ ماحصل یہ کہ دنیا میں مقام و مرتبے کا تعین ہو یا آخرت میں جملہ کامیابیوں سمیت قربِ الٰہی جیسی نعمتِ عظمیٰ کا حصول، سب محبت ہی کے ثمرات و نتائج ہیں۔ الغرض جو موضوع چھیڑیں اور جس طرف نظر دوڑائیں ہر سو محبت ہی کی شاہی نظر آتی ہے اور بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے:

محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

محبت کا داعیہ ہر انسان میں پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے اور وہ اس قدرتی داعیہ کی تسکین کے لیے کسی نہ کسی طرف جھکاؤ ضرور رکھتا ہے۔ اب اس بندے پر منحصر ہے کہ وہ اپنی محبت کو کس طرف لگاتا ہے۔ واضح رہے کہ کائنات ہست و بود میں انسانی محبت کا قبلۂ اولین اور کعبۂ عشق اللہ جل مجدہ کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہی ذات محبت کی خالق ہے اور وہی اس کی مستحق ترین بھی۔ پھر وہ ہستیاں جن سے خود اس ذات نے محبت کی اور بندوں کو ان سے محبت کرنے کا حکم فرمایا، ان میں سرفہرست وجہ تخلیقِ کائنات، صدرِ بزمِ حسینانِ عالم، محبوب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ لیکن سلسلۂ تخلیق پھیلنے کے ساتھ ساتھ ہوا یہ کہ نفس و شیطان کے دلفریب پھندوں میں پھنس کر انسان جہالت کی تاریکیوں میں کھوگیا۔ اس نے خدائی ہدایت سے بغاوت کی اور اپنی محبتوں کے لیے کئی ناجائز ''قبلے'' بھی تلاش کر لیے۔ یہی انسان اگر محبوبِ حقیقی سے محبت کرے تو

وہ مومن اور حق پرست ہوگا اور غیر خدا سے (اس کی منشا کے خلاف) محبت کرے تو مشرک و کافر کہلائے گا۔ اسی طرح بت پرستی، آتش پرستی، دنیا پرستی اور دولت پرستی سب شرک کی ہی مختلف شکلیں ہیں جو محبت کے بے محل استعمال کا نتیجہ ہیں۔

تعلقِ بندگی کی تین نوعیتیں

ہر چیز کی اہمیت کا اندازہ اس کے دائرہ عمل سے لگایا جاتا ہے۔ محبت کا بھی یہی حال ہے، اس کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا، اسی قدر مقبولیت اور محبوبیت میں توسیع ہوگی۔ جتنی بڑی ہستی سے محبت ہوگی، اتنی رفعت و بلندی نصیب ہوگی۔ جتنے عظیم مقصد کے لیے محبت کی جائے گی، اتنی عظیم قربانی کی ضرورت ہوگی۔ کائنات میں بلند ترین ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور انسان کا اعلیٰ ترین مقصد اس کی رضا اور محبت کا حصول ہے۔ اس مقامِ رضا کے حصول کے لیے تعلق بندگی ضروری ہے اور اس تعلق بندگی کی تین نوعیتیں ہیں:

۱۔ کوئی شخص اللہ کی عبادت یہ سوچ کر بجا لاتا ہے کہ اسے عذابِ جہنم سے چھٹکارہ مل سکے۔

۲۔ کسی کا تعلق بندگی اس لیے ہے کہ اسے جنت کی پرکشش نعمتیں حاصل ہوجائیں اور۔۔۔

۳۔ ایک وہ بھی ہے جسے کسی سزا و جزا کا خیال نہیں بلکہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی محض اس کی رضا کے لیے کرتا ہے۔

پہلی دونوں قسم کی عبادتیں اگرچہ عنداللہ قبول ہوجاتی ہیں مگر چونکہ ان کی عبادت کا محرک خوف یا طلب ہوتا ہے اس لیے ان کو جزاء اجرت کی شکل میں چکا دی جاتی ہے لیکن رضائے الٰہی کے طالبوں کو اُجرت کی طمع ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ اللہ کی عبادت و ریاضت بربنائے محبت صرف اور صرف حصولِ قرب کی خاطر کرتے ہیں۔ ان کے لیے دونوں جہاں کی نعمتیں ایک طرف اور محبوب کے رخِ زیبا کی اک جھلک ایک طرف۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جسے تمام نعمتیں عطا کرنے والا خود مل جائے اسے باقی نعمتوں کی کیا طلب؟ اللہ تعالیٰ کا خوانِ نعمت پوری کائنات کے لیے ہے، ہر دور اور ہر مخلوق کے لیے۔۔۔ اس خزانے کے قاسم سرورِ کائناتﷺ ہیں۔۔۔ قاسمِ نعمت مہرباں ہو تو نعمتیں عطائیں اور خزانے سب اپنے ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں۔ ''جس کے حضورﷺ ہوگئے اس کا زمانہ ہوگیا''۔ محبت قربت کا سبب ہے اور جسے اپنی محنتوں کا صلہ قربت کی صورت میں حاصل ہوجائے اس کے سامنے اجرت کی کیا اہمیت؟

حقیقت یہ ہے کہ قربت الٰہی کے ایسے طالبوں کو اللہ تعالیٰ کی اس خالص محبت کے طفیل ایسا باطنی نور عطا ہوتا ہے کہ وہ سراپا محبت ہوجاتے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی ہر ایک کا غنچہ دل مہک اٹھتا ہے اور خوش بخت نفوس اس عکسِ جمالِ الوہیت کی محبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ گویا حدیثِ نبویﷺ کے مطابق ان کے چہرے دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ اقبال نے محبت کی اسی اثر آفرینی پر کیا خوب کہا:

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

اور اسی تصور کو انہوں نے مزید خوبصورت پیرائے میں یوں بیان فرمایا:

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے
مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کہن بھی ہے

جن خوش نصیبوں کو یہ مرضِ نایاب لگ جائے، ان پر مقربین ملائکہ بھی بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ انہیں دنیوی امارت و ثروت اور جاہ و منصب کی طمع اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتی لیکن یہ سب کچھ ان کی ٹھوکر میں ہوتا ہے۔ وہ ہر کام محبوبِ حقیقی کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور اس کی راہ میں اگر جان بھی دینی پڑے تو ہتھیلی پر رکھ کر زبانِ حال سے کہتے ہیں۔ ؎ ''گر قبول افتد زہے عز و شرف''

تاریخ گواہ ہے کہ جنہیں اللہ رب العزت اور اس کے رسولِ معظمﷺ کی محبت کا ایک قطرہ نصیب ہوگیا، موت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور حوادثِ زمانہ کے ہزاروں دور بھی ان کی عظمت کے نقوش نہ مٹا سکے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ان دیکھی شخصیت دلوں کو مسخر کرتی چلی گئی۔ وہ لوگ محبتِ الٰہی میں ایسے فنا ہوئے کہ صدیوں بعد بھی ان کے آستانوں سے اُسی ازلی محبت کی دولت بٹ رہی ہے اور ان کے دربارِ گہر بار مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں۔ انہیں کس چیز نے اتنا بلند کردیا

کہ وہ زمانی و مکانی حدود و قیود سے بالاتر ہوگئے؟ کیا وہ صاحبِ دولت و ثروت تھے، دنیوی جاہ و منصب کے مالک تھے؟ نہیں ایسا نہیں تھا وہ خاک نشین کئی کئی روز تک بھوکے پیاسے رہنے والے صحراؤں، بیابانوں میں دیوانہ وار پھرنے والے اور بظاہر مفلوک الحال، پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس جن کی کل کائنات معمولی سی کٹیا ہوتی تھی۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ لوگ آخر کیوں ایسی عظمت پر فائز ہوگئے کہ آج بھی ان کا نام سنتے ہی دلوں میں عقیدت، نگاہوں میں ادب اور شعور میں پاکیزگی اتر آتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو بڑی آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سب محبت کا فیضان ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حیاتِ دنیوی و اخروی میں کامیابی کا دارو مدار محبت پر موقوف ہے۔ محبوب جتنا عظیم ہوگا، محبّ کو اتنا دوام اور عظمت ملے گی۔ محبوب فانی ہوگا تو محبت بھی عارضی اور فانی ہوگی۔ جو لوگ دنیوی جاہ و حشمت، عزت و شہرت، دولت و حکومت اور فانی پیکرانِ حسن سے محبت کرتے ہیں، ان کی محبت بھی ڈھلتی چھاؤں ہوتی ہے۔ یہ چار دن کی محبتیں فانی محبوبوں کے ساتھ رخصت ہوجاتی ہیں۔ محبت وہی دائمی اور باعظمت ہے جو غیر فانی اور قائم بالذات ہستی سے ہو اور وہ صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ جس طرح وہ خود عظیم و جلیل ہے اسی طرح اس کا ذکر اور محبت بھی باعظمت ہے۔ اس سے محبت کرنے والے جب اس کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں تو وہ بھی اپنے بندوں سے یوں محبت کرتا ہے کہ ان کا ذکر کائنات کی بلندیوں اور بستیوں میں پھیلا دیتا ہے۔ فرشتے ان بندوں کی محبت کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں۔ خود اندازہ لگائیں کہ جسے وہ ذات یاد رکھے اسے کون بھلا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ عشاق، عرفاء و اولیاء جنہیں ان کی حیاتِ ظاہری میں اگر کوئی نہیں بھی جانتا تھا تو آج سب لوگ ان کے نام سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان کے نام کو وظیفہ جان کر جپتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی لافانی محبت کا کمال ہے جس نے فانی انسان کو بقائے دوام عطا کردی۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دائمی اور آفاقی محبتوں میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت اس فانی دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ سینے جن میں دھڑکنے والے دل محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے امین ہیں۔ خوش بخت ہیں وہ گھرانے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلقِ محبت کے نغمے گونجتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد کے زیر قیادت تحریک منہاج القرآن اسی فیضانِ محبت کے فروغ میں مصروفِ عمل ہے۔ تحریکِ منہاج القرآن کی دعوت کی بنیاد تعلق باللہ، ربطِ رسالت، رجوع الی القرآن، اتفاق و اتحادِ امت اور فروغِ علم و امن ہے۔ یہ دعوت ایک منفرد دعوت ہے کیونکہ تحریک کے قیام سے قبل اگر معاشرے میں ہمیں عشق رسول ﷺ پر مبنی بیان سننے کو ملتے تھے تو ان میں تعلق باللہ، قرآنی فکر، فروغِ علم و شعور اور وحدتِ امت جیسی خصوصیات نہیں تھیں اور اگر توحید' قرآن یا اتحاد کی بات ہوتی تو محبتِ رسول ﷺ اور ادبِ اہلبیت وصحابہؓ کی چاشنی سے خالی تھی۔ تحریک منہاج القرآن نے فروغِ عشقِ رسول ﷺ اور ربطِ رسالت ﷺ کی طرف توجہ دی اور ایمان کیلئے، محبتِ رسول ﷺ، ادب و تعظیمِ رسول ﷺ، نصرتِ رسول ﷺ (دینِ مصطفیٰ کی دعوت) اور اتباع و اطاعتِ رسول ﷺ کو ضروری قرار دیا۔ اس قرآنی ترتیب کی روشنی میں تحریک نے بڑی خوبصورتی سے یہ حقیقتِ دین سمجھائی کہ تبلیغ و اشاعتِ دین اور اتباع و اطاعت کا دم بھرنے والوں کے سینے اگر محبت و تعظیمِ رسول ﷺ سے خالی ہوں گے تو یہ نری ''بولہبی'' ہوگی، خدمتِ دین ہرگز نہیں۔ جب دل محبت و تعظیم سے خالی ہوں گے تو زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کی عزت و تعظیم کی کیا ضمانت؟

تحریک منہاج القرآن نے شیخ الاسلام کی زیر قیادت دلوں میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ پختہ کرنے اور اسے ایمان و عمل میں اجاگر کرنے کے لیے نوجوانوں کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا مشن رکھا اور اتباع کا آفاقی تصور پیش کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتی، مذہبی، سماجی اور سیاسی زندگی کے مبارک اسوۂ کو اختیار کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ تحریک کا ہر رکن پہلے عاشقِ رسول ﷺ ہے اور بعد میں مبلغ

دین۔ اس کے سامنے حضور ﷺ کی دعوتی کاوشیں بھی ہیں اور آپ ﷺ کا پیکرِ جمال بھی۔

عقیدۂ رسالت ﷺ کی ناگزیریت کو تحریک منہاج القرآن نے براہِ راست قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح کیا۔ تحریک نے اپنی ہر سرگرمی کے ذریعے محبتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ حتیٰ کہ ارکانِ اسلام، اجزائے ایمان سب کی اساس غلامیٔ رسول ﷺ کو قرار دیا۔ تحریک منہاج القرآن نے محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لیے اور فیضانِ محبت کو عام کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات و صفات سے متعلق اٹھنے والے جملہ اعتراضات کا بھی مسکت جواب دیا۔

تحریک کے پلیٹ فارم پر پہلے دن سے آج تک کوئی محفل، کوئی میٹنگ اور کوئی اجتماع خواہ وہ یورپ و امریکہ کے کسی کمیونٹی ہال میں منعقد ہوا ہے یا کسی پسماندہ دیہات کی بستی میں، تلاوت کے ساتھ نعتِ رسول ﷺ اور درود و سلام اس کا لازمی جزو ہے۔ نعتِ رسول دراصل محبتِ رسول ﷺ کا جذباتی اظہار، حبِ رسول ﷺ کے عہد کا تکرار اور محبت کی خوشبو بانٹنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ شیخ الاسلام خود ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کی حیثیت سے نہ صرف نعت باقاعدہ سنتے ہیں بلکہ آپ کی فکر اور تحریک کا امتیاز بھی ذکرِ رسول ﷺ کی پرسوز محافل ہیں۔ انہوں نے نعت خوانی اور محافلِ میلاد کو روایتی مذہبی رسم سے نکال کر باقاعدہ اور متحرک مشن بنا دیا ہے۔ جگہ جگہ منہاج نعت کونسلز قائم ہیں جو بچے اور بچیوں کو قرآن، حدیث، فقہ اور عقائد کی طرح نعت خوانی کی تربیت دیتی ہیں۔

تحریک منہاج القرآن نے جشنِ میلاد النبی ﷺ کو ایک بڑے اور موثر مذہبی تہوار کے طور پر منانے کا اہتمام نجی محفل کی بجائے رسولِ کائنات ﷺ کے شایانِ شان بین الاقوامی سطح پر کیا۔ چنانچہ ہر سال ربیع الاول میں ہونے والی محافلِ میلاد النبی ﷺ پوری دنیا کی نمائندہ محفلِ میلاد کا روپ دھار چکی ہیں۔ مینارِ پاکستان پر ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس سمیت ملک کے دیگر مقامات پر بڑے بڑے تاریخی اجتماعات اہل پاکستان کی محبتِ رسول ﷺ کا ارمغان ہیں۔ دھر میں اسمِ محمد ﷺ پھیلانے اور اندھیروں کو اجالے میں بدلنے کا یہ کریڈٹ صرف اور صرف تحریکِ منہاج القرآن کا حصہ ہے۔

تحریک منہاج القرآن کا ایک تجدیدی کارنامہ یہ بھی ہے کہ امت کے دو متنازع دھڑوں کے درمیان تطبیق کرواتے ہوئے ’’سیرت و میلاد النبی ﷺ ‘‘ کی مشترکہ اصطلاح متعارف کروائی اور زور دار دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ ’’اہلِ سیرت‘‘ اور ’’اہل میلاد‘‘ دونوں حضور ﷺ کے مشن پر عمل پیرا ہیں‘ بشرطیکہ دونوں پہلوؤں پر بیک وقت نظر رہے۔ ان میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسرے سے چمٹ جانا محبت و اتباع کا کوئی قابلِ ستائش انداز نہیں۔ میلاد کی خوشی بھی اللہ کی سنت ہے اور سیرت کا ذکر بھی اللہ کی سنت۔۔۔ اور اس دعوے کی دلیل قرآن سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔

تحریک منہاج القرآن کا ایک کارنامہ عشقِ رسول ﷺ کا عالمی سطح پر فروغ و احیاء بھی ہے۔ افریقہ سے لیکر مشرق بعید کے ممالک اور یورپ سے لیکر لاطینی امریکہ‘ اسٹریلیا ‘مشرقِ وسطی اور دنیائے انسانیت کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں تحریک نے محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا آفاقی پیغام نہ پہنچایا ہو۔ یورپ کی چکاچوند میں مادیت کے بتوں کے سامنے سربسجود لاکھوں نوجوان، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو تحریک منہاج القرآن نے صاحبِ گنبدِ خضراء کی دہلیز پر لاکھڑا کیا ہے۔

تحریک منہاج القرآن دنیا میں احیائے اسلام اور اقامتِ دین کی وہ واحد تحریک ہے جس نے عشق و محبت رسول ﷺ کے ساتھ عملی تصوف اور اعتقادی وفکری اصلاح کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا ہے۔ یہ سہرا بھی تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام کے سر ہے کہ یہ سارے امور انتہائی معتدل طریقے سے دوسروں پر تنقید کئے بغیر پوری دنیا میں سرانجام پارہے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن نے عوام و خواص کو کمال حکمت و بصیرت کے ساتھ پوری کامیابی سے رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے اور آپ کی سنت و سیرت کی طرف متوجہ کیا ہے اور حقیقی معنی میں فیضانِ محبتِ مصطفیٰ ﷺ کو چہار دانگ عالم میں عام کیا۔

❁❁❁❁❁

تحریک منہاج القرآن کی کہانی شیخ الاسلام کی زبانی

”تحریک کی کامیابی کا راز کتاب اور خطاب میں پوشیدہ ہے“

منہاج القرآن نے اسلام کی ہمہ جہت تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کیں

رکاوٹوں اور مسائل کے باوجود تحریک کا گراف ہر گزرتے دن کے ساتھ بہتر ہوا

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین۔۔۔معاون: محبوب حسین

اللہ رب العزت کا شکر، انعام اور احسان ہے کہ گذشتہ کئی سالوں سے تحریک منہاج القرآن تسلسل کے ساتھ ہر سمت اور ہر جہت میں رو بہ ترقی، روبہ استحکام، روبہ عروج اور روبہ کمال ہے۔ مختلف ادوار میں بعض کوششیں ایسی ہوتی ہیں جو طبعی طور پر لوگوں کو Motivate کرتی ہیں اور اس Emotional motivation کے نتیجے میں خاص معروضی حالات میں تحریک عروج، فروغ اور ترقی کی جانب گامزن رہتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معروضی و خارجی حالات کے باعث وہ خاص Emotional Reasons اور جذباتی (Sentimental) اسباب میسر نہیں ہوتے جو ایک طغیانی و تموج اور تحرک و فعالیت پیدا کریں مگر اس دور میں بھی تحریک اپنی فکر، نظریہ اور کارکنان کی Commitment کی بنیاد پر استقامت کے طریق پر بڑھتی رہتی ہے۔ یہ عروج اور ترقی پائیدار ہوتی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ کسی ملک کے مذہبی، سیاسی اور نظریاتی ماحول اور کلچر کا اس ملک میں موجود تحریکوں اور جماعتوں کی ترقی میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ اس تناظر میں تحریک منہاج القرآن کے قیام کے وقت اور بعد ازاں اسے کیا تہذیبی، ثقافتی، سماجی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی ماحول میسر تھا، اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

تحریک کے قیام سے قبل کے عالمی اور قومی حالات

تحریک منہاج القرآن کے قیام سے دو دہائیاں قبل عالمی حالات اور اس تناظر میں پاکستان کے حالات اور ماحول کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات نظر آتی ہے کہ یہ دور عالمی سطح پر نظریاتی تقسیم کا دور تھا۔ انقلاب کی بات کی جاتی تھی، سرخ انقلاب، سبز انقلاب، سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم، ایشیاء سرخ ہے، ایشیا سبز ہے، امریکن بلاک، رشین بلاک وغیرہ، الغرض ایک عجیب قسم کی نظریاتی جنگ تھی اور اس ماحول میں اسلام کی مختلف تعبیرات کی جاتی تھیں۔

دنیا میں امریکہ اور رشیا دو طاقتیں تھیں اور دو نظریات تھے: سرمایہ دارانہ نظریہ اور اشتراکی نظریہ۔ دنیا بھی دو بلاکس میں تقسیم تھی۔ اس وقت لوگ ان ہی نظریات کی زبان میں بات کرنے کی صورت میں بقاء (Survival) پاتے تھے۔ 60ء اور 70ء کی دہائی میں لوگ ان ہی نظریات کی بولی میں بات کرتے اور اپنے آپ کو ان دو نظریات میں سے کسی ایک سے جوڑتے تھے اور اسی ماحول میں زندہ رہتے تھے۔ عوام کا سارا تحرک، فعالیت، جوش و خروش، نعرہ بازی، جلسے جلوس اور دھڑے بندیاں ان دو نظریات کے اردگرد ہی گھومتی تھیں۔

بدقسمتی سے اسلام کو غلط تعبیرات کے نتیجے میں سرمایہ

☆ 5، اپریل 2021ء، تنظیمات سے خطاب، مرکزی سیکرٹریٹ لاہور

داریت والے بلاک میں رکھ دیا گیا تھا اور مذہبی جماعتیں سرمایہ دارانہ بلاک کا حصہ تصور کی جاتی تھیں اور اس دور میں اسلام کی سرمایہ دارانہ (Capitalistic) تعبیر کی جاتی ہے۔ اس وقت جدت، ترقی اور نئے دور کی جو بات کرتا تھا تو وہ کسی نہ کسی شکل میں اشتراکی (Socialistic) فلاسفی کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا تھا۔ یہ لوگ ترقی پسند سمجھے جاتے تھے اور دوسری طرف سرمایہ دارانہ فلسفہ کے حامل رجعت پسند سمجھے جاتے تھے۔ یہ ایک دور تھا جو چند دہائیوں پر گزرا ہے اور رشیا کی بین الاقوامی سطح پر شکست کے بعد ختم ہوگیا۔

افغانستان میں رشیا کو شکست کے بعد وسطی ایشیاء کی ریاستوں میں بھی اسے شکست ہوتی چلی گئی، نئی ریاستیں بنتی گئیں، ان حالات میں رشیا کو اپنے آپ کو سنبھالنے کی فکر ہوگئی اور پوری دنیا میں اس کا بلاک کمزور ہوگیا۔ جب اس کا بلاک کمزور ہوا تو اس کی طاقت کمزور ہوئی اور پھر اس کا نظریہ بھی شکست کھا گیا اور بالآخر دنیا یونی پولر ہوگئی۔

ہمیشہ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ہمیشہ پاور فل کے ساتھ جاتے ہیں اور چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ انسانی بشری طبیعتیں ہیں خواہ وہ پاور فرعون کی تھی یا نمرود کی تھی یا یزید کی تھی۔ رشیا کی شکست کے بعد بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ کمیونزم کو شدید جھٹکا لگا اور اس کے مدِ مقابل سرمایہ دارانہ (Capitalistic) اکانومی کے نظریہ کو غلبہ حاصل ہوگیا۔ اس نظریہ کے حاملین برطانیہ اور یورپ کے کئی ممالک تھے، جن کی قیادت امریکہ کررہا تھا۔ مذہبی جماعتیں اور مذہبی فکر رکھنے والے لوگ By Default امریکن لابی اور Capitalistic لابی کا حصہ یا ان کے ساتھ جڑے ہوئے تصور کیے جاتے تھے۔

اس دور میں جس کسی نے کام کیا، کوئی جماعت، تحریک اور تنظیم بنائی یا سیاسی، دینی یا مذہبی کوئی موومنٹ شروع کی، ادارے بنائے، جدوجہد کی تو وہ ساری جدوجہد اس بات پر قائم تھی کہ اس جماعت، تحریک یا ادارہ کا اُس دور کے معروضی سیاسی حالات اور سیاسی نظریات میں سے کس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ دنیا کے یونی پولر ہوجانے اور سرمایہ دارانہ نظام کے غلبہ کے کچھ عرصہ بعد اس دور میں سرمایہ دارانہ نظام اور نظریہ کے خلاف بھی کئی تحریکیں چلیں اور جماعتیں قائم ہوئیں، جس کے تحت غریبوں اور مزدوروں کے حقوق کی بات کی جاتی۔ سرمایہ داروں اور Capitalistic Ecconomy کے خلاف روبہ عمل یہ جماعتیں اور تحریکیں لوگوں کے لیے کشش اور رغبت کا باعث ہوتی تھیں۔ ایسا اس لیے ہوتا کہ جب لوگ ایک نظریہ یا جماعت یا تحریک سے تنگ آجاتے اور اِن حالات میں کوئی نئی جماعت، یا نظریہ منظرِ عام پر آئے تو نئی بات درست ہے یا غلط، اس سے قطعِ نظر لوگوں کی طبیعت نئی تحریک یا جماعت کی طرف راغب ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ جدید بات ہوتی ہے جو لوگوں کے لیے کشش رکھتی ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ Status Co کو توڑا جارہا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ آگے چل کر یہ نظریہ یا جماعت ایک نیا Status Co قائم کردے گی۔ ایک جوش ہوتا ہے اور اس جوش میں ہوش جاتا رہتا ہے۔

ان عالمی حالات کے تناظر میں پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو اور پیپلز پارٹی کا قیام عمل میں آیا، جس نے سرمایہ دارایت کے خلاف نعرہ بلند کیا۔ اس ماحول میں یہ نعرہ عام لوگوں کے لیے کشش کا باعث بنا۔ چنانچہ جب الیکشن ہوئے تو پیپلز پارٹی تمام جماعتوں کو شکست دے کے اقتدار میں آگئی۔

بنگلہ دیش میں بھی مجیب الرحمٰن نے اسی انداز کا نعرہ لگایا اور کئی دہائیوں پر محیط Status Co کو توڑنے کی بات کی۔ اس بات سے قطعِ نظر کہ ان کے خیالات کیا تھے؟ ان کے پیچھے کون تھا، کس نے یہ بات کہلوائی، کس کا ایجنڈا تھا، انجام کیا ہوا؟ یہ چیزیں لوگ بھول جاتے ہیں، کیونکہ جب جوش غالب آتا ہے تو ہوش نہیں رہتا۔ انھیں مشرقی پاکستان میں ووٹ ملے تو وہ طاقت میں آگئے اور پھر پاکستان دولخت گیا۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان بنانا بھی نیچرل نہیں تھا۔ یہ بھی انگریز کا ایجنڈا تھا۔ ایک Unnatural جوڑ بنایا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ یہ ایک ملک نہیں رہ سکتا اور بالآخر یہ ٹوٹ جائیں گے۔

بھٹو صاحب اپنے 5 سال کے دور میں عوام کو وہ کچھ نہ دے سکے، لوگ جو ان سے توقع کرتے تھے۔ نتیجتاً آہستہ آہستہ ان کی

مقبولیت ختم ہوگئی، وہ کمزور ہوتے گئے اور بالآخر مارشل لاء آ گیا۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں کمیونسٹ فلاسفی رشیا کی شکست کے نتیجے میں دم توڑ چکی تھی۔ مارشل لاء آ جانے کے بعد اب اسلام کا نعرہ لگایا گیا اور اسلام کی آئیڈیالوجی کا نام لیا گیا۔ اس نئے نعرہ کو دیکھتے ہوئے لوگ ادھر راغب ہوگئے۔ اب اس دور میں مذہبی لوگوں نے طاقت حاصل کی اور انھیں طاقت ور بنایا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس زمانے میں مذہبی فرقہ واریت عروج پر پہنچ گئی۔

تحریک منہاج القرآن کا قیام اور اس وقت کے ملکی حالات (1980ء۔ 1989ء)

مذکورہ ماحول میں 1980ء میں ہم نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی اور ایک آواز بلند کی۔ اس وقت مذہبی زندگی میں جمود، انتہا پسندی، فرقہ واریت اور قدامت پسندی کا غلبہ تھا۔ مذہبی زندگی میں فعالیت، اجتہاد اور تخلیقیت نہیں تھی اور دین کو نئے تقاضوں کے مطابق آگے لے کر چلنے کا وجود تک نہیں تھا۔ اس ماحول میں ایک آواز اٹھی جس کی بنیاد عشقِ رسول ﷺ، ربطِ رسالت، تعلق بالقرآن، رجوع الی اللہ، وحدتِ امت اور غلبۂ دینِ حق کے تصور پر تھی۔ ہم نے اپنی تحریک کے تمام اہداف و مقاصد، مکمل نظریہ اور منہاج القرآن کی فکر لوگوں کے سامنے رکھی۔ اتفاق سے وہ زمانہ سیاسی شور شرابے کا نہیں تھا، سیاسی طور پر سرگرمیوں پر پابندی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کا دور ختم ہونے کے بعد اور جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے کچھ عرصے کے بعد سیاسی تحرک کا دور ختم ہوگیا تھا۔

تحریک کے پیغام کی جامعیت کی وجہ سے ہر طبقۂ زندگی کے لوگ اس کی طرف راغب ہوئے

تحریک منہاج القرآن نے جب اسلام کے حوالے سے ایک مکمل تصور دیا تو اس کی بہت سی جہات لوگوں کے لیے اس وجہ سے رغبت اور کشش کا باعث تھیں کہ کسی نے کبھی اس طرف دعوت ہی نہیں دی تھی اور ان جہات سے صرفِ نظر کیا ہوا تھا۔ اس وجہ سے تحریک کے قیام کی پہلی دہائی میں قوتِ متحرکہ (Motivative power) روحانیت تھی۔ تحریک منہاج القرآن کے ذریعے لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق پیدا ہوا، عشقی اور حبی کیفیات نے جنم لیا اور لوگوں کی رغبت نیک اعمال کی طرف ہوگئی۔ اس طرح ایک نئی فکر، عمل، عشق، محبت اور جدیدیت لوگوں کو ہماری صورت میں ملی۔

تحریک منہاج القرآن کے قیام کی پہلی دہائی میں ہمارے ساتھ شامل ہونے والے کئی طرح کے طبقات تھے:

۱۔ ایک حلقہ دینی و مذہبی تھا، ان کے لیے روحانیت باعثِ کشش بنی۔ لہٰذا یہ لوگ جوق در جوق ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

۲۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جن کی طبائع سیاسی طور پر مفاد پرست طبقے کی طرف راغب ہوتی تھیں یا Status co کے ساتھ کھڑے تھے، یہ لوگ Capitalistic اکانومی کو چاہتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے اندر مذہب اور دین کا عنصر بھی موجود تھا، لہٰذا یہ طبقہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوگیا۔

۳۔ اس دور میں وہ طبقے بھی تحریک میں آئے جو اشتراکیت کے حامی تھے۔ یہ لوگ غریب اور مزدور کی بات کرتے تھے، سرمایہ داریت کے خلاف ایک انقلاب کی بات کرنے والی طبیعتیں تھیں۔ تحریک منہاج القرآن کی طرف سے پیش کی گئی دین کی تعبیر کی طرح کی کسی تعبیر کا ان کے ہاں پہلے کوئی تصور نہ تھا، اس سبب یہ لوگ سیکولر ہوگئے تھے۔ دین کی طرف سے سیکولر مائنڈڈ لوگوں کو کبھی کسی آواز نے Attract ہی نہیں کیا تھا۔ علماء و سکالرز اور مبلغین کی دین کی تبلیغ انہیں دین کی طرف مائل نہیں کرتی تھی، اس لیے کہ علماء و مبلغین جونہی بات کرتے تو ان کی باتوں میں ان کو سرمایہ داریت کا (Capitalistic) اور رجعت پسندی کا سایہ اور جھلک نظر آتی تھی، لہٰذا وہ ان سے متنفر اور دور تھے۔ ان کی طبیعتیں تجدّد پر تھیں اور اِدھر دینی حلقوں میں کوئی جدید آواز ایسی نہ تھی جو دین پر بھی ہو اور جدت بھی لائے۔ تحریک منہاج القرآن کے قیام سے یہ دو چیزیں جمع ہوئیں تو یہ لوگ بھی اس حلقہ میں آ گئے۔

سو ہر وہ طبقہ جن کی مذہب اور دین کے ساتھ محبت تھی، اس سے قطع نظر کہ وہ سیاسی، سماجی، معاشی اور اقتصادی اعتبار سے کس بلاک کے ساتھ جڑا ہوا تھا، اسے جب دین

اور مذہب کی حقیقی تعبیر کی صورت میں ایک نئی دنیا ملی تو وہ ہمارے ساتھ شامل ہوگیا۔

تحریک منہاج القرآن نے دین کی ایک ایسی تعبیر معاشرے کے ہر طبقہ کے سامنے پیش کی کہ جس کے کئی گوشے تھے۔ کسی کے لیے عشقِ رسول ﷺ کشش کا باعث بنا۔۔۔ کسی کو تعلق باللہ مانوس کرگیا۔۔۔ کسی کو دین کی اجتہادی تعبیرات پسند آگئیں۔۔۔ کسی کو دورِ جدید میں اسلام کا ترقی پسندانہ رخ Attract کرگیا۔۔۔ کسی کے لیے گریہ وزاری اور شب بیداریاں کشش کا باعث بن گئیں۔۔۔ الغرض ہم نے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں ایک ایسے دستر خوان کی مثال لوگوں کے سامنے رکھ دی جس پر ایک ہی وقت میں بہت سی ڈشز موجود تھیں: چکن قورمہ، مٹن قورمہ، بریانیاں، پلاؤ، سبزی، دال، گوشت، Sweet Dishes، ہر کھانے والے کو جو جو طلب تھی، اس کو اس دستر خوان پر نظر آرہا تھا۔ پس جس کو اپنی طلب کا ملتا گیا، وہ آتا گیا۔ اس دستر خوانِ منہاج پر ابتدائی دس سال اس طرح گزرے۔

تحریک کے سیاسی دور کا آغاز (1989ء)

ہم نے 1989ء میں پاکستان عوامی تحریک قائم کی اور اس پلیٹ فارم سے سیاسی کوشش شروع کردی۔ PAT کے قیام کے زمانے میں پورے پاکستان میں ہر وقت میرے دورہ جات ہوتے۔ میں نے 1989ء، 1990ء اور 1991ء کے دور میں ایک ایک دن میں ایک شہر میں چالیس چالیس دفاتر کا افتتاح کیا، ایک ایک دن میں بیس بیس جلسوں سے خطاب کیا اور ایک ایک دن میں 16-16 گھنٹے تک سفر کیا ہے۔

جس طرح تحریک کے قیام کی پہلی دہائی کے عالمی حالات کے تناظر میں لوگ سرمایہ داریت اور اشتراکیت میں بٹے ہوئے تھے۔ اسی طرح جب ہم نے سیاسی جدوجہد شروع کی تو وہ ماحول ملکی سطح پر سیاسی جنگ وجدال کا ماحول تھا۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی ایک دوسرے پر الزامات میں مصروف تھے، لوگ ان سے پریشان اور تنگ تھے۔ اس ماحول میں جب ہم نے آواز اٹھائی تو ایک بڑا جوش وخروش پیدا ہوا اور مجموعی طور پر ہمارے کارکنان اور ہماری جدوجہد میں سیاسی مزاج اور سیاسی جدوجہد کا غلبہ ہوگیا۔

فروغِ تعلیم منصوبے کا آغاز (1993ء)

سیاسی میدان میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد ہم نے حالات کو دیکھا تو 1993ء میں سیاسی سرگرمی اور انتخابی سیاست معطل کردی اور فیصلہ کیا کہ ہم گراس روٹ لیول تک اپنا تنظیمی و انتظامی نیٹ ورک قائم کریں گے اور اس میں زیادہ مضبوطی، استحکام اور وسعت پیدا کریں گے۔ چنانچہ ہم نے اپنی سرگرمیوں کا رخ عوامی تعلیمی مراکز کی طرف موڑ دیا۔

1993ء سے 1998ء تک 6 سال نیم سیاسی اور دینی و روحانی سرگرمیاں تو چلتی رہیں مگر عوامی تعلیمی مراکز کے قیام پر فوکس رہا۔

دوسرے سیاسی دور کا آغاز (1998ء)

1998ء میں پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے سیاسی سرگرمیاں دوبارہ بحال ہوئیں، عوامی اتحاد بنا، ایک غلغلہ ہوگیا، جب کسی چیز کا غلغلہ ہوتا ہے تو اس میں پھر ایک عروج بھی ہوتا ہے۔ واہ واہ ہوتی ہے لوگ دیکھا دیکھی میں شامل ہوتے ہیں۔ عوامی اتحاد کی صدارت ہمارے پاس تھی۔ پیپلز پارٹی انتخابی میدان میں بڑی جماعت تھی جبکہ ہماری تحریک کی قوت؛ کارکنوں کی کمٹمنٹ، صدق، اخلاص اور ایمانی جذبہ تھا۔ ہماری طاقت اور تھی مگر ہر طاقت کے ساتھ مقابلہ کیا اور ہر جگہ کارکن اپنی جگہ بناتے چلے گئے۔ کارکنان کو ایک جنون ہوتا کہ اپنی تحریک کو نمبر ون ثابت کریں اور الحمدللہ تعالیٰ انھوں نے ہر جگہ اسے نمبر ون ثابت بھی کیا۔ ایسے لگتا تھا کہ پاکستان کی سب سے بڑی جماعت PAT ہے۔ کارکنان کی کمٹمنٹ سے ایک نیا ماحول اور نئے ظروف پیدا ہوئے۔ یہ دور 2004ء تک جاری رہا۔ میں نے جب اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دیا تو یہ دور اپنے اختتام کو پہنچا۔

تحریک کی ہر سرگرمی کے دوران تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کا کام مسلسل جاری رہا

یہ امر ذہن نشین رہے کہ خواہ سیاسی دور ہو یا فروغِ تعلیم

پر توجہ، اس تمام جدوجہد کے دوران تصنیف و تالیف کا کام نہیں رکا۔ یہ 600 کتابیں جو آج طبع ہوچکی ہیں، یہ آسمان سے تو نہیں اتر آئیں، یہ ساری ان ہی ادوار میں ساتھ ساتھ تالیف ہوتی رہیں۔ ہر کام ہوتا رہا، کوئی کام نہیں رکا، نئے کام آتے رہے تو پچھلے کام نہیں رکے۔ اگر ہم اپنے روزمرہ معمول میں دیکھیں تو یہ عام بات ہے کہ کوئی نیا کام شروع ہوتا ہے تو پچھلا روکنا پڑتا ہے مگر ہمارا کام الحمدللہ نہیں رکا۔ تجدید و احیاء اسلام اور اصلاحِ احوال کا کام جس طرح اوّل دن سے جاری تھا، اسی طرح بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر آج بھی جاری و ساری ہے۔

حکمتِ عملی کی تبدیلی تحرک کی علامت ہے

دوسری اہم ترین یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ہم وقت کے ساتھ ساتھ ترجیحات کو تبدیل کرتے رہے، اسی کا نام تحریک ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ترجیحات اور طور طریقے تبدیل نہ کیے جائیں، نئے نئے ظروف پیدا نہ کیے جائیں تو وہ جمود ہے۔ تحرک اور تحریک اس بات کا نام ہے کہ نئے ظروف بنائیں، نئے حالات پیدا کریں، نئے طریقے اور نئی حکمتِ عملی وضع کریں تاکہ اپنے زمانے میں کہیں پیچھے نہ رہ جائیں بلکہ آگے بڑھتے جائیں۔ پچھلوں کو بھی ساتھ لے کر چلنا ہے اور نئے لوگوں کو بھی دعوت دے کر آگے بڑھنا ہے۔ جہاں جمود آئے گا یا نئے لوگ آنا بند ہوجائیں گے یا پچھلے لوگ ساتھ چلنا بند کردیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ کہیں کوئی نہ کوئی خرابی ہے۔ پچھلے بھی ساتھ نہ چھوڑیں اور نئے لوگ بھی آنا بند نہ ہوں بلکہ آتے جائیں تو یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ اللہ نے ہمیں ہر زمانے میں فتح دی اور ہماری تحریک کا کام کسی مرحلہ پر بھی مکمل طور پر بند نہیں ہوا۔

بیداریٔ شعور مہم کا آغاز (2004ء)

1998ء سے 2004ء تک بھرپور سیاسی دورانیہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم نے انتخابی سیاست میں دو مرتبہ شمولیت اختیار کی لیکن ہم اس طریقے سے اپنی منزل کو نہیں پہنچ سکتے۔ لہذا فیصلہ کیا کہ بیداریٔ شعور کی مہم چلائیں اور غیر انتخابی طریقے سے اس ملک میں انقلاب اور تبدیلی کی کوشش کریں۔ پس بیداریٔ شعور کی مہم 2004ء سے شروع ہوگئی۔ یہ تحریک آٹھ سال چلی۔ اس تحریک کا ٹارگٹ یہ تھا کہ انقلاب لانا ہے اور ملک کا نظام بدلنا ہے۔ جب ہم نظام بدلنے کی بات کرتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ طاقت و اقتدار میں آنے کی بات کررہے ہوتے ہیں۔ یہ نیا ٹارگٹ بھی دراصل سیاسی ٹارگٹ ہی تھا، لہذا لوگوں کا ایک جوش و خروش تھا اور یہ جوش و خروش 2012ء میں مینار پاکستان کے جلسے کے وقت عین عروج پر تھا۔

2013ء اور 2014ء کا دھرنا

جنوری 2013ء میں ملکی تاریخ کا پہلا دھرنا ہوا۔ بعد ازاں 17 جون 2014ء میں سانحہ ماڈل ٹاؤن ہوا جس میں شہادتیں ہوئیں۔ پھر اگست 2014ء سے اکتوبر 2014ء تک 72 دنوں کا دھرنا ہوا۔ اس ساری جدوجہد کی قوتِ محرکہ (Motivating factor) سیاسی انقلاب اور ملک کے نظام کو بدلنا تھا۔ اس دور میں تحریک میں عام لوگ بھی منسلک ہوگئے۔ 2012ء سے 2014ء تک کے دور کو ہم عوامی طاقت کے اعتبار سے عروج کا دور سمجھتے ہیں۔ لوگوں نے شب و روز اپنی توانائی، وسائل اور اپنی بے پناہ مال و دولت خرچ کی۔

2014ء کے دھرنے کے بعد کے تحریکی حالات

2014ء کے دھرنے کے بعد جب ہم واپس آگئے اور وہ امید کہ ہم اس فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام کو اٹھا کر پھینک دیں گے، نیا نظام لے کر آئیں گے، اپنی حکومت قائم ہوگی، نیا نظام نافذ کریں گے، یہ Motivating factor ایک وقت کے لیے ختم ہوگیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں؟

ذیل میں اس سوال کا جواب ہم درج ذیل مختلف زاویوں سے تلاش کریں گے:

(ا) سیاسی سرگرمیوں کے باوجود دینی تشخص اور خدمات کا جاری رہنا رحمت و انعامِ خداوندی ہے

یاد رکھ لیں کہ دینی تحریکوں کی زندگی میں وہ وقت انتہائی کڑے امتحان کا ہے کہ جب وہ دینی تحریک سیاسی جدوجہد کا

آغاز کردیتی ہے۔ سیاسی جوش وخروش کا باب شروع ہوجائے تو اس وقت دین، مذہب، روحانیت، فکر، علم، اجتہاد، تصنیف و تالیف، دینی اداروں کا قیام، روحانی تربیت الغرض یہ سارے عوامل دب جاتے ہیں۔ جماعتوں کی تاریخ میں جب ان کا سیاسی کردار غالب ہوجاتا ہے تو ان کا تعلیمی، روحانی اور مذہبی کردار بتدریج کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، حتی کہ ختم ہوجاتا ہے۔ سیاست ایک ایسی چیز ہے جو بندے کو کھا جاتی ہے۔ اگر سیاست کا چسکا لگ جائے تو بندے کی میت بھی سیاست چاہتی ہے کہ اس کی میت اور جنازہ بھی سیاسی لیڈر کے طور پر اٹھے۔ یہ چسکا ایسا ہے کہ کچھ ملے یا نہ ملے مگر چسکا لگا رہتا ہے۔

وہ جماعتیں جو صرف سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں، ان کے لیے کوئی آزمائش نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ کچھ حاصل کریں یا نہ کریں، کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ وہ سیاست کے ساتھ بنیں، سیاست کے لیے بنیں، سیاست کے ساتھ زندہ ہیں، سیاست کے ساتھ ہی انھیں چلنا اور مرنا ہے اور ان کا جینا مرنا سیاست ہے۔ امتحان ان کے لیے ہوتا ہے جو ایک وقت میں دین کا پیغام بھی دے رہے ہیں اور سیاست کو دین کا حصہ سمجھ کر سیاسی جدوجہد بھی کررہے ہیں۔ اس بات کی تصدیق کے لیے پاکستان کے اندر بھی اور عالمی سطح پر بھی جماعتوں کی تاریخ کا جائزہ لے لیں، حقیقتِ حال واضح ہوجائے گی۔

عالمِ عرب میں جو تحریکیں دینی فکر، دین کے احیاء، تجدید اور لوگوں کے اعمال و احوال کی اصلاح کے لیے قائم ہوئیں اور دین کی شناخت کے ساتھ چلیں، انھوں نے اپنے اس سفر کے دوران اپنے ملک میں دین کو غلبہ دینے کے لیے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا تو جوں جوں سیاسی جدوجہد میں شب و روز مصروف کار ہوئیں، ان کا دینی کردار ختم ہوگیا۔ ان جماعتوں کی دینی فکر، دین کا تشخص، دین کی سرگرمیاں ختم ہوگئیں اور دین کے حوالے سے ان کے چشمے سوکھ گئے۔ اس لیے کہ سیاست شروع ہوجانے کے بعد دین اور مذہب کی سرگرمیاں زندہ ہی نہیں رہتیں۔ سیاسی جدوجہد کے اثرات اس حد تک ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے دینی ادارے (Institution) بند ہوجاتے ہیں۔ اس لیے کہ کارکن جب سیاست پر لگ جاتا ہے تو اس کا موڈ، مزاج اور طبیعت بدل جاتی ہے۔ سیاست کا مزاج ہی اور ہے۔ یہ پھنّے خانی، دبدبہ، دعویٰ، جاہ و جلال کا ذوق اور مزاج ہے جبکہ دین کا مزاج تواضع و انکساری ہے۔ دین نفیِ نفس کا مزاج ہے جبکہ سیاست پروانِ نفس کا مزاج ہے۔ گویا دو بالکل جداقسم کے مزاج ہیں۔ دینی کارکنان کی پہلے کسی اور مزاج اور انداز کی تربیت ہورہی ہوتی ہے مگر بابِ سیاست میں داخل ہونے کے بعد مزاج اور انداز بدل جاتا ہے۔

اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے عظیم سلطان جن کی بڑی خدمات ہیں اور جنھوں نے اسلام کو بڑا سیاسی تمکن دیا، اسلامی ریاست کو بنایا، پھیلایا، وسعت دی، شرق تا غرب دنیا میں سلطنتیں قائم کیں، ان ساروں کی زندگیاں خون میں لت پت ہیں۔ تخت کے لیے بھائی نے بھائی کو قتل کیا، باپ نے اولاد کو قتل کیا، اولاد نے باپ کو قتل کیا ہے۔ جہاں باہر دشمنوں کی جنگیں ہیں، وہاں اندر بھی جنگیں ہیں۔ خاندان میں جنگیں ہیں، سلطنتیں ٹکڑے ہوئی ہیں، یعنی تخت اور قتل ساتھ ساتھ چلتے ہیں، یہ تاریخ ہے۔ گویا سیاست کے دھندہ کا مزاج اور انداز یہ ہے کہ سیاست کسی دوسرے کو برداشت نہیں کرتی، اس نے اپنے آپ کو اوپر لے جانا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس نے تواضع اور انکساری دکھائی تو دوسرا اسے دبوچ کر ختم کردے گا۔ اس لیے کہ سیاست صحیح یا غلط مؤقف؛ ہر دو صورت میں سر اٹھا کر چلنے کا نام ہوتا ہے۔

اسی طرح سیاست میں حق لینا ہوتا ہے جبکہ دین حق دینا سکھاتا ہے۔ دین یہ سکھاتا ہے کہ دوسرا بڑا ہے اور میں چھوٹا ہوں جبکہ سیاست کہتی ہے کہ میں بڑا ہوں اور ہر کوئی مجھ سے چھوٹا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی و مذہبی فکر رکھنے والے جب میدان سیاست میں اترتے ہیں تو سیاست کے اس مزاج کی وجہ سے وہ دینی و مذہبی جدوجہد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہی اور ان کی دینی و مذہبی سرگرمیاں بھی آہستہ آہستہ دم توڑ جاتی ہے۔

احیاء و تجدید دین کی کوئی تحریک اگر مکمل طور پر سیاست میں داخل ہوجائے تو تحریکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ پھر ان جماعتوں اور تحریکوں کے اندر دین نہیں بچتا۔ صرف بوڑھے داڑھیوں والے لوگ نظر آتے ہیں جو گزرے ہوئے دور کی

پرانی یادگار کے طور پر دکھائی دیتے ہیں اور اس تحریک اور جماعت میں دین کی سرگرمیاں جدوجہد، اور زندہ اور تازہ رکھنے والی حیات موجود نہیں رہتی۔ وہ بس میوزیم میں رکھنے والی ایک چیز کی مانند ہوتے ہیں۔ ان میں حیاتِ نو نہیں رہتی، نئے لوگ شامل نہیں ہوتے، پرانے لوگ برقرار نہیں رہتے اور اس تحریک اور جماعت کا سارا مزاج بدل جاتا ہے۔ اگر یہاں پنجابی لفظ استعمال کروں تو ان لوگوں کو ''ٹھرکی'' کہا جاسکتا ہے۔ ٹھرکی ایک اصطلاح ہے جو اُن لوگوں کے لیے استعمال ہوتی تھی جو سونا بنانے کی کوشش کرتے کرتے بڑھاپے میں چلے گئے۔ جن کی ساری زندگی سونا بنانے میں گزر جاتی تھی مگر ان سے سونا بنتا کبھی بھی نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ یہ کہتے دکھائی دیتے کہ ''بس انیس بیس کا فرق رہ گیا تھا، بالکل بنتے بنتے رہ گیا۔'' اس کے بعد پھر وہ دوبارہ سونا بنانے کی مہم شروع کردیتے تھے۔ یہ لوگ کبھی پیچھے نہ ہٹتے، سرنڈر نہ کرتے۔ اس لیے کہ چسکا ایک ایسی چیز ہے کہ اگر یہ ختم ہوجائے تو بندے میں تازگی نہیں رہتی۔

بتانا مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ہو جس کے اندر جوش، جذبہ، امید قائم و دائم رہے تو بندہ اس کے اندر حرکت کرتا رہتا ہے، تگ و دو کرتا رہتا ہے مگر جس کی امید ختم ہوجائے تو وہ جھڑ جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز لے لیں جب ہم امید ختم کرتے ہیں تو وہ کام ختم ہوجاتا ہے۔ پس جب دینی لوگ سیاست میں داخل ہوجاتے ہیں تو دینی، مذہبی، روحانی، اخلاقی، تعلیمی، فکری، تدریسی سرگرمیاں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ برائے نام دینی رہ جاتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ سیاست بھی نہیں آتی اور دین بھی اُن کی سرگرمیوں کا مرکز و محور نہیں رہتا۔

ہماری تحریک بھی ایک دینی تحریک ہے، جس کی پوری دنیا میں تجدید دین، احیائے اسلام اور اصلاحِ احوال کے لحاظ سے ایک پہچان ہے۔ ہم نے بھی سیاسی دور شروع کیا، مختلف ادوار سے گزرے، بڑے عروج پر گئے، بڑے بڑے عجیب مراحل سے بھی گزرے، ہماری دینی، روحانی اور اخلاقی سرگرمیوں میں سے کبھی ایک چیز غالب آگئی اور کبھی دوسری چیز نے غلبہ حاصل کرلیا، مگر اللہ رب العزت کا تحریک منہاج القرآن پر کرم اور فضل و انعام کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ ہم نے اڑھائی دہائیوں (25 سال) پر محیط سیاسی جدوجہد کی مگر ہماری تحریک، تحریک منہاج القرآن کا دینی، علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تشخص کا ایک چشمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خشک نہیں ہونے دیا۔ ہماری دینی اور مذہبی جدوجہد بند نہیں ہوگئی۔ ہمارے کام کا ایک دروازہ بھی اللہ تعالیٰ نے بند نہیں ہونے دیا۔ کبھی ہم تصور کرسکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام اور اس کی کتنی بڑی تائید و توفیق ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ اس نے اس تحریک کو زندہ رکھنا تھا، پوری صدی کی تجدید اور دین کا احیاء تحریک منہاج القرآن سے اللہ تعالیٰ نے کرانا ہے۔ اگر اس کے چشمے سوکھ جاتے تو تجدید و احیاء کا یہ کام کیسے ممکن ہوتا۔

2014ء کے دھرنے کے بعد جب ہم اپنی دینی، روحانی، اخلاقی اور اصلاحی سرگرمیوں کی طرف پلٹ کر آئے تو out dated یا Expire نہیں ہوگئے تھے بلکہ ہماری بنیاد قائم و دائم تھی۔ ہم نے اپنا سفر پھر وہیں سے شروع کیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔

(۲) 2014ء کے بعد تحریک کے ہر شعبہ نے اپنے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالے

2014ء کے بعد آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اس سوال کے جواب کا دوسرا زاویہ بھی حیران کن اور تعجب انگیز ہے۔ یاد رکھیں کہ ہم جس عروج تک پہنچے کہ مینار پاکستان پر تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ، 2013ء کا دھرنا، 2014ء میں شہادتیں، استقامت، 2014ء کا دھرنا، قومی اور بین الاقوامی حالات موافق نہ ہونے کے باوجود جدوجہد کا جاری رہنا، یہ سب فضلِ خداوندی ہے۔ اس لیے کہ دین کو غالب نہ دیکھنے والی قوتوں کے ہتھکنڈے، بڑی بڑی رکاوٹیں اور طاقتیں جب تحریکوں کی راہ میں حائل ہوجائیں اور منزل تک نہ پہنچنے دیں تو ایسے مرحلے پر عام طور پر تحریکیں زندہ نہیں رہتیں بلکہ ختم ہوجاتی ہیں۔

ہماری جدوجہد کے دوران قوم کا کیا کردار تھا؟ یہ ایک الگ مضمون ہے مگر ہم اپنی جدوجہد کے دوران عروج تک

گئے۔ بین الاقوامی سطح تک تمام نظریں ہم پر تھیں۔ 2014ء کے دھرنے کے بعد جب ہم پلٹ کر آئے تو لوگوں کی ایک امید ختم ہوگئی اور فوری طور پر وہ منزل جس کے لیے ہم گئے تھے، ہمیں نہیں ملی تو ان حالات میں عام طور پر تحریکیں زندہ نہیں رہتیں۔ کوئی کارکن؛ کارکن نہیں رہتا، نظریہ ختم ہوجاتا ہے، تنظیمیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ کارکنان کو دوبارہ بلائیں تو پلٹ کر کوئی نہیں آتا چونکہ انھیں بڑے زور و شور کے ساتھ چوبیس سال ایک سیاسی جدوجہد کے مل گئے تھے، لہذا ان پر یہ ذوق غالب آگیا تھا اور اب وہ سمجھتے تھے کہ اس کے بعد اب کیا کرنا ہے۔ قوم اور عوام کے ساتھ نہ دینے اور باہر نکل کر اپنا کردار ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ لوگ جو میدان میں نکلتے ہیں، ان کے حوصلے بھی پست ہوجاتے ہیں اور ہمتیں شکست کھا جاتی ہیں۔

ان حالات میں لوگ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے بلکہ منہ چھپاتے پھرتے ہیں، دوبارہ بلانے اور دعوت دینے کے قابل نہیں رہتے، پوچھتے ہیں کہ اب کس چیز کی دعوت؟ تنظیموں اور کارکنان کے اندر جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، تفرقہ شروع ہوجاتا ہے، الزامات، تہمتیں، دھڑے بندیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ مخالفت اور موافقت کا ایک نیا بحران شروع ہوجاتا ہے اور ایسا ہونا بالکل نیچرل ہے۔ اس لیے کہ بیس چوبیس سال یہ مزاج مسلسل ملا رہا اور غالب رہا، لامحالہ وہ تحریک ختم ہوجاتی ہے۔

اندازہ کریں کہ ہم اس دور اور ان حالات سے گزرے مگر رب کریم نے ہماری تحریک کو مرنے نہیں دیا بلکہ زندہ رکھا۔ یہ اللہ رب العزت کی کمال قدرت کا نمونہ ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے معجزات کے تسلسل میں سے ایک زندہ معجزہ ہے اور انسانی عقل اس کو باور نہیں کرسکتی۔

دھرنے سے واپس پلٹے تو ہمارا ہر بندہ Expire ہوگیا تھا۔ کسی غریب کے پاس زرِ رفاقت دینے کا بھی پیسہ نہ بچا، اس لیے کہ ان کے روزگار، نوکریاں، کاروبار ختم ہوگئے تھے۔ پائی پائی لوگوں نے ایک مقصد کے لیے لگادیں، جانیں تک قربان کردیں، کچھ پاس نہ بچا، حتی کہ یہ حالات ہوگئے کہ زرِ رفاقت آنا تقریباً بند ہوگیا۔

حتی کہ جب 2014ء کے بعد 16-2015ء میں اعتکاف آیا تو اس اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے پاس سحری و افطاری کے لیے دی جانے والی رقم تک نہ تھی۔ ان حالات میں ہم نے چاہا کہ لوگوں کی روحانی تربیت کا عمل نہ ٹوٹے، لہذا مرکز نے اکثریت کے لیے سحری و افطاری کا اہتمام اپنے طور پر کیا اور کچھ لوگوں نے اپنی بساط کے مطابق سحری افطاری کا خرچہ دیا۔

المختصر یہ کہ 2014ء کے بعد دو سال 16-2015ء میں وسائل اور تنظیمی یکجہتی کے اعتبار سے اور استقامت اور موافقت کے اعتبار سے ہم بالکل زمین پر آگئے۔ بڑے مشکل حالات تھے۔ ان دو سالوں میں مرکز، تنظیمات اور رفقاء و کارکنان نے جاری منصوبہ جات کو دوبارہ مستحکم کیا، بحال کیا اور پھر یہ ایسا بحال ہوئے کہ 2017ء تا 2021ء ان پانچ سالوں میں تحریک کے ہر شعبہ میں ہر سال بتدریج ترقی اور ارتقاء ہوتا چلا گیا اور موجودہ سال 2021ء میں تحریک ہر جہت، ہر شعبے اور ہر میدان میں ہر پیمانے اور ہر معیار پر اس قدر روبہ ترقی ہے کہ ہماری تحریک کے چالیس سال کا کوئی ایک زمانہ اس زمانے کی ترقی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اللہ رب العزت کی قدرت، اس کے انعام، فضل، اکرام، توفیق اور اس کی مدد و نصرت کا اس سے بڑھ کر اور نمونہ کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی تائید نے ایک لمحہ کے لیے بھی اس مشن کو نہیں چھوڑا اور تحریک منہاج القرآن ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم نہیں رہی۔

جن حالات کا سامنا تحریک منہاج القرآن کو رہا، ان حالات میں عام طور پر تحریکیں باقی نہیں رہتیں بلکہ ختم ہوجاتی ہیں۔ لوگ سلامتی کے ساتھ واپس نہیں پلٹتے اور اگر کوئی برائے نام بچ بھی جائے تو اس کے بعد وہ تحریک، جماعت یا تنظیم ایک میوزیم میں رکھے جانے والی چیز کی طرح برائے نام وجود کے ساتھ زندہ رہتی ہے۔ اس کے اندر ایک فریش زندگی اور عروج پر جانے کی استعداد، صلاحیت اور قوت نہیں رہتی۔ وہ مشکل سے اپنا گزارا کرتی ہے اور ایک رسمی سی جماعت کے طور پر زندہ رہتی ہے۔ میرے مطالعہ، تجزیہ اور مشاہدہ میں کسی ایسی تحریک، جماعت یا تنظیم کی مثال نہیں ہے کہ اِن حالات کے بعد بھی اس تحریک اور جماعت کے کارکنان کے اندر وہ توانائی، جوانی

اور شباب آجائے، ہر شعبہ میں عروج اور ترقی ہو اور کارکن کا جذبہ اور جوش و خروش کم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تحریک منہاج القرآن پر ایسا کرم کیا کہ ایسے مراحل سے گزار کر نہ صرف اسے زندہ رکھا بلکہ عروج پر پہنچادیا اور عروج پر ایسا پہنچایا کہ صرف دو سال 16-2015ء ایک بحران میں گزرے اور ایسا ہونا نیچرل تھا مگر اس کے بعد مسلسل آج تک تحریک ہر جہت اور شعبہ میں مسلسل عروج کی جانب گامزن ہے۔

اس ترقی اور عروج کی جانب سفر کا کریڈٹ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، تحریک کے جملہ نائب ناظمین اعلیٰ، جملہ فورمز کے عہدیداران اور شعبہ جات کے سربراہان کو جاتا ہے کہ انھوں نے انتہائی قلیل وقت یعنی صرف دو سال میں ایک نئے تنظیمی ڈھانچے کو قائم کرکے تحریک کو اس بحران سے نکالا اور صوبہ جات کو زونز میں تبدیل کرکے تنظیمی استحکام کو ممکن بنایا۔

ان مشکل حالت میں مرکزی قائدین کے ساتھ ساتھ تحریک کے جملہ فورمز کے کارکنان اور رفقاء حتی کہ ویمن لیگ کی بیٹیوں نے بھی صبر، استقامت اور جہدِ مسلسل کا دامن تھامے رکھا۔ جملہ رفقاء و کارکنان کی استقامت، کرامت اور عظمت کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ جب حالات نارمل تھے، اس وقت بھی ساتھ تھے اور اپنے تمام وسائل اور توانائیاں صرف کررہے تھے مگر ان کی عظمت اور استقامت اس وقت عروج پر نظر آتی ہے جب سترہ جون کی رات قربانیاں دیتے ہیں اور پھر بعد ازاں ناموافق حالات اور حد سے زیادہ مشکلات کے باوجود 72 دن دھرنے میں گزارتے ہیں مگر ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی۔

مزید یہ کہ جب وہ منزل فوری طور پر نہ ملے، جس کا نعرہ لگایا تھا اور اپنے پرائے سب طعنے دیں کہ کیا کرکے آئے ہو؟ تو اِن حالات میں حوصلہ ختم ہوجاتا ہے، باتوں کو سننے کی ہمت نہیں رہتی، کسی کا سامنا نہیں کرسکتے، سراسر موت کی کیفیت ہوتی ہے، وہ تازگی نہیں رہتی کہ قوت و اعتماد کے ساتھ باہر نکلیں اور دعوت دیں مگر اس دور میں بھی تمام قائدین، کارکنان اور ذمہ داران نے اپنا کردار ادا کیا۔

اتنے مراحل سے گزر کر آج پھر ہماری یہ پوزیشن ہوگئی ہے کہ الحمدللہ تعالیٰ پاکستان میں سب سے زیادہ مکرم و معتمد ہمارے کارکن ہیں۔ آج ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ’’آپ سچ کہتے تھے‘‘۔ جو طعنے دیتے تھے، وہ بھی کہتے ہیں کہ ’’آپ ہی سچ کہتے تھے۔ اس نظام کو بدلے بغیر ملک کی کوئی خیر نہیں ہوگی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت برقرار رکھی، ہمارا مقام، مرتبہ، اعتبار، اعتماد اور قوت آج پہلے سے کئی بڑھ کر ہے۔ کئی لوگ پھسل کر بکھر گئے اور ’’تبدیلی‘‘ کے لیے گئے، اب انھیں بھی ’’تبدیلی‘‘ کی سمجھ آچکی ہوگی۔

ہم استقامت کے ساتھ بڑھتے رہے، صفر سے اٹھے اور دو سال میں گری ہوئی عمارت کو پھر دوبارہ سے تعمیر کیا، بحال کیا، تنظیموں کی تشکیل نو کی، ان کے اندر کے اختلافات ختم کیے، دھڑے بندیاں ختم کیں، ان کو جوڑا، عزم دیا، پروگرام دیئے، پیغام دیئے، مرکز سے لے کر صوبہ، ڈویژن، ضلع، تحصیل، یوسی الغرض ہر جگہ ان کے اعتماد کو بحال کیا اور سرگرمیاں زور و شور سے چلیں۔ قائدین اور کارکنان کی اس ان تھک جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہم ہر حوالے سے تحریک کی 41 سال کی تاریخ کے بلند ترین مقام پر ہیں۔

تحریک کی کارکردگی کو جانچنے کے پیمانے

پوری دنیا میں ہمارے دو قسم کے رفقاء ہیں:

ا۔ رفقاء کی ایک قسم وہ ہے جو مرکز کے ساتھ جڑے رہتے ہیں اور اتنا جڑے رہتے ہیں کہ تمام حقیقی معلومات ان کو میسر ہوتی ہیں۔ یہ رفقاء مرکز پر آنا جانا رکھتے ہیں، معلومات لیتے ہیں اور کام میں خود Involve ہوتے ہیں، اِن معلومات کی وجہ سے وہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ ہم کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ چند سال پہلے کہاں تھے؟ دھرنے کے بعد حالات کیا تھے؟ اگلے سال کیا ہوا، اس سے اگلے سال کیا ہوا اور آج کیا حالات ہیں؟ الغرض جو لوگ جڑے رہتے ہیں، انہیں معلومات ملتی رہتی ہیں۔

۲۔ دوسری قسم ایسے رفقاء و اراکین کی ہے کہ جو براہِ راست تنظیمی ذمہ داریوں میں Involve نہیں ہوتے، اس وجہ سے معلومات تک ان کی براہِ راست رسائی نہیں ہوتی۔ مرکز سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ مرکز آنا جانا رہتا ہے کہ ناظم اعلیٰ آفس، ممبر

شپ دفتر یا دیگر ان دفاتر سے معلومات لیں، جہاں صحیح اور دستاویزی معلومات دستیاب ہیں کہ تنظیمی سٹرکچر کتنا ہے؟ کہاں تنظیمیں بن چکی ہیں؟ ان کے ضلع اور تحصیل میں کتنے رفقاء ہیں؟ زرِ رفاقت کیا آرہا ہے؟ لائف ممبر شپ کتنی ہے؟ اجتماعات کتنے ہورہے ہیں؟ دعوت بذریعہ سوشل میڈیا کتنی ہورہی ہے؟ کتنے لوگ نئے ممبر بن رہے ہیں؟ کتنے حلقاتِ درود ہورہے ہیں؟ نظامتِ دعوت و تربیت کیا سرگرمیاں اور کورسز جاری رکھے ہوئے ہے؟ یعنی تحریکی سرگرمیوں کی تعداد اور نوعیت کیا ہے؟ ان رفقاء کو اس حوالے سے معلومات نہیں ہوتیں۔ صرف دور بیٹھے ہوتے ہیں، تعلق بھی کوئی نہیں اور اپنے خیالات میں تحریک کی ایک تصویر بنا رکھی ہے۔ اگر مرکز کے ساتھ یا تنظیم کے کسی بندے کے ساتھ ان کو کسی وجہ سے غصہ، ناراضگی، دل شکستگی، نفرت اور غیض و غضب ہے تو پھر تو لازمی بات ہے کہ انھیں دن بھی رات نظر آئے گا۔

سمجھانا مقصود یہ ہے کہ مرکز سے تعلق نہ ہونے کے سبب یہ لوگ بے خبر ہوتے ہیں اور اس بے خبری میں کوئی بھی آدمی انھیں تحریک کا کوئی غلط تاثر دینا چاہتا ہو تو وہ اسے قبول کرلیتے ہیں۔

میں دنیا بھر کے تنظیمی ذمہ داریوں پر فائز کارکنان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریک پہلے کہاں تھی؟ آج کہاں ہے؟ کس رخ پر جارہی ہے؟ اس حوالے سے حق اور سچ پر مبنی معلومات لینی ہوں تو مرکز آکر دو، چار دن قیام کریں۔ ایک ایک دفتر کا Visit کریں، اپنے اضلاع، تحصیلوں کے سالہا سال کے ریکارڈز دیکھیں اور پھر اِن ریکارڈز کا موازنہ کریں۔ آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ تحریک کس جانب گامزن ہے۔ مرکز کے لوگوں کو میری ہدایات ہیں کہ وہ کسی بھی تنظیمی ذمہ دار سے اس کے ضلع یا تحصیل یا علاقے کا ریکارڈ نہیں چھپا سکتے۔

یاد رکھیں! کسی چیز کو پرکھنے کے لیے اپنی ذاتی خواہش اور اپنا من گھڑت اور خود ساختہ خیال پیمانہ نہیں ہوتا بلکہ پیمانہ زمینی حقائق ہوتے ہیں اور زمینی حقائق کا ادراک ہوتا ہے۔ جب رفقاء و کارکنان اور ذمہ داران تحریک کے آفیشل پلیٹ فارم سے حقائق حاصل کریں گے اور زمینی حقائق کا ادراک کریں گے تو پتہ چل جائے گا کہ اللہ کی کتنی مدد و نصرت اس تحریک کے ساتھ ہے۔

☆ تحریک کی پروگریس جاننے کا ایک پیمانہ اس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی تقریبات بھی ہیں۔ مثلاً: انسائیکلو پیڈیا آف قرآن کی تقریبات، میلاد تقریبات، ماہانہ دروس قرآن، نظامتِ تربیت کے زیر اہتمام ہونے والے کورسز، محرم الحرام کی تقریبات، قائد ڈے تقریبات وغیرہ، یہ تمام تقریبات بھی ایک پیمانہ ہیں کہ پچھلے سالوں میں تحریک کے زیرِ اہتمام اِن تقریبات کی تعداد کتنی تھی اور آج کیا ہے؟

☆ اسی طرح تحریک کی کارکردگی اور ترقی کو جاننے کا ایک پیمانہ تحریک کے مختلف فورمز بھی ہیں۔ یوتھ لیگ، MSM، ویمن لیگ، علماء کونسل کے زیر اہتمام جاری سرگرمیاں اور ان کے ذریعے آنے والی لائف ممبر شپ اور زرِ رفاقت میں اضافہ تو ہو ہی رہا ہے حتی کہ پاکستان عوامی تحریک بھی روز افزوں ترقی کی جانب گامزن ہے۔ میں نے PAT سے عملاً استعفیٰ دے دیا ہے، ان کے پروگرامز میں نہ میں شرکت کرتا ہوں اور نہ ہی ڈاکٹر حسن محی الدین اور ڈاکٹر حسین محی الدین جاتے ہیں مگر یہ فورم بھی روبہ ترقی ہے۔ PAT کے اندر کام کرنے والوں میں ایمان اور صدق و اخلاص کی Motivation ہے۔ وہ ان شاء اللہ ان کو اور آگے لے کر چلے گی۔ ہر ضلع اور تحصیل میں ان کی سرگرمیاں ہورہی ہیں۔ اس کے اندر ایک تسلسل ہے اور ان کے اجتماعات ہورہے ہیں۔

☆ اسی طرح زرِ رفاقت اور لائف ممبر شپ بھی ایک پیمانہ ہے کہ اگر اِن میں اضافہ ہورہا ہے تو یقیناً اس کا معنی یہ ہے کہ تحریک بلندی اور ترقی کی جانب گامزن ہے۔ مثلاً: تحریک کے گزشتہ سالوں کے زرِ رفاقت اور لائف ممبر شپ کو ہی دیکھا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ 2015-16ء کے بعد 2017ء سے 2021ء تک ہر سال ہم روبہ ترقی رہے۔ زرِ رفاقت کے اعتبار سے 2019ء پچھلے سالوں کی نسبت نہایت بلند تھا اور پھر 2020ء میں زرِ رفاقت و رکنیت 2019ء کی نسبت تین گنا زیادہ ہوگیا۔ اتنا ہائی مارجن ہماری تحریک کے چالیس سالوں میں کبھی اکٹھے دو تین سالوں میں نہیں آیا۔

2020ء ہمارے عروج کا دور تھا، تصور یہ تھا کہ اس سے آگے

نہیں جاسکیں گے لیکن اگر 2021ء کا عدد دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ 2020ء کے مقابلے میں تقریباً دوگنا زیادہ زرِ رفاقت اور لائف ممبر شپ حاصل ہوئی۔ یعنی پورے چالیس سال کا ریکارڈ ٹوٹ گیا۔

یہ سب کارکنان کی جدوجہد کا نتیجہ ہے، یہ کارکنان و رفقاء کو حاصل اعتماد ہے جو لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی اور اس تحریک کے ذریعے تجدید و احیاء کے کام کو آگے بڑھایا۔ لوگ اپنے ایمان کی حفاظت، ظاہر و باطن کے احوال کو سنوارنے اور عقائد کے تحفظ کے لیے منہاج القرآن کی رفاقت کی عظیم لڑی میں اپنے آپ کو پرو رہے ہیں۔ ہر آئے روز اس مشن کے ساتھ لوگوں کی اس قدر وابستگی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں پر اس مشن کی حقانیت اور صداقت آشکار ہورہی ہے۔ اس تحریک پر دن بہ دن لوگوں کا اعتماد بڑھتا جارہا ہے اور رفقاء و کارکنان کے لیے کام کے مزید مواقع اور ماحول پیدا ہورہا ہے۔

لوگوں کے اندر اس تحریک کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا مطلب یہ ہے کہ اس صدی میں تجدید اور احیائے اسلام کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے ہمیں دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرٹیفیکیٹ ہے۔ ہر آن کامیابی اور ترقی کی منازل طے کرنا اور لوگوں کا ہماری دعوت کو قبول کرنا شہادتِ الٰہیہ ہے کہ ہم حق اور سچ پر ہیں اور صحیح راہ پر چل رہے ہیں۔ ہر جگہ اور ہر پروگرام میں نوجوانوں کی کثرت جس طرح 80ء کے زمانے میں آتی تھی، آج بھی اسی طرح آرہی ہے۔ ہمہ وقت اس تازگی کا میسر رہنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہی تو تجدید و احیاء کی سچی تحریک ہے، یہ حق پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ہے۔

اس عظیم کامیابی میں جملہ فورمز، نظامتوں، شعبہ جات، تنظیمات اور کارکنان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جملہ تنظیمات میں سے ہر ایک تنظیم نے اپنے سابقہ ریکارڈز توڑے اور لوگوں کو تحریک کے ساتھ ایک کثیر تعداد میں وابستہ کیا ہے۔

تحریک کے مزید فروغ کے لیے عملی اقدامات اور ہدایات

تحریک منہاج القرآن کی دعوت کے مزید فروغ کے لیے تمام تنظیمات، رفقاء اور کارکنان درج ذیل ہدایات پر دل وجاں سے عمل پیرا ہوں:

(ا) تحریک کی بقاء اور کامیابی کا راز ''کتاب'' اور ''خطاب'' سے تعلق میں پوشیدہ ہے

تمام رفقاء اور کارکنان کے لیے لازم ہے کہ وہ روزانہ خطاب سنیں۔ یاد رکھیں کہ روزانہ خطاب سننے یا کتاب پڑھنے سے ہدایت کا عمل تازہ (Refresh) رہتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ. (الغاشیه،۸۸:۲۱)

''پس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں''۔

اس کو تذکیر کہتے ہیں۔ تذکیر سے تذکر پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو چیز یاد رہتی ہے۔ کوئی یاد کراتا رہے تو یاد رہتی ہے اور اگر یاد کرانے کا عمل ختم ہوجائے تو یاد رہنا خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت مع ترجمہ و مفہوم روزانہ کریں۔ حدیث مبارک کا کوئی سبق اپنی کتب سے روزانہ کچھ پڑھیں اور روزانہ خطاب سنیں۔ اس سے صحبت اور تربیت ملتی ہے۔ اس خطاب اور کتاب کے ذریعے لوگ دین اور اصل سے جڑے رہتے ہیں۔ امام غزالی کے زمانہ میں المدرسہ النظامیہ میں دو لاکھ کتابوں پر مشتمل مرکزی لائبریری تھی اور ایک لاکھ کتابیں مرکزی خزانۃ الکتب (سرکاری لائبریری) میں تھیں۔ ایک عام آدمی کو ایک وقت میں دس کتابیں تک ایشو کروانے کی اجازت تھی۔ طلبہ کو بیس کتب تک ایشو کروانے کی اجازت تھی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب یورپ میں سوائے بائبل کے کسی اور کتاب کو کھولنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ کتاب کو چھو نہیں سکتے تھے۔ جبکہ دوسری طرف اصفہان میں سلجوقی سلطنت کے زیر انتظام ایک عام آدمی کو بھی دس تک کتابیں ایشو کروانے کی اجازت تھی۔ گویا پہلی نسلیں کتاب کے ساتھ جڑی رہتی تھیں اور اس وجہ سے ان کے ایمان بچتے تھے۔

اسی طرح جگہ جگہ اکابرینِ امت کے حلقات قائم تھے۔ کچھ لوگ کتاب سے جڑ کر اپنے ایمان کو بچاتے اور کچھ لوگ حلقات میں جاکر خطاب سنتے، اس سے انھیں اپنے سوالات کے جواب ملتے اور ان کے ایمان کو تازگی ملتی رہتی۔

خطاب اور کتاب کی وجہ سے ان لوگوں کو استقامت ملتی، الجھنوں کا حل ملتا،نفس اور شیطان کے حملوں کے دفاع کے طریقے سیکھتے اور ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔اس طرح امت کتاب اور خطاب کے ساتھ ہمیشہ متمسک رہی۔

تحریک منہاج القرآن کی بقاء اس کی کامیابی اور قوت؛ کتاب اور خطاب سے وابستہ رہنے میں ہے۔ جب تحریک منہاج القرآن کا آغاز ہوا، اس وقت آڈیو اور ویڈیو کیسٹ ہوتی تھیں، رفقاء و کارکنان وی سی آر اور TV اٹھا کر قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، بستی بستی جاتے اور لوگوں کو جمع کرکے خطاب سناتے۔ اسی خطاب کے ذریعے مشن کا پیغام پھیلا ہے، اسی خطاب نے کارکنان کو مضبوط کیا ہے اور انھیں علمی، فکری، نظریاتی اور روحانی پختگی و اعتماد دیا ہے۔ اس خطاب اور کتاب کے وسیلے سے ہمارے لاکھوں مقرر پیدا ہوگئے ہیں، حتی کہ ہمارے بچے بھی مقرر ہیں، کوئی ادارہ بھی مقررین کی اتنی بڑی تعداد پیدا کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ خطاب اور کتاب کے ذریعے کارکنان کو قوت میسر آتی ہے، ان میں اعتماد آتا ہے، ان کا اعتقاد پختہ ہوتا ہے اور نفس اور شیطان کے شر کو روکنے کے طریقے ملتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ آج کتاب اور خطاب کی صورت میں دو طرح کی صحبتیں میسر ہیں۔ سننے اور پڑھنے کے ذریعے تربیت کا ساماں ہوتا ہے۔ لہذا خطاب اور کتاب کے ساتھ اپنا تعلق کبھی ٹوٹنے نہ دیں، خواہ پڑھتے اور سنتے کتنا ہی عرصہ کیوں نہ بیت جائے۔

مشن سے طویل عرصہ وابستگی کا مطلب اپنی تعلیم وتربیت کے اہتمام سے ماوراء ہوجانا نہیں ہے

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے چونکہ تحریک کی طویل عرصہ خدمت کی ہے، لہذا اب ہم سننے اور پڑھنے سے ماوراء ہوگئے ہیں۔ یاد رکھیں! یہ نفس کی مکاریوں میں سے ایک مکاری ہے، نفس کے عیوب میں سے بہت بڑا عیب ہے کہ نیکی، صحبت، پرہیزگاری اور دین کی خدمت میں جتنا زیادہ وقت گزرتا ہے، نفس اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھنے لگ جاتا ہے کہ ''اب مجھ پر شیطان کا حملہ نہیں ہوسکتا، میں مامون ہوں کیونکہ میں نے اتنا عرصہ تحریک کی خدمت کی ہے، فلاں فلاں عہدے پر رہا ہوں، میں اتنا بڑا لیڈر رہا ہوں، اتنا زمانہ گزارا ہے۔'' یاد رکھ لیں کہ طویل زمانہ کسی منصب پر فائز رہنے سے نفس کے حملے اور شیطان کے شر کبھی ختم نہیں ہوتے۔ جتنا عہدہ، منصب، ذمہ داری بڑی ہوتی ہے، جتنا زیادہ زمانہ گزارتے ہیں، جتنی زیادہ پختگی آتی ہے، نفس اور شیطان کا حملہ اسی قدر سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کو جتنا زمانہ گزر گیا، اس پر شیطان اتنے ہی چھپے راستوں سے حملہ کرتا ہے۔ ان چھپے راستوں میں سے ایک راستہ یہ ہے کہ وہ بندے کو بے فکر کردیتا ہے۔ وہ بندہ اوروں کی فکر تو کرتا ہے مگر اپنی فکر چھوڑ دیتا ہے۔ جب بندہ بے فکر ہوجائے اور اپنا سونا، مال، زر، دولت بغیر حفاظت کے اہتمام کے یونہی گھر کے اندر رکھ کر چلا جائے تو اس پر چور حملہ کرتے ہیں۔ جو آدمی فکر مند ہوتے ہیں اور حفاظت کرنے کا اہتمام کرتے ہیں تو وہاں چور کامیاب نہیں ہوتا۔ چور وہیں کامیاب ہوتا ہے جہاں بے فکری سرزد ہوتی ہے۔

یاد رکھ لیں مشن کی بہت بڑی ذمہ داریوں پر رہنے سے کبھی شیطان کے شر کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ وہ اُسی طرح کھلا رہتا ہے جیسے اس عام شخص کے لیے جو ایک دن بھی عہدے پر نہیں رہا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت حملہ عہدیدار پر ہوتا ہے۔ نفس اور شیطان کے مکر سے کبھی اپنے آپ کو مامون نہ سمجھیں۔ ہر وقت اپنی حفاظت کا اہتمام کرتے رہیں، تذکیر اور تذکر کا عمل کرتے رہیں اور اخلاص کے حصول کے لیے ہمیشہ مجاہدہ کرتے رہیں۔ جب بھی غفلت آئے گی تو اس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں سامنے آئے گا۔

اس کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر بیس، پچیس، تیس، چالیس سال نمازیں پڑھیں اور ایک نماز بھی نہ چھوڑیں تو چالیس سال نمازیں پڑھنے کا کیا مطلب ہے کہ اب اس کے بعد بے فکر ہوجائیں اور نماز چھوڑ دیں؟ کیا پچھلے چالیس سال کی نمازیں ہماری مستقبل کی غفلت کی تلافی کردیں گی؟ نہیں بلکہ ہر روز کا حساب الگ ہے۔ پچھلے چالیس سال کی نمازیں تب کام آئیں گی کہ آگے بھی یہ تسلسل برقرار رہے۔ یہ نہیں

ہوسکتا کہ پچھلے چالیس سال کی نمازیں اگلی کمی کو پورا کرنے کے لیے آجائیں۔ اسی طرح چالیس سال کے روزے اگلے رمضان کے جان بوجھ کے چھوڑ دیئے گئے روزوں کی تلافی کرنے کے لیے نہیں آئیں گے۔ چالیس سال کا تقویٰ، آئندہ تقویٰ کے خلاف عمل، فتنہ و فساد، حسد، بغض، عناد، پلیدی اور نافرمانی کی تلافی نہیں کرے گا۔ لہذا تقویٰ، پرہیزگاری، نفس اور شیطان کے حملے سے بچاؤ کے لیے اعمالِ صالحہ اور تربیت کا ساماں کرنے میں مرتے دم تک تسلسل رہے تو آخرت اچھی ہوگی۔ جس دم غفلت ہوئی، اسی دم بندے کی ہلاکت ہوجائے گی۔ اپنے آپ کو مامون سمجھنے کا گھمنڈ بندے کو مار دیتا ہے۔ کُل اولیاء، صوفیاء اور عارفین کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے۔

پس ہر روز خطاب سنیں اور ہر روز کتاب پڑھیں، یہ تسلسل رہنا چاہیے۔ اس سے شرِ نفس اور شر شیطان سے آگاہی رہے گی اور بچنے کی تدبیریں ملتی رہیں گی اور غفلت کے پردے اٹھیں گے۔ ہر روز آدھا گھنٹہ ہی خطاب سن لیں مگر ایک تسلسل سے سنتے رہیں، اپنے آپ کو اس عمل سے منقطع نہ کریں اس لیے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ ایک لمحہ بھی غفلت کا آیا تو پچھلے سو سال کی اطاعت برباد ہوجائے گی۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ہر وقت بیدار رہنے کی ضرورت ہے اور ہر وقت اپنے نفس کا چوکیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ دروازے پر چوکیدار بن کر کھڑے ہوں تو ڈاکو، چور حملہ کرنے اور چیزیں چرانے کے لیے نہیں آئے گا مگر جس رات وہ دیکھے گا کہ آج رات چوکیدار سوگیا ہے، اسی رات وہ کود کر اندر چلا جائے گا۔ اگر رات کو جاگ کر سالہا سال چوکیداری کی ہے تو کیا وہ اس غفلت والی رات کی تلافی کردے گی؟ کیا اس غفلت والی رات کے لیے سالہا سال کی چوکیداری دفاع بن کر کھڑی ہوجائے گی؟ نہیں، بلکہ غفلت پچھلی بیداریوں کی محنت کو بھی تباہ کردے گی۔ لہذا کبھی یہ گھمنڈ نہ آئے کہ ہم نے بہت پڑھ اور سن لیا ہے، لہذا اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

(۲) جدوجہد میں تسلسل برقرار رکھیں

خطاب اور کتاب سے تعلق کے ساتھ ساتھ دوسری نصیحت اور ہدایت یہ ہے کہ کبھی اپنی محنت اور جدوجہد میں کمی نہ آنے دیں۔ جس طرح تمام رفقاء و کارکنان کی کاوشوں کی بدولت تحریک ہر آئے سال ہر حوالے سے پچھلے ریکارڈ توڑتے چلی آرہی ہے، آئندہ بھی یہ تسلسل برقرار رہے۔ ریکارڈ توڑنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تگ و دو میں کمی، سستی اور غفلت نہ آئے اور ہم آگے بڑھتے چلے جائیں۔ لہذا تحریک کی رفاقت کی دعوت عام کریں، ہر طبقہ زندگی کے لوگوں کو دعوت دیں، دعوت کی نئی حکمت عملی اپنائیں اور دعوت کے لیے سوشل میڈیا سمیت ہر ذریعہ اختیار کریں۔

جتنے کام کریں، ہر سال اس عدد کو دوگنا کریں۔ ہر سال چیلنج کا سال ہے۔ جوں جوں عمر گزرے، عمل بڑھتے جائیں، جوں جوں عمر گزرے، حال بہتر ہوتا جائے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى.

”اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے۔“ (الضحی، ۹۳: ۴)

یہ آقا ﷺ کی شان ہے اور یہی شان حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے اخیار کے لیے ہے۔ یہ قرآن مجید کا قاعدہ ہے۔ اس رُو سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آخرت؛ پہلی زندگی سے بہتر ہوگی، بعد کا دن؛ پہلے دن سے بہتر ہوگا۔ صوفیاء اور اولیاء و صالحین فرماتے ہیں کہ جس کے دو دن ایک جیسے گزریں، وہ خسارے میں گیا۔ نفع میں کون ہے؟ وہ جس کا ہر آنے والا دن؛ گزرے ہوئے دن سے بہتر ہو، ہر آنے والا مہینہ؛ گزرے ہوئے مہینے سے بہتر ہو اور ہر آنے والا سال؛ گزرے ہوئے سال سے بہتر ہو۔

لہذا ہمارا ہر اگلا سال؛ پچھلے سال کے ریکارڈ کو توڑے۔ ایک ریکارڈ قائم کریں اور اگلے سال اپنے قائم کردہ ریکارڈ خود توڑیں، یہ ایک ہدف ہے اور اس کے لیے سوشل میڈیا سمیت ہر ذریعہ کو بہترین طریقے سے استعمال کریں۔

یاد رکھیں! تحریک منہاج القرآن کی دعوت کے ذریعے ہم لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا بندوبست کررہے ہیں۔۔۔ انہیں ظاہر و باطن اور ماحولیاتی شرور وفتن سے بچانے کا اہتمام

کررہے ہیں۔۔۔ ان کے اخلاق اور عقیدے کی حفاظت کا اہتمام کررہے ہیں۔۔۔ انہیں دین کے قریب لانے اور ان کی آخرت سنوارنے کا اہتمام کررہے ہیں۔۔۔ ہم اس دعوت کے ذریعے لوگوں کی سوچوں اور ان کے افکار کو بہتر کررہے ہیں۔۔۔ پورے ملک، قوم اور سوسائٹی کا مستقبل بہتر کررہے ہیں۔ الغرض تحریک کی رفاقت بہت سے مقاصد پورے کررہی ہے۔ یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ جسے تحریک کا رفیق بنائیں تو رفاقت کے ذریعے اسے دعوت بھی پہنچے، کتاب بھی پہنچے اور اسے عملی طور پر تجدید و احیاء دین کے کام میں شریک بھی کریں تاکہ اس کی آئندہ کی زندگی اور آئندہ آنے والا ہر لمحہ گزری ہوئی زندگی سے بہتر ہوتا چلا جائے۔ اس کی زندگی میں خیر کا اضافہ ہوتا چلا جائے اور شر کم ہوتا چلا جائے۔

(۳) عقیدہ، اخلاق اور ظاہر و باطن کو سنواریں

خطاب اور کتاب کے ساتھ تعلق اور جدوجہد میں تسلسل برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال، اخلاق اور ظاہر و باطن کے حال کو بھی بہتر بنائیں۔ ہمارے اعمال اور اخلاق اس حد تک اعلیٰ ہوں کہ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن بھی ہمارے آداب، اخلاق اور سلیقہ و قرینہ کی تعریف کرے۔ آج الحمدللہ تعالیٰ معاشرے کے ہر طبقہ کے عام فرد سے لے کر نمایاں افراد تک یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ''ہم نے منہاج القرآن کے لوگوں میں محبت پائی ہے، تفرقہ سے بلند پایا ہے، مؤدت پائی ہے، لوگوں کا اکرام اور احترام کرتے ہیں۔ ان کے اندر ایک نظم ہے، تہذیبِ نفس ہے، ان کے اخلاق اچھے ہیں، ان کے بولنے کا طریقہ اچھا ہے۔ ان کے ظاہر کا پہناوا بھی اچھا ہے اور ان کی عادات اور اخلاق بھی اچھے ہیں۔'' اس اخلاق و آداب میں مزید اضافہ کریں۔ تحریک منہاج القرآن کی رفاقت کا اصل معنی ہی یہ ہے کہ اس مشن سے وابستہ ہوکر لوگوں کی زندگیاں سنور رہی ہیں، ہر شخص کی زندگی میں انقلاب آرہا ہے، ہر شخص کی فکر، سوچ، عمل، عادت، طور طریقے، اخلاق اور معاملات میں تبدیلی آرہی ہے۔ ہر فرد کے اندر ہم انقلاب لارہے ہیں۔ یہی انقلاب سوسائٹی کا انقلاب بننا ہے۔ یاد رکھیں! یہ سفر بہت طویل ہے، اس میں کبھی تھکنا نہیں ہے۔ جو لوگ تیزی کے ساتھ ہوتے ہیں، وہ مایوس ہوتے ہیں جبکہ یہ ایک دائمی جدوجہد ہے۔

یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ انفرادی یا تنظیمی سطح پر ملنے والی کسی کامیابی کے حصول پر کبھی عجب نہ آئے، اپنے محاسن کا کبھی خیال نہ آئے کہ ''میں نے یہ کام کیا ہے۔'' جس دن اس کام میں ''میں'' داخل ہوئی تو سمجھیں کہ یہ ''میں'' خدمتِ دین کا حُسن چھین کرلے جائے گی۔ ''مَیں'' کو اپنے اندر کبھی داخل نہ ہونے دیں۔ جو کام اچھا ہو، جس پر حوصلہ افزائی ہوجائے تو صرف یہ سمجھیں کہ ''میں تو اس قابل نہیں تھا، اللہ رب العزت نے کرم کردیا اور کسی کی وجہ سے میرے اوپر رحمت ہوگئی، توفیق مل گئی اور مجھ جیسے بیکار شخص سے اللہ تعالیٰ نے اپنا کام لے لیا۔'' لہٰذا ہمیشہ جھکے رہیں۔

جس طرح جسم کے گناہ ہوتے ہیں، اسی طرح دلوں کے بھی گناہ ہوتے ہیں۔ یعنی معصیت الجسم اور معصیت القلب۔ سب سے بڑی معصیت عُجب ہے۔ اپنی ذات، اپنے کام، صلاحیت اور اپنی عقل و دماغ کو پسند کرنا؛ خود پسندی ہے۔ اس خود پسندی سے شر اور معصیت شروع ہوتی ہے اور یہ ''کِبر'' پر ختم ہوتی ہے اور پھر کِبر سمجھتا ہے کہ میں سب سے بہتر ہوں، وہ دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور پھر یہاں سے تکبر جنم لیتا ہے اور تکبر کفر سے بھی بدتر ہے، جس نے ابلیس کو برباد کیا۔

اولیاء وصوفیاء کہتے ہیں کہ گنہگار آدمی کا انکسار کرنا اور یہ کہنا کہ ''میں کچھ نہیں ہوں، میری کوئی خوبی نہیں، میرا کوئی کمال نہیں، میری کوئی کامیابی ہی نہیں، میرا کچھ نہیں، اللہ نے توفیق دے دی، یہ تو اوروں نے کردیا، وہ نہ کرتے تو میرا پردہ اٹھ جاتا''، الغرض ہمیشہ انکساری کے ساتھ رہنا؛ اطاعت گزار کے عجب سے بلند ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ بندہ اطاعت گزاری کرے، نیکی کرے مگر نیکی کے ساتھ ساتھ اس کے اندر خود پسندی آجائے تو یہ تباہ کن ہے۔ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ بندہ گنہگار ہو، مگر تواضع و انکساری کرے اور جھک جائے۔ وہ نیکی جو ہمارے سر کو اونچا کردے اور ''میں'' پیدا کرے، وہ اس گناہ سے بدتر ہے جو شرمساری سے ہمارے سر کو جھکا دے۔ گنہگار کا سر جھکا رہنا اچھا ہے، یہ اللہ کو اس اطاعت گزار اور نیکوکار سے زیادہ پسند

ہے جس کا سر نیکی کرنے کے گھمنڈ میں اونچا ہوتا ہے اور اس کے اندر ’’میں‘‘ اور عجب آجاتا ہے۔ اولیاء وصوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ گناہ اور معصیت جو آپ کو تواضع و انکساری دے، یہ اس طاعت اور نیکی سے بہتر ہے جو آپ کو خود پسندی اور کبر دے۔

بہت سے لوگ نیکی اور خیر کا کام کرتے کرتے عجب اور خود پسندی کا شکار ہوکر تباہ ہوئے، پھسلے، گھاٹیوں میں گر گئے اور عمر بھر کی کمائی برباد ہوگئی۔ جب بندے کو اپنا کام پسند آنے لگے اور اپنا کام دوسرے کے کام سے بہتر دکھائی دینے لگے تو سمجھیں کہ نیکی کی راہ پر چلتے ہوئے نفس اور شیطان نے خفیہ حملہ کردیا ہے۔ وہ اس حملے کو سمجھ ہی نہ سکے گا۔ وہ خود پسندی کو حقیقت پسندی کا نام دے دے گا اور یہی شیطان کا حملہ ہے۔ اگر بندے کو اپنے نفس اور شیطان کے شر کا پتہ چل جائے تو دنیا میں کوئی شخص گمراہ نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص سنبھل جائے گا۔ جو لوگ پھسل رہے ہیں، گمراہ ہورہے ہیں، بہک رہے ہیں، نیکی کی راہ پر چلتے چلتے تباہ ہوگئے، گڑھوں میں گر گئے، بھٹک گئے، اللہ نے توفیق چھین لی اور محروم ہوگئے، ایسا اس لیے ہوا کہ انھیں اپنی زندگی میں جہاں سے خیر مل رہی تھی، انھوں نے وہ راستہ چھوڑ دیا اور اپنے اوپر اعتماد کیا اور ان میں خود پسندی آگئی۔ یاد رکھیں! خود پسندی سے عُجب آتا ہے، عُجب سے کبر آتا ہے، وہاں سے تکبر آتا ہے اور پھر وہ بندہ حسد کی طرف چلا جاتا ہے۔ وہ حسد پھر اسے عداوت کی طرف لے جاتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ ساری خیر اس سے چھن جاتی ہے۔

اس سارے عمل کی ابتداء یہ ہوتی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اور اپنے کام کو پسند کرنے لگتا ہے۔ نتیجتاً ہر دوسرا اسے نیچے نظر آتا ہے۔ دوسرے کی اچھائی دکھائی نہیں دیتی، دوسرے کی تعریف پسند نہیں آتی، دوسرے کا کام اپنے سے کمتر دکھائی دیتا ہے اور اپنا کام برتر دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے کی کمتری اور اپنی برتری جس شخص کو دکھائی دے، سمجھیں اس پر شیطان نے حملہ کردیا ہے۔ نفس نے اس کو بہکا دیا ہے۔ لہذا ایسی سوچ اور خیال کبھی نہ آنے دیں بلکہ اس پر پہرے دار بن کر کھڑے رہیں۔

جملہ کارکنان اور قائدین کے لیے لازمی ہے کہ وہ متقی رہیں، اپنے اندر عجب اور خود پسندی نہ آنے دیں، دوسرے کے کام پر تنقید نہ کریں، دوسرے کے کام کو اپنے سے ہمیشہ اعلیٰ اور بہتر سمجھیں۔ ابلیس نے بھی یہی کہا تھا کہ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس کو اپنا آپ حضرت آدمؑ سے بہتر لگا۔ پس جس کو اپنا آپ، اپنا کام، اپنی جدوجہد اور اپنا عمل دوسرے سے بہتر لگے تو سمجھ جائیں کہ نفس نے اسے شیطان کی راہ پر چلا دیا ہے۔ شیطان نے نفس کے ذریعے اس پر حملہ کردیا ہے۔ ہمیشہ تواضع اور انکساری رکھیں۔ اخلاص کی راہ پر رہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر بھروسہ رکھیں، دوسرے کے کام کو بہتر سمجھیں، اپنے کام کو کم سمجھیں۔ ان خوبیوں سے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد، توفیق اور اس کا فضل ہمیشہ شامل حال ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم ہر سال پچھلے سال کے مقابلے میں آگے بڑھتے جائیں گے تو آگے بڑھنے کا مطلب ہے کہ تحریک اور مشن آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر تنظیم اور ہر رفیق و کارکن اگر اپنی کارکردگی آگے سے آگے بڑھاتا چلا جائے تو اس سے تحریک من حیث المجموع آگے بڑھ رہی ہوتی ہے اور تحریک کے آگے بڑھنے کا مطلب ہے کہ تجدید دین، احیائے اسلام اور آقاﷺ کے دین کا کام بلند و برتر ہورہا ہے اور حضور نبی اکرمﷺ کی نیابت اور خلافت میں ہم مزید درجے پاتے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھے اور کتاب وخطاب سے ہمیشہ تعلق جوڑے رکھے تاکہ ہم نفس اور شیطان کے چھپے ہوئے شر، حیلے اور مکر و فریب سے بھی آگاہ رہیں اور اس سے بچنے کی تدبیروں سے بھی باخبر رہیں۔ جہاں نیکی کا کام کرتے رہنے کا عمل ضروری ہے وہاں اپنے آپ کو شر سے بچائے رکھنے کا عمل اس سے بھی کئی گنا زیادہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ تجدید دین اور احیائے اسلام کی اس عالمگیر تحریک، تحریک منہاج القرآن کو قائم و دائم رکھے اور تحریک منہاج القرآن صاحبِ گنبدِ خضریٰ کے فیضان سے اسلام کی حقیقی تعلیمات اور امن وسکون کو دنیا میں عام کرتی رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلینﷺ

❁❁❁❁❁

منہاج القرآن بطور تجدیدی تحریک

اعتدال اور توازن کے اوصاف کے باعث انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا

اللہ اپنے نبی کو زمانے کی ضروریات کے مطابق صفات و کمالات کے ساتھ مبعوث فرماتا ہے

تحریک منہاج القرآن احیائے اسلام اور عزت و ناموس مصطفی ﷺ کا پرچم اٹھا کر چل رہی ہے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی علمی، فکری گفتگو

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور نعلین پاک کے تصدق سے تحریک منہاج القرآن اپنا **41** واں یوم تاسیس منا رہی ہے۔ اس تاریخی، تجدیدی، تعلیمی، تربیتی، فلاحی، اصلاحی سفر کے جملہ شرکاء، ذمہ داران، عہدیداران، وابستگان، رفقائے کار اور کارکنان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس مصطفوی مشن کی خدمت کے لیے ہماری توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اس مشن کو تاقیامت قائم و دائم رکھے۔

تحریک منہاج القرآن ایک تجدیدی، فکری اور نظریاتی تحریک ہے۔ تجدید و احیائے اسلام کی اس تحریک کو ہم آج کے جدید عہد میں کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور منہاج القرآن کس طرح ہمارے لیے اِس دور کی ایک نعمت عظمیٰ ہے؟ اس کے لئے ہمیں انسان کو اللہ کی بارگاہ سے عطا ہونے والے اوصاف کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍo (التین، ۹۵:۴)

’’بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو تخلیق کی ہے اور اُسے کمال کے ساتھ مزین و آراستہ کیا ہے، وہ ایک خاص مقصد کے لیے ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو ایک نمونۂ حیات بنانا چاہا ہے۔ اسے رشد و ہدایت کا پیکر، پیشوا، مربّی اور ایک قدوہ بنانا چاہا ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ نے واضح فرمادیا کہ perfection کے ساتھ پیدا کیا اور اس کے اجزائے ترکیبی، body structure، اُس کے تشخص، شخصیت میں ہم نے balanced approach کو رکھا۔ ہم نے کوئی بھی ایسا پہلو انسان میں نہیں رکھا کہ کوئی کبھی یہ کہہ سکے کہ وہ انسان جسے اللہ رب العزت نے نمونۂ حیات بنایا، کاش یہ ایسے ہوتا، کاش یہ ویسے ہوتا، کاش اِس طرح کا نظر آتا، کاش اُس کا حُسن و جمال اور اس کا ظاہر و باطن فلاں فلاں اوصاف سے بھی آراستہ ہوتا۔ بنانے والے نے سارا کمال اور جمال اُس انسان کے اندر چھپا دیا۔ جو کچھ انسانی عقل سوچ سکتی تھی، نہ صرف وہ بلکہ اُس سے بھی کئی گنا بڑھ کر اللہ رب العزت نے اُس انسان کو خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

اللہ رب العزت نے ایسا کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب ہمیں درج ذیل حدیث قدسی سے میسر آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرِفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا.

(عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۷۳، الرقم: ۲۰۱۶)

’’میں درحقیقت ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں (اُس خزانے کی معرفت نصیب ہوجائے، تو اُس چھپے ہوئے خزانے کی معرفت عطا کرنے کے لیے) میں نے انسان کو پیدا کر دیا۔‘‘

معلوم ہوا کہ یہ سارے حُسن خدا کے تھے، یہ ساری صفات، خزانے، کمالات خدا کے تھے اور خدا چاہتا تھا کہ یہ

سب کسی مخلوق میں منتقل کرکے اُسے زمین پر بھیج دوں اور لوگ دیکھنے میں تو اُس مخلوق کی تعریف کریں مگر حقیقت میں اُس مخلوق کو بنانے والے کی تعریف ہو۔

اللہ رب العزت نے اس انسان میں وہ وہ خوبیاں ودیعت کی ہیں جو مخلوق اور انسانیت کی ضرورت تھیں۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ ہر دور میں اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ جس طرح کی ضرورت ہوتی اور جو معاشرہ کی requirement ہوتی، اللہ اپنے نبی کو اُس دور کی ضروریات کو پورا کرنے والا اور اُن اوصاف کا مالک بنا کر مبعوث فرماتا۔

پھر وہ پیکر انسان مختلف علاقوں اور اقوام میں انسانیت کی خدمت کے لیے آتی چلی گئیں۔ کبھی اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو بھیجا تو انھیں اُس دور کے مطابق خوبیاں عطا کر دیں، نوح علیہ السلام کو چُن لیا تو انھیں اُن کے زمانے کی ضرورت کے مطابق خوبیاں عطا کر دیں۔

ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ o (آل عمران، ۳: ۳۳)

’’بے شک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرما لیا۔‘‘

یعنی اللہ رب العزت نے چننا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جس طرح کا زمانہ تھا اور جس طرح کی ضرورت تھی، اُس ضرورت کو پورا کرنے والا نبی اس نے مبعوث فرمایا۔ کہیں پر اللہ رب العزت کو دعوت میں طوالت، استقامت، صبر اور تحمل کی ضرورت تھی، لوگ سرکش اور باغی ہو گئے تھے، ایسے حالات میں تحمل والے نبی کی ضرورت تھی تو 950 سال کے لیے نوح علیہ السلام کو بھیج دیا۔

پھر ابراہیم علیہ السلام کا وقت آیا تو یہ نمرود کا دور تھا۔ یہاں سرکشی کسی اور نوعیت میں سامنے آنے لگی اور کفر کسی اور انداز میں بولنے لگا۔ اب یہاں حکمت اور دانائی کی ضرورت تھی۔ یہاں logical اور scientific دعوت کی ضرورت تھی۔ یہاں تلوار کے ساتھ للکارنے کی نہیں بلکہ حکمت، دانائی، تحمل، برداشت، wisdom اور scientific example کے ساتھ سمجھانے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے وہی خوبیاں عطا کیں جو اُس دور کی ضرورت تھیں۔

پھر موسوی دور آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کچھ اور خوبیاں رکھ دیں۔ اُنہیں کلیم اللہ بنایا اور اُنہیں اُس دور کی دو ایسی خوبیاں دے دیں جو اس زمانے میں کام آنے والی تھیں:

ید بیضا دیا اور عصائے موسیٰ۔ اللہ رب العزت کو معلوم تھا کہ یہ جادوگروں کا دور ہوگا، لہٰذا آپ کو یدِ بیضا اور عصا کی صورت میں معجزات دے کر مبعوث فرمایا۔ یہ فرعون کا دور تھا۔ یہاں جرأت، انقلابیت اور جوش وخروش کے ساتھ اُس کے دربار میں کھڑا ہونا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا دور آتا ہے تو آپ کو تعبیر الرؤیا عطا کیا، پیکرِ حسن وجمال بنایا اور پھر دو مزید خوبیاں بھی عطا کیں جو حضرت یوسف نے خود اس طرح بیان کیں:

قَالَ اجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ‌ۚ اِنِّىۡ حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ o (یوسف، ۱۲: ۵۵)

’’یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا: (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمینِ (مصر) کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر کر دو، بے شک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی امور کا) خوب جاننے والا ہوں۔‘‘

یعنی اللہ نے آپ کو امین اور حفیظ بنایا۔ اُس کے ساتھ ساتھ پھر مینجمنٹ، agriculture industry اور irrigation technology کا فن عطا فرمایا۔ Good governance کا فن بھی آپ کو دیا، financial management بھی آپ کو دی اور سب سے پہلے mortgage کا قانون (گروی رکھوانے کا نظام) وضع کرنے والی ہستی بھی یوسف علیہ السلام ہیں۔ اِس کو ایک آسان طریقے سے انسانیت کی مدد کا tool بنانے کے لیے سب سے پہلے یوسف علیہ السلام نے وضع فرمایا۔ گویا آپ کو بے پناہ حکمت، دانائی اور management کا فن دیا۔

پھر داؤد علیہ السلام کا دور آتا ہے تو انھیں حکمرانی، سلطنت اور حکمت عطا کی۔ فرمایا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ o

(ص، ۳۸: ۲۰)

’’اور ہم نے اُن کے ملک و سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے انہیں حکمت و دانائی اور فیصلہ کن اندازِ خطاب عطا کیا تھا۔‘‘

آپ کو تین خوبیاں عطا کر دیں:

۱۔ آپ کو خطابت، زبان میں سلاست، تاثیر اور وہ مؤثریت دی کہ آپ جب کلام فرماتے تو وہ دلوں میں جگہ بناتا چلا جاتا تھا یعنی فصل الکلام کی خوبی عطا کی۔

۲۔ آپ کو وہ سلطنت دی کہ جس جیسی سلطنت کسی کے پاس نہیں۔

۳۔ سلطنت کو سنبھالنے کے لیے کثیر حکمت اور دانائی بھی دی۔

پھر اُس کے بعد سلیمان ﷺ کا دور آتا ہے۔ آپ کو تسخیر کی نعمت عطا کر دی۔ وہ قوت دے دی کہ ہر شے کو آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ ہوائیں بھی آپ کے اِذن سے چلتی تھیں۔ پرندے بھی آپ کے تابع ہوگئے۔ جن، انس، پرند، چرند، حیوانات، انسان اور شیاطین تک آپ کے تابع کر دیئے اور آپ کو اِتنی بڑی سلطنت دے دی کہ ملکہ صبا جیسی بھی آپ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگئی۔

اللہ ہر دور کی ضرورت کے مطابق شاہکار بھیجتا ہے

اس تمہید سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ رب العزت کی سنت اور ایک خوب صورت managements اور administration ہے کہ وہ ہر دور کی ضرورت کے مطابق شاہکار چن کر بھیجتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حالات کے تقاضے کچھ اور تھے، معاشرہ کسی اور نوعیت کی خرابیوں میں مبتلا تھا اور اللہ نے اس دور کی ضروریات اور تقاضوں کے برعکس خوبیوں والا نبی مبعوث فرمادیا ہو۔ ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا ایک سسٹم اور management ہے، ایک ڈسپلن ہے کہ وہ misfit نہیں کرتا۔ جس نبی کی جو خوبی ہوتی ہے، اُسے اسی زمانے کے مطابق اُس دور میں بھیجتا ہے۔

اللہ کا یہ نظام دو طریقوں سے چلتا ہے: کبھی وہ کسی ایک نبی کو اُس دور کے وہ سارے کمال دے کر بھیجتا ہے، جس کی زمانے کو ضرورت ہے اور کبھی وہ دو، دو انبیاء کے اشتراک کے ساتھ اس زمانے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ کبھی موسیٰ ﷺ تنہا جا رہے ہوتے ہیں تو وہ خود کہتے ہیں کہ مولا میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی بھیج دے کیونکہ:

اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا. (القصص، ۲۸: ۳٤)

’’وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہیں۔‘‘

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی کی عظمت یہ ہوتی ہے کہ اگر معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران انھیں کس چیز کی ضرورت محسوس ہو تو خدا سے بلا جھجک مانگ لیتے ہیں۔ لیڈر وہ ہوتا ہے جو نہ صرف اپنی صلاحیتوں کو جاننے والا ہوتا ہے بلکہ اس معاشرے اور اپنے اردگرد رہنے والوں کی صلاحیتوں اور خوبیوں کو بھی جاننے والا ہوتا ہے۔ موسیٰ ﷺ نے عرض کیا: مولا اتنا بڑا انقلاب مجھے دے رہا ہے کہ اِتنے بڑے فرعون کو للکاروں، اُس کو تیری ربوبیت کی طرف قائل کروں تو مجھے اس مقصد کے لیے ایک فصیح چاہیے اور میرے خاندان میں سے ایک وزیر مجھے عطا کردے۔ گویا اللہ کبھی اس معاشرے کی ضرورت وحدت کے ساتھ پوری کرتا ہے، کبھی اجتماعیت کے ساتھ پوری کرتا ہے، کبھی تنہا پوری کرتا ہے، کبھی اِشتراک کے ساتھ پورا کرتا ہے اور کبھی تقاضے بڑھ جائیں تو پھر نبی ابن نبی کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ یعقوب ﷺ آئے تو اُن کے مشن کو یوسف ﷺ کے ساتھ مکمل کیا۔ شروع نبی والد کر رہے ہیں اور اختتام نبی کا بیٹا کررہا ہے۔ کبھی زکریا ﷺ آئے تو یحییٰ ﷺ بھی آئے اور دونوں نے اُس دور کی ضرورت کو مکمل کیا۔

آقا ﷺ میں ہر نبی اور رسول کا حُسن موجود ہے

اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء کے اندر اپنے حُسن اور صفات و کمالات کے پرتو رکھ دیے اور فرمایا: کہ ابھی میں ’’انسان‘‘ کی بات کررہا ہوں اور ’’الانسان‘‘ (الْ شروع میں آئے تو اسم معرفہ بن جاتا ہے) میرا وہ محبوب ہوگا جس میں تمھیں میرے تمام انبیاء کی خوبیوں کی جھلک دکھائی دے گی۔ میں اس پیکر انسان کو جامعیت کے ساتھ بھیجوں گا۔ ایک دور آنے والا ہے جب ساری ضروریات اکٹھی ہونے والی ہیں۔ سارے ظلم، معاشرے کی خرابیاں، معضلات ایک جگہ مجتمع ہونے والی ہیں۔ ہر طرح کا کفر ایک جگہ جمع ہونے والا ہے، ہر طرح کی طغیانی ایک طرف جمع ہونے والی ہے، ہر طرح کی سرکشی ایک جگہ جمع ہونے

والی ہے اور ہر طرح کا بطلانِ حق ایک طرف جمع ہونے والا ہے اور ہر طرح کی بُرائی اور گندگی ایک جگہ جمع ہونے والی ہے۔ جب کائنات میں باطل کو ایک جگہ جمع ہو جائے گا تو پھر حق کو بھی ایک جگہ جمع کردوں گا۔ پس جب باطل طاقتور ہوگیا تو خاتم الانبیاء اپنے محبوب ﷺ کی صورت میں اللہ نے مبعوث فرمایا۔

آقا علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا: اب میرے محبوب محمد مصطفیٰ کو دیکھتے جاؤ، میرے محبوب کی ذات میں یوسف بھی ہے، عیسیٰ بھی ہے، موسیٰ بھی ہے، ابراہیم بھی ہے، آدم کا حُسن بھی ہے، شیث بھی ہے، ادریس بھی ہے، یونس بھی ہے، یوسف بھی ہے انہیں کی ذات میں داؤد بھی ہے، سلیمان بھی ہے، یعقوب بھی ہے، اب جو جو رنگ دیکھنا چاہو، میرے مصطفیٰ میں نظر آرہا ہے۔

حضور ﷺ کی جامعیت اور اکملیت کے اندر سب کچھ جمع کر دیا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو جامع الاوصاف والکمالات بنا دیا۔ جوامع الکلم عطا کیے، کتاب بھی وہ دی جو جامع الکتب ہوگئی، ذات وہ دی جو جامع الصفات ہوگئی، نور بھی وہ دیا جو جامع الانوار ہوگیا۔

آقا علیہ السلام نے اپنے اِس کرم کو پھر آگے امت میں تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت نہیں ہوگی مگر نبوت کے فیض کو تقسیم کرنے والے ہوں گے۔ خلفاء راشدین کے دور کو دیکھیں تو وہاں پر چار رنگ عطا کر دیئے: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں حلیمیت، بردباری، برداشت اور تحمل کا ایک جداگانہ رنگ ہے۔ یہ رنگ بھی رنگِ مصطفیٰ ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اندر ہیبت، رعب، انقلابیت اور جرأت کا رنگ دے دیا اور واضح کردیا کہ اگر کوئی موسوی رنگ دیکھنا چاہے تو میرے مصطفیٰ کا ایک رنگ عمر میں دیکھ لو۔ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک الگ رنگ دے دیا۔ فرمایا: اگر کبھی یحییٰ علیہ السلام و زکریا علیہ السلام والا رنگ دیکھنا چاہو تو میرے مصطفیٰ کے عثمان کو دیکھ لو، انھیں شرم وحیاء کا پیکر بنا دیا۔

پھر اُس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دور ہے۔ اس دور میں خوارج کا فتنہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ جس کا میں مولیٰ ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔ اِس لیے مولیٰ بنایا کہ اُس دور کو سنبھالنے کے لیے جس جرأت، شجاعت اور قوت کی ضرورت تھی وہ ضرورت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی پوری کر سکتے تھے۔

کوئی دور میرے خاص بندوں کے بغیر نہیں ہوگا

خلفاء راشدین کے زمانے کی نشاندہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین میں خود فرمادی تھی۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد کیا ہوگا؟ امت کا سلسلہ کیسے چلے گا، تجدید کیسے ہوگی، احیا کیسے ممکن ہوگا؟ نظامِ اسلام کیسے چلے گا، اجتہاد کیسے ہوگا؟ سسٹم کیسے develope ہوگا؟ دین کی عمارت جب زبوں حالی کا شکار ہوگی تو اُس وقت سنبھالنے والے کون ہوں گے؟ فرمایا: میرے بعد نبی نہیں بلکہ مجدد آئے گا۔ اِس لیے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا. (ابوداود، السنن، کتاب الملاحم، ۴: ۱۰۹، الرقم: ۴۲۹۱)

’’اللہ تعالیٰ اِس امت کے لیے ہر صدی کے آغاز میں کسی ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اِس (اُمت) کے لیے اُس کے دین کی تجدید کرے گا۔‘‘

کہ ہر دور کے ابتداء میں جب بھی میری امت کے نقوش کو مٹایا جارہا ہوگا، کہیں عقائد کے پہلو کی اصلاح کی ضرورت ہوگی کہیں اِصلاحِ احوالِ امت کی ضرورت ہوگی، کہیں تربیت، اخلاق، معاملات میں بگاڑ آرہا ہوگا، کہیں قرآن کی روح پھیکی پڑ رہی ہوگی، کہیں حدیث کے فہم میں کمزوری آرہی ہوگی، کہیں تحقیق کی ضرورت ہوگی، کہیں تربیت کی ضرورت ہوگی، کہیں توضیحات کی ضرورت ہوگی، کہیں تشریحات کی ضرورت ہوگی، کہیں انقلابیت کی ضرورت ہوگی، تو ہر دور کے مطابق وقت کا مجدّد آرہا ہوگا۔

گویا واضح فرمادیا کہ کوئی دور، کوئی زمانہ میرے بندۂ خاص کے بغیر نہیں ہوگا۔ اگر ظلم ہوگا تو ظلم کو ختم کرنے والا بھی ضرور ہوگا اور وہ میرے اور خلفاء راشدین کے فیوضات کو امت میں تقسیم کر رہا ہوگا۔ میرے بعد نبی نہیں آئے گا مگر میرے بعد مجدد ضرور آئے گا۔ وہ مجدد غلامی مصطفیٰ ﷺ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا پیکر ہوگا، وہ درِ مصطفیٰ ﷺ کی عطا سے معمور ہوگا۔ وہ عطائے مصطفیٰ ﷺ ہوگا، وہ مظہرِ صفاتِ مصطفیٰ ﷺ ہوگا، وہ مظہرِ علمِ مصطفیٰ ﷺ ہوگا، وہ مظہرِ نورِ مصطفیٰ ﷺ ہوگا، وہ مظہرِ علم وعرفانِ مصطفیٰ ﷺ ہوگا۔

ہر دور کی ضرورت مجدد پوری کرے گا

ہر دور میں جس جس جہت کی ضرورت ہوگی، وہ مجدد

اسے پوری کر رہا ہوگا۔ اگر ہم سابقہ ادوار کا جائزہ لیں تو کہیں امام شافعی کا دور آتا ہے، امام احمد بن حنبل کا دور آتا ہے، امام نسائی آتے ہیں، کہیں امام اشعری آتے ہیں۔ اسی طرح امام بیہقی، امام غزالی، فخر الدین رازی، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی، مجدد الف ثانی ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ شوکانی، بدر الدین عینی، قسطلانی، امام احمد رضا خاں بریلوی نظر آتے ہیں اور پھر آج کا دور دیکھیں تو مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نظر آتے ہیں جو تحریک منہاج القرآن کی صورت میں ایک تجدیدی تحریک کے بانی و سرپرست ہیں۔

مجدد کو بھیجا جاتا ہے

یہ امر ذہن میں رہے کہ مجدد خود نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اب نبی مبعوث نہیں ہوگا مگر مجدد مبعوث ہوگا۔ مجدد بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ مجدد بھی چنے جاتے ہیں اور پھر اُس دور کی خوبیوں کے مطابق تیار کرکے بھیجا جاتا ہے۔

آج اللہ رب العزت کا اِس دور، زمانے اور قوم پر فضل ہے کہ حضور ﷺ کی امت میں وہ مجدد بھیج دیئے جو اِسی دور کی ضرورت تھے۔ آج وہ مجدد بھیج دیئے جو آج کے دور کے تقاضوں کے مطابق ہی بنائے گئے تھے۔ جب challenges اپنے کمال کو پہنچے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ کے پیغام کو فروغ دینے والا بھی اُسی طرح طاقتور ہے جس قدر باطل مضبوط ہے۔ اس لیے کہ مجدد حضور کی بارگاہ کا مظہر ہوتا ہے اور حضور ﷺ سے اللہ رب العزت نے وعدہ کیا ہے کہ

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى o

’’محبوب آپ کی ہر آنے والی گھڑی پچھلی سے بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی۔‘‘

سوال یہ ہے کہ کیا یہ وعدہ صرف حضور ﷺ کی حیات ظاہری تک محدود ہے۔ فرمایا: نہیں کرم حضور کا ہوگا مگر نظر کسی اور شکل میں آرہا ہوگا۔۔۔ کرم حضور ﷺ کا ہوگا، نظر مجدد آرہا ہوگا۔۔۔ بھرم حضور ﷺ کا ہو گا، شکل کسی اور کی ہوگی۔۔۔ جرأت کسی اور کی ہوگی، کلام کسی اور کا ہوگا، پیچھے سے عطا، خیرات اور خوراک حضور ﷺ کی ہوگی۔

تحریک منہاج القرآن اللہ کی نعمت ہے

تحریک منہاج القرآن اللہ کی نعمت ہے۔ تجدید و اِحیاء دین کی یہ ایک ایسی تحریک ہے جو عزت و ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کا پرچم اُٹھا کر چل رہی ہے۔ اِس کے ذمے اللہ تعالیٰ نے چھے گوشے لگائے ہیں:

۱۔ اِس تحریک میں اللہ رب العزت نے تفکر بھی رکھا ہے
۲۔ تحقق بھی رکھا ہے۔ ۳۔ تحرک بھی رکھا ہے۔
۴۔ تفقہ بھی رکھا ہے۔ ۵۔ تصوف بھی رکھا ہے۔
۶۔ تحسن بھی رکھا ہے۔

یعنی سب کچھ دے کر حُسن و جمال اور کمال بھی دیا ہے، توازن اور تواضع و انکساری بھی دی ہے۔ الغرض ہر ہر اُس گوشے میں کمال دیا ہے جو ہمارے ذہن میں آسکتا ہے۔

مختلف مجددین اور شیوخ الاسلام کے ادوار

جس طرح اسلام کا ارتقائی دور تھا، ایک طرف فتوحات ہو رہی تھیں، ایک طرف قرآن مجید کی compilation ہو رہی تھی، پھر حدیث کی compilation ہو رہی تھی۔ پھر ایک دور آیا کہ اُن روایات کو authenticate کرنے کے لیے، جرح وتعدیل کا دور آیا۔ اُس دور کے ساتھ ہی پھر شروحات کا دور آیا، پھر درایت کا دور آیا، پھر استدلال کا دور آیا، پھر استنباط، اِستخراج، توضیحات وتشریحات کا دور آیا۔ پہلے بیان کرنے کا دور تھا پھر سمجھانے کا دور آیا۔ پہلے نازل ہو رہا تھا، اب لوگوں کے دل میں اُتارنے کا دور آیا۔ پہلے سمجھ رہے تھے، اب اُس میں سے استنباط ہو رہا ہے۔ پھر علوم وفنون اور علم الکلام وعلم الفقہ والے آئے۔ پھر فلسفی آئے اور سائنسدان آئے، پھر comparative study کرنے والے آئے۔ الغرض ہر دور کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ رب العزت کسی نہ کسی ہستی کو مبعوث کرتا رہا۔

اپنے اپنے ادوار میں آنے والے مجددین اور شیوخ الاسلام میں سے ہر ایک عظیم تھا۔ اُصول یہ ہوتا ہے آنے والا پچھلوں کا فیض لے کر آتا ہے، آنے والا پچھلوں کی عطا لے کر آتا ہے، آنے والا پچھلوں کی خیرات لے کر آتا ہے اور پچھلے اگلے کو تیار کر کے بھیجتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو مجھے ملا ہے، آنے والے مجدد،

اب تجھے بھی وہ دیتا ہوں کیونکہ یہ نہ تیرے دور کی بات ہے اور نہ میرے دور کی بات ہے بلکہ یہ تو مصطفیٰ ﷺ کے دور کی بات ہے۔

اِن آنے والے مجددین و شیوخ الاسلام میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول، اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے، اس لیے کہ بھیجنے والے کو معلوم ہے کہ اُس نے کس کو کب بھیجنا ہے؟ کیا لباس پہنا کے بھیجنا ہے؟ کیا صفات چڑھا کے بھیجنا ہے؟ کس رنگ میں بھیجنا ہے؟ کس مہک میں بھیجنا ہے؟ یہ تو بھیجنے والے کا کمال ہے اور یہ تو حضور ﷺ کی عطا ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ 1982 میں بھی ٹیوٹا کرولا کا ایک ماڈل ہوتا تھا جب ٹیوٹا کا ماڈل 1982 میں آیا تھا تو وہ سب سے اعلیٰ ترین تھا، جو بھی دیکھتا، کہتا تھا کہ اِس سے بہتر اور کوئی کار ہو نہیں سکتی۔ اس وقت بھی بنانے والے ٹیوٹا کی کمپنی تھی manufacturing plant بھی ان ہی کا تھا، آج بھی سب ان ہی کا ہے مگر آج وہی ٹیوٹا کا ماڈل جو 2021ء میں آیا تو وہ آج کی ضرورت کے مطابق آیا اور جو اُس وقت آیا تھا، وہ اُس دور کی ضرورت کے مطابق تھا۔ 2021 میں جو چاہیے آج اس میں inbuilt کر دیا۔ جو اُس وقت کی ضرورت تھی، وہ اُس وقت پوری ہو رہی تھی، جو آج کی ضرورت ہے وہ آج پوری ہو رہی تھی۔

کوئی کہے کہ وہ 1982ء کی کار عظیم تھی یا آج کی کار؟ نہیں، اُس دور میں وہ شہنشاہ تھی اور اِس دور میں یہ شہنشاہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ اگر مجدد تیرہویں صدی کے تھے تو وہ بھی عظیم تھے، گیارہویں کے بھی عظیم تھے، چودہویں کے بھی عظیم تھے، دسویں، نویں، آٹھویں، ساتویں سب عظیم ہیں۔ وہ اُس دور کی ضرورت کے مطابق آئے تھے۔ شیخ الاسلام آج کی ضرورت کے مطابق آئے ہیں۔

فرق اِتنا ہے کہ کبھی تحرک و انقلاب کا دور ہوتا ہے، کبھی تفقہ کا دور ہوتا ہے۔ جب تحرک کا دور ہوتا ہے تو اُس وقت تحرک کے لیے کچھ زیادہ دے دیا جاتا ہے، جب تفقہ کا دور ہوتا ہے تو تفقہ فی الدین کا مواد زیادہ دے دیا جاتا ہے، کبھی تحقق کا دور ہوتا ہے تو اسلام، قرآن، حدیث، فقہ، اُصول، معانی، علم الکلام پر تحقیق زیادہ کر دی جاتی ہے۔ کبھی تصوف کا دور ہوتا ہے تو پھر اُس پر زیادہ وقت صرف کر دیا جاتا ہے۔ آج اللہ رب العزت نے ہم پر اور اِس دور پر حضور ﷺ کی امت پر کرم یہ کیا کہ وہ مجدد اور غوث چن لیا جن کی ذات میں تفکر بھی ہے، تحقق بھی ہے، تحرک بھی ہے، تفقہ بھی ہے، تصوف بھی ہے اور تحسن و جمال بھی ہے۔

مجددین اور شیوخ الاسلام کے مابین موازنہ کی بحث چھوڑ دیں، وہ بھی شانوں والے ہیں، یہ بھی شانوں والے ہیں، یہ سب اُسی در کی خیرات تقسیم کرنے والے ہیں۔

اِنما انا قاسم واللہ یعطی

(بخاری، الصحیح، کتاب العلم، ۱: ۳۹، الرقم: ۷۱)

''تقسیم حضور کر رہے ہیں عطا خدا کر رہا ہے۔''

پس حضور جانتے ہیں کہ کس کو کتنی خیرات تقسیم کرنی ہے۔

چند مجددین کے ادوار کا مطالعہ

امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل کے دور کی بات کرتے ہیں تو امام احمد بن حنبل کو اللہ رب العزت نے آقا ﷺ کی بارگاہ کے صدقہ سے بے پناہ فیض عطا فرمایا۔ وہ مفسر قرآن بھی تھے، دس لاکھ احادیث مبارکہ کے حافظ بھی تھے۔ علم الجرح والتعدیل (سائنس آف حدیث) کے بھی بہت بڑے امام تھے، فقہ حنبلی کے بانی تھے، مسند احمد بن حنبل کے بھی مصنف تھے، عربی لغت کے بھی امام تھے، عابد و زاہد بھی تھے، مالی سخاوت اور فیاضی والے بھی تھے۔ عقیدہ خلق قرآن پر کھڑے ہو گئے تو جان تو دے دی مگر جھک نہ سکے۔

امام بخاری

امام محمد بن اسماعیل بخاری کا دور آتا ہے۔ آپ امیر المومنین فی الحدیث بھی ہیں۔ علم الجرح والتعدیل (سائنس آف حدیث) کے بھی امام اور کامل ماہر ہیں۔ وہ محقق بھی تھے، مصنف بھی تھے، عربی لغت میں بھی کمال تھا، رمضان شریف میں 41 ختم قرآن کا معمول تھا۔ جتنی جتنی خوبیاں اُن کے لیے ضرورت تھیں، اللہ نے اُنہیں عطا کر دیں۔

امام احمد بن شعیب النسائی

امام احمد بن شعیب النسائی کا دور آتا ہے۔ تفسیر پر ان کا اُتنا کام نہیں ملتا مگر حدیث، فن حدیث، علل، رجال کی معرفت،

سائنس آف حدیث میں اُن کو کمال دیا۔ کچھ خوبیاں اُس دور کے مطابق اُنہیں دے دیں۔

امام بیہقی

امام بیہقی کا دور آتا ہے۔ آپ جلیل القدر حافظ حدیث ہیں، پھر علوم الحدیث کے عالم بھی تھے، مگر ساتھ سیرت پر بھی کام کیا مگر دیگر ائمہ کی طرح علم الکلام اور فلسفے پر specialty نہیں تھی۔ لیکن کثیر التحقیق اور کثیر التصانیف تھے۔ تیس سال تک روزے کے ساتھ رہے۔ الغرض ہر ایک کی اپنی اپنی خوبیاں تھیں۔

امام ابو حامد محمد الغزالی

امام ابو حامد محمد الغزالی کا دور آتا ہے۔ یہ فلسفے اور اجتہاد کا دور تھا۔ امام غزالی کو اللہ رب العزت نے اُس دور کی وہ خوبیاں دیں جس کی اُس دور میں ضرورت تھی، آپ اپنے وقت کے مجدد تھے۔ امام غزالی تفسیر قرآن اور علوم قرآن پر بھی تصانیف ہیں مگر آپ کا محدثانہ طرز پر اُتنا بڑا کام نہیں ہے۔ وہ دور اجتہاد اور فقہ کا تھا اور آپ اپنے دور کے مجتہد و فقیہ تھے، اُصول پر کام تھا، اختلافِ فقہاء میں مہارت تامہ اُن کے پاس تھی، اپنے زمانے کے مایہ ناز مفکر و فلسفی بھی تھے۔ احیاء علوم الدین کے مصنف ہیں۔ فصیح بھی تھے، بلیغ بھی تھے، مناظرہ بھی کرتے، قلم بھی چلتا تھا، عبادت گزاری بھی تھی مگر اُس طرح کا تحرک، انقلابیت اور پھر وقت کے طاغوت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو جانا، ان کے مشن کا حصہ نہیں تھا۔ بڑی خوبیاں تھیں مگر وہ تمام جو اُس زمانے کی مطابق تھیں۔

امام فخر الدین رازی

امام فخر الدین رازی التفسیر الکبیر کے مفسر ہیں، قرآنی علوم پر آپ کا کام ہے مگر حدیث اور علم الجرح والتعدیل پر اُس طرح کا کام نہیں تھا۔ آپ شافعی فقہ کے بلند پایہ امام تھے۔ مجتہد اور فقیہ تھے، متکلم تھے، حکمت اور معقولات کے ماہر تھے، فصیح بھی تھے، بلیغ بھی تھے، مناظر بھی تھے۔ مگر سیاسی خدمات اور دیگر تحرک و انقلابیت کی چیزیں ان میں نظر نہیں آتی۔ اس لیے کہ یہ اس دور کی ضرورت نہ تھیں۔

امام ابن حجر عسقلانی

امام ابن حجر عسقلانی کے دور کو دیکھیں تو آپ نے قرآنی علوم پر بھی کام کیا، حدیث شریف پر بھی کام کیا، فتح الباری کے بغیر کوئی عالم، عالم بن نہیں سکتا، رجال اور علل پر بھی آپ کا کام ہے، کئی کتابیں بھی لکھی ہیں، فقہ الحدیث میں بھی مہارت رکھی، تحرک، تصوف اور باقی میادین آپ کے دور کی ضرورت نہیں تھے، اس لیے وہاں آپ کا کام موجود نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی

امام جلال الدین سیوطی جامع العلوم شخصیت تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو کئی علوم عطا کیے۔ امام جلال الدین سیوطی کو تفسیر قرآن میں بھی ملکہ تھا، ممتاز محدث بھی تھے، فن حدیث کے بھی ماہر تھے، بلند پایا فقیہ بھی تھے۔ عقائد اہل سنت کی ترویج کے لیے بھی کام کیا۔ چھ سو کتابوں کے مصنف تھے، بلاغت کے بھی ماہر تھے، عابد بھی تھے، مگر میدان میں اُتر کر طاغوت کو للکارا نہیں۔ سب کچھ تھا مگر اللہ نے تحرک کو اُس وقت کی ضرورت نہیں بنایا اس لیے آپ نے وہ کردار ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ

جب ہم اعلیٰ حضرت کی بات کرتے ہیں تو وہ اپنے دور کی ضرورت کے مطابق کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ اس وقت عقائد کے میدان میں اور عشق و محبت رسول ﷺ کے میدان میں کام کی ضرورت تھی۔ اس حوالے سے جو کام اعلیٰ حضرت کر گئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس طرح آپ فقہ پر جو کام کر گئے وہ اُس دور کی ضرورت تھی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

جب ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دور کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو یہاں پر زبوں حالی کسی اور انداز میں نظر آتی ہے۔ قوم کی علمی، سیاسی، فکری، نظریاتی گراوٹ کسی اور انداز میں نظر آئی۔ پھر عقائد، سیرت، تصوف، روایت و درایت، فلسفے، نظریے، اعتدال پسندی کے میدان میں ضرورت کی نوعیت کچھ اور تھی۔ قرآن کو نئے اندار اور فکر سے آج کے

دور کے انداز کے مطابق سائنٹیفک توجیہات کے ساتھ پیش کرنے کا دور تھا۔ منطق کا دور ختم ہو گیا، سائنس کا دور آ گیا، لاعلمی، جہالت، بے راہ روی اور بدعقیدگی کی انتہا ہوگئی۔

آج کے دور میں کسی ایک یا چند تنہا خوبیوں کا حامل والا مجدد نہیں بلکہ جامع خوبیوں والا مجدد چاہیے تھا تو اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی جامعیت کے فیض کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صورت میں عطا کر دیا۔

اب شیخ الاسلام کی ذات میں سابقہ تمام مجددین، مفکرین اور محدثین کا رنگ بھی نظر آتا ہے۔

آج نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے 100 ممالک میں تحریک منہاج القرآن کی صورت میں جامعیت کا یہ فیض رواں دواں ہے۔ مفکر ڈھونڈنا ہو تو شیخ الاسلام، محدث ڈھونڈنا ہو تو شیخ الاسلام، جدیدیت کے ساتھ لبریز دیکھنا ہو تو شیخ الاسلام، قدیمیت کے ساتھ دیکھنا ہو تو شیخ الاسلام، وقت کی ضرورت کے مطابق خوارج اور دہشت گردوں کا مقابلہ کرنا ہو شیخ الاسلام اور منہاج القرآن ہر میدان میں نظر آتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن نے ہر تشنگی کو دور کیا

قارئین محترم! یہ وہ تحریک ہے جس نے اِس دور کی ہر تشنگی کو پورا کیا۔ تنظیم کی کمی تھی وہ بھی آپ کو عطا کی، ایڈمنسٹریشن کی کمی تھی وہ دی، organization network بھی دیا۔ کہیں عقیدے کی کمی تھی تو اُس کی اصلاح بھی کی، خانقاہی نظام کمزور ہوگیا تو اسے بھی مضبوط کیا، تصوف کے مفہوم کو لوگ غلط سمجھنے لگ گئے تو درجنوں خطابات کی سیریز میں اصل تصوف بھی سمجھایا۔ عقیدے کھو گئے تو عقیدہ صحیحہ بھی سکھایا۔ نوجوان دہشت گرد ہونے لگے تو اُن کو دہشت گردانہ خیالات سے نکال کر حضور ﷺ کا غلام بنادیا اور معتدل و متوازن سوچ کو فروغ دیا۔ Balanced approach سکھا دی، لوگ دین سے بیزار ہو رہے تھے تو دین کو خوبصورت انداز سے پیش کر دیا اور منہاج القرآن کو peace، امن، آشتی اور محبت کا گہوارہ بنا کر پیش کر دیا۔ لوگ انقلاب نہیں سمجھتے تھے تو لوگوں کو جرأت اور تحرک دیا۔ لوگ عملی میدان میں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے کردار ادا کرنے کو اچھا تصور نہ کرتے تھے۔ شیخ الاسلام نے عورت کے اصل کردار سے معاشرے کو روشناس کر دیا کہ اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرتے ہوئے وہ میدان عمل میں نکل کر قوم کے تحفظ میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے۔

یہ تجدیدی تحریک کا کام ہے کہ آج خواتین گھروں میں وہ آغوش بن گئیں ہیں کہ جن میں پروردہ بچے مصطفوی انقلاب کے پروانے بن رہے ہیں، یہاں بیٹی کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی غلام بنایا جارہا ہے، یہاں بیٹی کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی باندی بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح عشقِ رسول ﷺ کو فروغ دیا اور اصل روحانیت کا سبق بھی امت کو سکھا دیا۔

تحریک منہاج القرآن نے آج چلنے پھرنے کا ڈھنگ بھی سکھا دیا۔ ایک نیا کلچر دے دیا، ایک نئی سوسائٹی میں اپنا آپ منوانا سکھا دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج تحریک کا ہر رفیق اور کارکن شیخ الاسلام کے کردار، اعمال، گفتار، جدوجہد اور اخلاق کے رنگ میں رنگا جائے۔

یہ تجدیدی تحریک ہے، اس نے رکنا نہیں ہے۔ اِس نے نسلوں تک چلنا ہے، آپ کی اولادوں تک آگے بڑھنا ہے، اِس فکر کو روکنا نہیں ہے۔ لہذا شب و روز اس مصطفوی مشن کے پیغام کے فروغ میں مصروفِ عمل رہیں اور مرکز کی طرف سے جو بھی سرگرمی اور اہداف دیئے جائیں اُن کو مکمل کرنے میں دن رات ایک کردیں۔

آج شیخ الاسلام نے ہمیں جو دیا ہے اگر ہم اِس تجدید، اِس فکر کو سمجھتے ہیں تو پھر اِس کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنا ہے۔ اپنے تک نہیں بلکہ اگلوں کو سمجھانا ہے، اگلے خاندانوں تک اِس کی دعوت دینی ہے۔ دعوت دیں، پیغام دیں، عمل کریں اور اپنی زندگیوں سے انقلاب کو شروع کریں اور معاشرے تک پہنچائیں۔ اپنے اوڑھنے بچھونے کو ویسے کر دیں جیسے شیخ الاسلام نے ہمیں سکھایا ہے، اپنی ذات کو بدلنا ہوگا، اپنی صفات کو بدلنا ہوگا اور شیخ الاسلام کے اِس انقلاب اِس فکر، اِس تجدید اور احیا کی اِس تحریک کی فکر کو اپنی نسلوں تک منتقل کرنا ہوگا۔

اللہ رب العزت ہم پر فضل و کرم فرمائے اور اِس فکر کو سمجھنے، اِس پر عمل پیرا ہونے اور اسے اپنی زندگیوں کا اوڑھنا بچھونا بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ)

❁❁❁❁❁

امت کے علمی زوال کا ذمہ دار کون؟

دنیا کے بدلتے حالات اور دینی تحریکوں کا کردار

معالج کی توجہ اصل مرض کی بجائے فقط علامات پر ہو تو مرض شدت اختیار کر جاتا ہے

بڑے مقصد سے توجہ ہٹانے کے لئے تحریکوں کو فروعی مسائل میں الجھایا جاتا ہے

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا فکر انگیز خطاب

دنیا کے بدلتے حالات اور دینی تحریکوں کے کردار کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں گزشتہ دو تین سو سال کی تاریخ کے اوراق پلٹنا ہوں گے تاکہ ہمیں اتنے عرصے میں موجود جماعتوں، تحریکوں اور ان کی فکر کے بارے میں معلوم ہو سکے اور ہم یہ جان سکیں کہ وہ کیا عوامل و اسباب تھے جن کی بناء پر وہ تحریکیں اور جماعتیں معاشرے میں نتائج و اثرات پیدا کرنے میں ناکام رہیں:

فکری اعتبار سے گزشتہ دو صدیوں کی دینی تحریکوں کی اقسام

گزشتہ دو تین سو سال سے احیائے اسلام کے لیے جتنی بھی جدوجہد ہوتی رہی ہیں، ہم انھیں سمجھنے کے لیے چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ تحریکوں یا جماعتوں کا ایک طبقہ سلفی تحاریک پر مشتمل تھا۔ پوری دنیا میں چاہے عرب ہو یا عجم سلفی تحاریک کا بنیادی تصور یہ تھا کہ اسلام یا اُمتِ مسلمہ آج اِس لیے کمزور اور زوال پذیر ہے کہ ہم قرآن و سنت، شریعت، یعنی دین کی اصل شکل سے ہٹ گئے ہیں۔ امت میں بدعت کا تصور وجود میں آ گیا ہے اور اسلام کے اصل traditional تصور سے ہم ہٹ گئے ہیں۔ اِس وجہ سے ہم اِس زبوں حالی کا شکار ہیں۔

اس طبقہ کو ہم Traditionalist approach رکھنے والے لوگ کہتے ہیں۔ اُنھوں نے ماڈرن ازم، اجتہاد، ترقی اور نئی چیزوں کو reject کیا اور Traditional approach کے ساتھ اپنے آپ کو ایک جگہ پر محصور کرلیا۔ اِس فکر کی حامل بہت سی تحریکیں مختلف ممالک افریقہ، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں اُٹھیں۔ سوڈان، لیبیا اور مصر میں یہ تحریک اخوان المسلمین کی شکل میں سامنے آئی۔

۲۔ اِن کے برعکس ایک دوسرا طبقہ اُٹھا جو کہ نہایت سیکولر تھا۔ یہ طبقہ دوسری انتہا پر تھا۔ اُس طبقے نے جو تحریکیں قائم کیں، انھیں ہم سیکولر تحریکیں کہہ سکتے ہیں۔ اُن تحریکوں میں عالمِ مشرق کے اہلِ علم بھی تھے اور عالمِ مغرب میں مقیم مستشرقین سے متاثر ہونے والے بھی تھے۔ ان شخصیات نے اسلام کا تنقیدی جائزہ (critically analysis) لینا شروع کیا اور سلفی تحاریک کے برعکس وہ دوسری حد پر پہنچ گئے۔

سلفی تحاریک کے نزدیک بالکل روایتی (traditional) ہو جانا حل تھا جبکہ سیکولر تحاریک جو اگرچہ اسلام کے وجود سے ہی نکلی تھیں لیکن وہ اس حد تک آزاد خیال ہو گئے کہ قرآن وسنت کے حجّت ہونے کو بھی چیلنج کرنے لگے اور احادیثِ مبارکہ کی اہمیت، فقہاء اور مذاہب کی ضرورت پر بھی سوال اُٹھانے لگ گئے۔ الغرض اُنھوں نے اسلام کی تقریباً ہر ہر چیز کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔

۳۔ تیسرا طبقہ لبرل تحاریک کا ہے۔ ان تحریکوں میں اسلامی تاریخ کے معروف نام شامل ہیں۔ اس میں سید جمال الدین

☆ نظامتِ تربیت کے زیرِ اہتمام سیمینار سے خصوصی اظہارِ خیال، تاریخ: 30 جون 2021ء

افغانی کا نام سرفہرست ہے۔ مصر کے اندر عبد الرحمٰن ہیں۔ کہیں امام حسن البنا نظر آتے ہیں۔ برصغیر میں سرسید احمد خاں نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبال کے افکار بھی اُنہی خطوط پر ہمیں چمکتے دمکتے نظر آتے ہیں۔ لبرل movements کا ایک پورا تسلسل ہے۔ ان کے نزدیک امتِ مسلمہ کے زوال کا مسئلہ ''سیاسی'' ہے۔ اِن میں سے کئی شخصیات نے اپنے آپ کو سیاسی اور انقلابی جدوجہد کے ساتھ جوڑ لیا۔ یہاں سے تصورِ انقلاب بھی وجود میں آجاتا ہے۔

سلفی تحریکوں کے ہاں انقلابی مزاج نہ تھا۔ وہ literary موضوعات کے اوپر اپنے آپ کو traditional کرتے چلے گئے۔ Secular movements نے بھی Theology، intellectual اور Academic discussion کو اپنی شناخت بنایا۔ لبرل movements نے کہا کہ ہم اسلام کو بین الاقوامی سازشوں اور بین الاقوامی طاقتوں سے آزاد کرائیں گے۔ پس اس مقصد کی خاطر لبرل movement نے مختلف چیلنجز کرنا شروع کردیئے۔ قومی سطح پر گورنمنٹ کو بھی چیلنج کیا۔ اُن کے پیشِ نظر بنیادی مسئلہ اسلام کا کمزور ہوتا ہوا تشخص تھا، اُنہوں نے اُس کا حل سیاسی طرزِ فکر کے ساتھ سوچا۔ اُن کا وژن وسیع تھا۔ اُنہوں نے اس حوالے سے بہت سے پہلوؤں کو غور سے دیکھا اور اُس پر کام کیا۔

اس کی مثال سید جمال الدین افغانیؒ ہیں کہ اُنہوں نے زوال کا حل اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کو قرار دیا۔ جسے Islamic paganism کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسئلے کا حل یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ متحد ہو جائے، سارے مسلم ممالک جمع ہوجائیں اور مل کر ایک بہت بڑی سیاسی قوت بن جائیں۔ عالمِ مغرب یا دیگر اقوام جنھیں یہ تحاریک؛ اسلام کے لیے خطرہ سمجھ رہے تھے، اُنہوں نے ان طاقتوں کو چیلنج کرنے میں مسئلہ کا حل سمجھا۔

اِن میں سے کچھ لوگ مکمل طور پر سیاسی جدوجہد کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ کچھ شخصیات جنھوں نے تھوڑی اور جامعیت کا اظہار کیا، مثلاً: سرسید احمد خاں اور علامہ اقبال وغیرہ وہ امت کو زوال سے نکالنے کے لیے دیگر solutions کی طرف گئے۔

۴۔ سلفی تحریک، سیکولر تحریک اور لبرل تحریک کے بعد چوتھا طبقہ جو مختلف ادوار میں اُمتِ مسلمہ کے زوال کو عروج میں بدلنے کی جدوجہد کررہا تھا، ان کے ذریعے جو تحریک چلی وہ ''علم کی islamisation'' کی تحریک ہے۔ یہ ایک الگ طرح کی movement تھی۔ جو مسلسل امتِ مسلمہ کے مختلف ملکوں میں چلتی رہی ہے۔

1977ء میں مکہ مکرمہ میں کانفرنس ہوئی۔ پوری اُمتِ مسلمہ کے ممالک سے intellectual اور ادارے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں یہ بات سامنے آئی کہ ہمارے پاس Scientific knowledge نہیں ہے، پچھلے طویل عرصے سے اُمتِ مسلمہ علم سے کٹ کر رہ گئی ہے، ہم Scientific تحقیقات اور ترقی سے دور ہوچکے ہیں۔ پس اُمتِ مسلمہ کے زوال کی وجہ disconnectivity of knowledge ہے۔

کانفرنس میں شریک اُمتِ مسلمہ کے مفکرین نے فیصلہ کیا کہ امت کے زوال کو عروج میں بدلنے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمِ مغرب میں ہونے والی آج تک کی تمام تحقیقات کو Islamic کیا جائے۔ یعنی ان تحقیقات کو قرآن وسنت کے مطابق کیا جائے اور اُس کے اندر اسلامک پہلوؤں کو شامل کرکے اُس علم کو اپنی اقدار اور اپنی تعلیمات کے اندر ڈھالیں۔

جماعتوں اور تحاریک کی حکمتِ عملیوں کے تجزیہ کا پیمانہ

محترم قارئین! دنیا بھر کے اداروں، جماعتوں یا تحریکوں کی جدوجہد، انہیں پیش آنے والے حالات و واقعات، ان کے ردِعمل اور نتائج کا تجزیہ کرنا چاہیں تو ہمیں کسی پیمانے کا سہارا لینا پڑے گا۔

ہم بین الاقوامی سطح پر مختلف اداروں اور جماعتوں کی تاریخ کو Science of Management کے نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمیں movements کی Management پر تحقیق کے حوالے سے مختلف theories منظر عام پر دکھائی دیتی ہیں۔ movements کی Management کے حوالے سے ایک اہم Approach کو Shifting the burden کا نام دیا جاتا ہے۔ ہم اِس کے مطابق موازنہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ جو مختلف تحریکیں یا movements چلتی رہی ہیں، اِس پیمانے پر اُن کا معیار کیا ہے؟

Shifting the burden Approach کے مطابق جب کوئی مسئلہ کسی کو پیش آتا ہے، چاہے وہ تحریک ہے، movement ہے، ملک ہے، قوم ہے یا ملت، تو اسے deal کرنے کی دو طریقے ہیں:

ایک طریقہ کو Short term solution کہتے ہیں اور دوسرے طریقہ کو permanent and long term solution کہتے ہیں۔ Short term solution اور Approach کے تحت وہ حل symptom based ہوتا ہے۔ مثلاً: کسی مریض کو بخار ہوا تو ہم نے بخار کی گولی دے دی، لیکن ہم نے Test کروا کر یہ چیک نہیں کیا کہ اسے بخار ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کیا وہ عام تھکاوٹ کا بخار ہے یا جسم کے اندر پائی جانے والی کوئی infection ہے جو بخار کی صورت میں نمودار ہو رہی ہے۔ Short term solution یہ ہوگا کہ اِس بخار کو ختم کر دیا جائے۔ جبکہ اس مسئلہ کی long term Approach یہ ہوگی کہ بخار جس وجہ سے ہورہا ہے، اُس کی تحقیق کی جائے، اُس انفیکشن کو جسم سے ختم کیا جائے تاکہ آئندہ کبھی اس وجہ سے بخار نہ ہو۔

قارئین! اِن دونوں Approach کے تحت پوری دنیا کے اندر تحریکوں، اقوام، ملکوں یا اُمتِ مسلمہ کی زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ مختلف ادوار میں، مختلف تحریکیں وجود میں آتی رہی ہیں اور مختلف شخصیات کام کرتی رہی ہیں، کیا وہ symptoms کو Address کر رہی تھیں؟ یا infection کی اصل وجہ کو Address کر رہی تھیں؟ اگر تو تحریکیں symptom کو Address کرتی رہی ہیں تو پھر ہمیں یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہیے کہ وہ تمام مسائل آج بھی جوں کے توں اُمتِ مسلمہ میں موجود ہیں۔ اُمتِ مسلمہ بتدریج تسلسل کے ساتھ زوال کا شکار ہوتی جارہی ہے اور پچھلی کئی صدیوں سے زوال تک جانے کی رفتار تیز ہوتی جارہی ہے۔ بدقسمتی سے پچھلے دو سو سال کے اندر یہ زوال disaster میں تبدیل ہوگیا ہے۔

Symptom based solution اور long term solution کو اس مثال سے بھی بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئی اسکالر اُمت کی اصلاح کے لیے long term solution کے لیے کتاب لکھ رہا ہے جبکہ دوسری طرف کوئی مبلغ اپنی شہرت یا کسی اور مقصد کے لیے سوشل میڈیا کے ذریعے ہر روز اسلام کے حوالے سے کوئی نئی عجیب سی بات کر دیتا ہے اور اس عمل کے لیے اُس کے صرف پانچ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ اب وہ اسکالر جو اُمت کے وسیع تر مفاد اور long term solution کے لیے بہت ہی اہم ریسرچ یا academic کام کر رہا ہے، وہ اپنا سارا کام سائیڈ پر رکھ دیتا ہے اور دوسرے مبلغ کی شرارت پر مبنی تین منٹ کے ویڈیو کلپ کے جواب کی تیاری شروع کر دیتا ہے اور اُس کا پورا دن اُس کے جواب کی تیاری کی نظر ہوجاتا ہے اور پھر وہ جواب دیتا ہے۔ بعد ازاں سوشل میڈیا کا کوئی اور کردار اٹھتا ہے اور وہ کوئی اور بات کر دیتا ہے اور وہ شریف آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے اہلیت دی ہے اور وہ ایک long term solution کے لیے کچھ محنت کر رہا ہے، وہ پھر اُس کے جواب دینے میں مصروف ہوجاتا ہے۔ یوں اُس کی زندگی کے قیمتی سال ضائع ہوجاتے ہیں جبکہ پانچ پانچ منٹ کے کلپ upload کرنے والوں کا کچھ نہیں جاتا۔

تحریکوں اور جماعتوں کی زندگی میں symptoms اور ایشوز آتے رہتے ہیں۔ ایشوز movement کی زندگی میں قدرتی طور پر آتے بھی ہیں اور پیدا بھی کیے جاتے ہیں۔ ایشوز مقصد سے ہٹانے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اُن میں مصروف ہوکر اپنے اصل مقصد سے ہٹ جائیں۔ یہ دنیا کا نظام ہے اور ایسا ہر تحریک کے ساتھ تاریخ کے اندر ہوتا چلا آیا ہے۔

اب اُس تحریک کی قیادت اور اُس تحریک کی حکمت عملی پر منحصر ہے کہ وہ اُن symptom میں مبتلا ہوکر اپنی اصل راہ کو بھول جائے یا اُمتِ مسلمہ کے مسائل کے long term solution کی طرف واپس آجائیں اور اپنے آپ کو بے جا مصروف نہ کریں۔ اگر symptom based Approach ہو تو کبھی بھی اصل مرض کی تشخیص نہیں ہوسکتی اور بالآخر مریض موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے۔ چاہے وہ مریض کوئی ادارہ ہو، چاہے وہ مریض کوئی movement ہو، یا کوئی ملک ہو، یا کوئی قوم ہو، یہاں تک کہ کوئی تہذیب (civilization) ہو۔ تاریخ

بتاتی ہے کہ اس Approach کی حامل civilizations کے وجود تک مٹ چکے ہیں۔

Short & long term حل کے درمیان میں ایک تیسرا راستہ بھی موجود ہے۔ کئی بار long term solution وقت لیتے ہیں، مسئلہ کا علاج جلد ممکن نہیں ہوتا تو ایسی صورت حال میں دونوں طریقہ کار کو اختیار کرنا مناسب ہے۔ جس مریض کو بخار ہے اسے بخار کی گولی بھی دے دی جائے تاکہ اُس کا بخار فوری نیچے آجائے اور ساتھ اُس کی انفیکشن کو بھی ختم کیا جائے یعنی دونوں Approach بیک وقت لے لی جائیں تاکہ اصل مرض کی تشخیص بھی ہو اور اُس کے بنیادی اسباب تک بھی پہنچا جائے اور اُن کا خاتمہ کردیا جائے۔

دینی جماعتوں اور تحریکوں کا ردِعمل اور اس کے نتائج

مختلف تحریکوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ solution کی جدوجہد میں بعض تحریکیں ہمیں علامات (symptom) کا علاج کرتے دکھائی دیکھتی ہیں اور بعض جماعتیں مسائل کے long term solution کے لیے جدوجہد کرتی نظر آتی ہیں۔کئی شخصیات سے symptom کو long term Address کرنے کی کوشش میں solutions صرفِ نظر ہوگئے۔جس کے نتیجے میں چیزیں complicate ہوتی چلی گئیں۔ کئی بار جذبات میں اور مشکلات کی رو میں بہتے ہوئے امن کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے جس کا خمیازہ آج تک ہم بھگت رہے ہیں۔

آیئے! تاریخ کے اوراق سے چند تحریکوں اور جماعتوں کے ساتھ اس تناظر میں پیش آنے والے حالات کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) تحریک اخوان المسلمین

تحریک اخوان المسلمین کی جدوجہد کا جائزہ لیں تو اس تحریک کے بانی امام حسن البناؒ اہل اللہ میں سے تھے اور جلیل القدر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ یقیناً مزاجاً متشدد نہیں ہوں گے۔ وہ ایک فکری شخصیت تھے۔اُنہوں نے اُس وقت کے حالات میں اُمتِ مسلمہ کی غیرت اور حمیت کو زوال پذیر دیکھا تو multidimensional solution مہیا کیا اور 1928ء میں تحریک اخوان المسلمین کی بنیاد رکھی۔ اُس تحریک کا بنیادی مقصد تعلیم کے ذریعے اُمتِ مسلمہ میں شعور اور غیرت پیدا کرنا، اسلام کی اقدار اور تعلیمات کا احیاء کرنا اور اُمت کے ٹوٹے ہوئے تعلق کو جُوڑنا تھا لیکن اس جدوجہد کے دوران مختلف واقعات رونما ہوتے رہے جیسا کہ ہر تحریک کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اُس دوران فلسطین اور اسرائیل کا مسئلہ سامنے آگیا۔ ملک کے اندر ظلم کے کئی واقعات پیش آئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب خوب غور و فکر اور حکمتِ عملی سے آگے بڑھنے کی ضرورت تھی۔ اُس وقت پیش آنے والے واقعات symptom تھے، وہ long term problems نہیں تھے جبکہ جس کام پر اخوان المسلمین گامزن تھی، وہ حقیقی طور پر long term solution تھا کہ اُمتِ مسلمہ کے وقار کو بہتر کرنے کا حل فروغِ تعلیم و شعور کے ذریعے کیا جائے، Scientific، academic development، research based approach کے ساتھ آگے بڑھا جائے اور اُمت کا تعلق دین اور ماڈرن لٹریچر کے ساتھ بحال کیا جائے لیکن درمیان میں ایشوز اور واقعات کے نتیجے میں اس تحریک نے تشدد پر مبنی سخت stand لے لیا اور تشدد کے معاملے میں جوابی تشدد کی راہ اختیار کی لی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جماعت اپنے اصل مقصد (جدید و قدیم تعلیم، ترقی اور شعور کے ذریعے اُمت کا احیاء) کے جس long term solution کے لیے کوشش اور محنت کررہی تھی، اس نے وقتی مسائل میں مبتلا ہوکر اپنی شناخت کو متشدد جماعت میں تبدیل کردیا۔

اِسی دوران امام حسن البنا کو شہید کردیا گیا۔تحریک کی قیادت کی شہادت نے جماعت کے اندر تشدد کو مزید بڑھا دیا۔ نتیجتاً افسوس کہ آج وہ دہشت گرد جماعت کے طور پر پوری دنیا میں جانی اور پہچانی جاتی ہے اور اُس سے وابستہ رہنے والے لوگ بھی Controversial ہوچکے ہیں۔

(۲) سید قطب شہید

لبرل movement کے تسلسل میں ایک اور نام سید قطب شہید کا ہے۔سید قطب کی جدوجہد کے بہت سارے پہلو تھے۔ وہ انتظامی صلاحیتیں رکھنے والے نہایت ذہین اور

مدبر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے نزدیک traditionality اسلام کی conservative approach ہے، وہ ایک لبرل نقطہ نظر اور شناخت کے ساتھ اس امر کے لیے کوشاں تھے کہ ویژن کو روشن کیا جائے، لوگ تعلیم، ماڈرن ترقی اور اجتہاد کی طرف آئیں۔ اسلام جو ایک تالاب (محدود) کی شکل اختیار کر چکا ہے، وہ پھر سے بین الاقوامی شناخت کی حامل ایک طاقتور تہذیب بنے۔ کسی تحریک یا جماعت کی جدوجہد کے دوران جب مخالفت میں حکومت کی طرف سے یا دیگر عناصر کی طرف سے پُرتشدد واقعات رونما ہوں تو یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جہاں پر تحریکی زندگیوں کے اندر قیادت نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اس نے کس حد تک ردعمل دینا ہے اور کہاں سے واپس لوٹ کر اپنے long term solution کی طرف کوشش کرنی ہے۔

سید قطب بھی اپنے زمانے میں رونما ہونے والے مختلف واقعات میں شامل ہوتے ہوتے اپنے افکار میں متشدد ہوتے گئے۔ نتیجتاً انہیں کئی بار جیلوں میں جانا پڑا۔ یہاں تک کہ انہیں پھانسی دے دی گئی۔ یوں ان کی مکمل شخصیت ایک Visionary and Liberal Approach سے متشدد Approach میں تبدیل ہوگئی۔ اُسی کا اثر ہے کہ آج بہت ساری دہشت گرد تنظیمیں سید قطب کے افکار سے رہنمائی لیتی ہیں اور اپنے متشدد رویے کو درست سمجھتی ہیں۔ اس طرح وہ ایسی تحریکوں کے فکری والد بن گئے۔

(۳) سرسید احمد خان

ہمارے معاشرے میں بہت سی مثالیں ہیں کہ کیسے تحریکیں trap ہوجاتی ہیں اور مشکلات کا شکار ہوکر اصل کام یعنی long term solution سے اُن کی نظر ہٹ جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسی شخصیات بھی نظر آتی ہیں کہ جنہوں نے وقتی واقعات میں اپنی توانائیاں ضائع کرنے کی بجائے اپنی تمام تر توجہ long term solution پر ہی مرکوز رکھی۔ اس کی ایک مثال سرسید احمد خان کی ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کی کئی تحریکوں کے فکری بانی تصور کیے جاتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں جب برطانوی راج قائم ہوگیا تو بہت سارے مدارس، علماء اور دانشوروں نے انگریزوں کے راج کو اپنے اوپر، اپنی فکر، دین اور ایمان پر بہت بڑا حملہ تصور کیا۔ انہوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور انگریز کے خلاف مزاحمتی جدوجہد شروع کردی۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو گورنمنٹ سے علیحدہ کرلیا، برطانیہ کے متعارف کردہ British ایجوکیشن سسٹم کو چیلنج کیا کہ ہم اِس کو اختیار نہیں کریں گے، انگلش زبان نہیں سیکھیں گے اور اپنے مدارس کو اُسی نظام پر چلائیں گے جس پر وہ پہلے چل رہے تھے۔ پہلے اُن مدارس کے اندر ریاضی، تاریخ، سائنس اور دیگر دنیاوی علوم کہیں نہ کہیں پڑھائے جاتے تھے مگر اب کیونکہ اسلامی دنیا سے وہ literature produce ہونا بند ہوگیا تھا اور اب زیادہ تر ان علوم اور مضامین پر یورپین کام کر رہے تھے، لہٰذا مدارس میں پہلے سے رائج دنیاوی علوم کی کتب اور مضامین کو اس لیے پڑھانا بند کر دیا کہ یہ تمام لٹریچر یورپ کی طرف سے آتا ہے۔ انھوں نے اِن تمام دنیاوی علوم کا باب اپنے مدارس پر بند کردیا۔ احتجاج کرتے ہوئے اس فکر کے علمبرداروں نے یہ نہیں سوچا کہ ہم اِن کتابوں سے اپنے طلبہ کو دور کرکے اپنی اگلی نسلوں کو جہالت میں مبتلا کر دیں گے۔ اُنہوں نے اُس وقت ایک جذباتی فیصلہ کیا کہ ہم اِن کا بائیکاٹ کریں گے۔ یہ نہیں سوچا کہ اِس بائیکاٹ کا نقصان کس کو ہوگا؟ نتیجے میں اپنے آپ کو خود محدود کرلیا اور دیوار سے لگایا لیا۔ یہ ایک symptom تھا۔ بہت ساری شخصیات اُس symptom میں مبتلا ہوکر رہ گئیں۔

سرسید احمد خان کی نظر نے کچھ اور دیکھا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اِس وقت aggressive ہوکر جواب دینا حل نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اِس وقت برصغیر پر اپنا راج قائم کر چکے ہیں۔ سرسید احمد خان نے اُس وقت اُن سب کے درمیان long term solution کی طرف سوچا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر اِس خطے کے اندر اُمتِ مسلمہ کی بقاء چاہتے ہو تو نوجوانوں کو روزگار بھی چاہیے ہوگا اور روزگار اسے ملے گا جو انگریزی زبان سیکھے گا، لہٰذا انگریزی زبان سیکھو۔

جذباتی فیصلوں کے نسلوں پر اثرات

اس وقت علماء کا مؤقف یہ تھا کہ جو انگریزی سیکھے گا، وہ Britishراج کو سپورٹ کرے گا۔ یہ جذباتی بات تھی اور سننے والوں کو اچھی لگتی تھی۔ جیسا کہ آج کل کی دنیا میں کوئی واقعہ ہوتا ہے جو یقیناً ہمارے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے تو اس کے ردِعمل میں پاکستان اور کئی ملکوں میں تحریکیں شروع ہوجاتی ہیں اور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ چند لوگوں کے بائیکاٹ سے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جب تک اجتماعی طور پر کوئی کام نہیں کیا جاتا، تب تک وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

اگر حقیقی معنوں میں بعض کمپنیوں، اداروں یا organization کا بائیکاٹ کرنا ہو تو پھر جو روزمرہ کمپیوٹر استعمال کرتے ہیں، کیمرہ اور موبائل اور دیگر آلات ضروریہ، جن کے بغیر آج ہم زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے، تو یہ تمام آلات کن کی ایجاد اور کن کی Production ہیں؟ اگر سوفیصد بائیکاٹ کیا جائے تو پھر اِن ساری سہولیات سے بھی سبکدوش ہوجائیں۔ علاوہ ازیں ہم سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں۔ فیس بک، یوٹیوب انھیں کون لوگ چلاتے ہیں؟ ایک طرف ہم اُن ہی لوگوں کے آلات اور ایجادات کے ذریعے اپنے احتجاج ریکارڈ کرواتے ہیں اور دوسری طرف اُن ہی کی بنائی گئی صرف چند ایک چیزوں کے بائیکاٹ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر احتجاج کرنا ہے تو پہلے اُن تمام ذرائع کا بھی بائیکاٹ کریں جن کے ذریعے ہم زندگی کے بقیہ معاملات کو چلا رہے ہیں۔ اگر ایسا کریں تو اُس کے بعد اُمتِ مسلمہ کے پاس احتجاج ریکارڈ کروانے کا کوئی پلیٹ فارم ہی نہیں ہوگا۔ اب بائیکاٹ کے مطالبے کے بعد اگر یہ چیزیں ہماری زندگی سے نکل جائیں تو ہم کتنی جہالت میں چلے جائیں گے۔

انگریزوں کے برصغیر پر تسلط کے بعد اُس زمانے کی کچھ ضرورتیں تھیں، نیا ایجوکیشن سسٹم وجود میں آرہا تھا، جس کے ذریعے سے نوکریاں ملتی تھیں۔ مغل بادشاہت کے اندر ہر جگہ مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی کسی نے سوچا تھا کہ اچانک وہ نوکریاں کیسے ختم ہوگئیں۔ ایک تحریک کے نادانی پر مبنی فیصلوں کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کے اندر بے روزگاری آ گئی۔ اُنہوں نے فتوے جاری کردیئے تھے کہ ہم نے اِن کو سپورٹ نہیں کرنا، ہمارے لوگ انگریزی نہیں سیکھیں گے، ہمارے لوگ اِن کے پاس نوکری نہیں کریں گے۔ نتیجتاً اُمتِ مسلمہ میں اچانک معاشی بدحالی آ گئی۔

دوسری طرف وہ اقوام جو انڈیا میں رہتی تھیں، وہ انگریزوں کے قریب ہوگئے اور ترقی کرنے لگے۔ اِسی زمانے کے اندر وہ معاشی اور اقتصادی طور پر بھی مستحکم ہوگئے، اُن کے ایجوکیشن سسٹم بھی بہتر ہوگئے جبکہ وہ فنڈنگ جو اُس زمانے میں مدارس کو جایا کرتی تھی، وہ بھی بند ہوگئی۔ ان جذباتی فیصلوں کی وجہ سے ہم نے اپنے نصیب اور قسمت کے اوپر خود تالے لگا لیے۔

اِس دور میں سرسید احمد خان نے علی گڑھ movement کی بنیاد رکھی۔ اُنہوں نے کہا کہ اُمتِ مسلمہ کے مسائل کا اصل حل تعلیم کے اندر ہے۔ نوجوانوں کو صحیح معنوں میں ماڈرن ایجوکیشن کے ساتھ اسلامی اخلاق، تعلیم اور تربیت کے ذریعے اِس طرح تیار کیا جائے کہ ایسا Out stander human sourceمسلمانوں کے علاوہ کسی قوم کے پاس نہ ہو تو اُمتِ مسلمہ کا کھویا ہوا وقار بھی لوٹے گا اور اُمتِ مسلمہ کے مسائل بھی حل ہوں گے۔ اُنہوں نے تشخیص کیا کہ تعلیم اور تربیت دو ایسے امور ہیں کہ جو اُمتِ مسلمہ کو اِن مشکل حالات میں بچا سکتے ہیں۔

یہ علی گڑھ movementکے نتائج تھے کہ علی گڑھ یونیورسٹی وجود میں آئی، پھر علی گڑھ تحریک نے ایسا پلیٹ فارم دیا جس پر مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ پھر اسی تحریک کے تحت کئی ادارے وجود میں آئے۔ قیامِ پاکستان کی تحریک میں جو بھی قیادتیں اور شخصیات میسر آئیں جو قائداعظم کے دست وبازو بن کر پاکستان بنانے میں مددگار اور معاون بنے، وہ شخصیات اور قائدین علی گڑھ movementنے مہیا کیے جبکہ بائیکاٹ کرنے والے لوگ جو اُس وقت پیچھے ہٹ گئے تھے، وہ وہیں رہ گئے۔

اُس زمانے میں یہ لگتا تھا کہ شاید علی گڑھ تحریک اپنے مقاصد سے ہٹ گئی ہے۔ اُن پر علماء نے بہت سے فتوے بھی لگائے اور کہا کہ یہ انگریزوں کو سپورٹ کرتے ہیں، اُن کے

خلاف نہیں بولتے، بزدلی کا ثبوت دیتے ہیں اور مسلمانوں اور انگریزوں کی دوستی کروانا چاہتے ہیں۔ اِس قسم کی باتیں ہوتی تھیں لیکن سرسید احمد خان کی نگاہ مستقبل کی نسلوں پر تھی کہ اگلا دور کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟

امت کے علمی زوال کا ذمہ دار کون؟

اس موقع پر یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ ہمارے ہاں عموماً یہ مغالطہ پایا جاتا ہے کہ ماڈرن سائنسز کو نہ اپنانے کی ذمہ دار صرف اس دور کی قیادت ہے۔ ایسا نہیں ہے، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ماڈرن سائنسز کو ترک کرنے میں پرانے تمام ادوار کا حصہ ہے۔ discontinuity کے اس الزام سے کوئی مبرا نہیں ہے۔ اسلامی دنیا پر جتنے بھی حکمران رہے، مغل ہوں یا عثمانی ہوں، ہر ایک نے اُمتِ مسلمہ کے زوال میں اپنا ایک کردار ادا کیا ہے۔ اسلام کا وہ سنہری دور جب دنیا کی اکثر ایجادات کے موجد مسلمان سائنسدان تھے، Surgical equipment کی ایجاد، کاغذ کی ایجاد، space development، Astor liberties، ہوائی طیارہ اور پہلی پرواز، دنیا کی پہلی یونیورسٹیز القراوییوں، الزیتونہ، الازہر، جامعہ نظامیہ بغداد، جامعہ نظامیہ دمشق کا قیام اور اسلام کی تاریخ میں اِن کا کردار اور اِن کے لٹریچرز، یہ تمام کام مسلمانوں کے ابتدائی آٹھ نو سو سال کا ہے۔

پچھلے سات آٹھ سو سال کے اندر اُمتِ مسلمہ یہ سارے کام چھوڑ چکی تھی۔ وہ زمانہ جس کے اندر مذکورہ کام ہوئے اور اِن سے بھی بڑھ کر مسلم سائنسدانوں کی طرف سے اعلیٰ ایجادات ہوئیں اور نئے نئے علوم وفنون منظرِ عام پر آئے، یہ سب کچھ آٹھ نو سو سال پہلے بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانہ میں ہوا۔ بعد ازاں عثمانی آ گئے، اِنہوں نے تقریباً پونے سات سو سال تک حکومت کی، برصغیر میں مغل آ گئے اور انھوں نے تقریباً ساڑھے تین سو سال حکومت کی۔ الغرض یہ سارے طبقات جن سے ہم کئی بار بہت زیادہ متاثر ہوجاتے ہیں، اِن ادوار میں کوئی Scientific development نہیں ہوئی۔ کوئی ایک بڑی قابلِ ذکر یونیورسٹی بھی اُمتِ مسلمہ کے ریکارڈ پر مغل اور عثمانیوں کے زمانے میں نہیں آئی۔ اِن کے رجحانات تاریخی عمارتوں، مساجد اور محلات بنانے کی طرف تھے۔ اِن کے یہ ادوار امتِ مسلمہ کو علمی زوال کا شکار کرنے کے ذمہ دار تھے۔ سلطنتِ عثمانیہ ختم ہوئی تو وہ خود اُس کے ذمہ دار تھے، اگر مغل سلطنت ختم ہوئی اور British راج قائم ہوا ہے تو یہ لوگ اِس کے ذمہ دار تھے کیونکہ کوئی علمی اور سائنسی ترقی نہیں کررہے تھے۔ یہاں تک کے اسلحہ سازی کے کام بھی دوسری اقوام کو سونپ رکھے تھے۔ جن اقوام کو ہم نے اپنی آرمی اور ملکی وقومی دفاعی راز سونپ رکھے ہوں تو جب کبھی اُن کے مفاد پر کوئی ٹھیس آئے اور وہ ہمارا سب کچھ جانتے ہوں تو کیا ہم اُن سے محفوظ ہوں گے؟ یہی عثمانی اور مغل سلطنت کے ساتھ ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کا یہ زوال پچھلے چھ سو سال کے اندر آیا تو اِن پچھلے چھ، سات سو سال میں اُمتِ مسلمہ پر جو جو جہاں جہاں حکمران تھا، وہ سب اس کے ذمہ دار ہیں، اُن سب سے سوال کیا جانا چاہیے:

مجھے رہزنوں سے غرض نہیں
تیری رہبری کا سوال ہے

جب اُمتِ مسلمہ زوال کا شکار ہو رہی تھی تو جو جو رہبر تھا، ہر ایک ذمہ دار ہے اور جو جتنا بڑا رہبر تھا، وہ اُتنا ہی بڑا ذمہ دار ہے۔

دہشت گردی کے مسئلہ پر تحریکوں کا ردعمل اور اس کے نتائج

مختلف شخصیات اور تحریکوں کی تاریخ کے مختصر سے مطالعہ کے بعد آیئے اب آج کے دور کا جائزہ لیتے ہیں کہ جب عالمی سطح پر انتہاپسندی اور دہشت گردی کی لہر وجود میں آئی جس نے پوری اُمتِ مسلمہ کو گھیرے میں لے لیا تو مسلمانوں کے اندر اس حوالے سے کئی سوچیں اور تحریکیں وجود میں آئیں۔ کئی ایسے لوگ تھے جو عالمِ مغرب سے اُمتِ مسلمہ کا دفاع کرنے چلے کہ ہم تحفظ کریں گے، ظلم ہو رہا ہے، کسی نے کشمیر کا حوالہ دیا، کسی نے دوسرے کسی اور ملک کا حوالہ دیا، اس طرح مختلف تحریکیں وجود میں آ گئیں لیکن یہ تحریکیں بذاتِ خود انتہاپسندی پر مبنی تھی انہوں نے symptoms دیکھیں کہ ظلم ہوا ہے تو

جواب میں جذباتی ہو کر اُنہوں نے کہا کہ ہم بھی اسی طرح کا جواب دیں گے لیکن کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ چالیس، پچاس سال بعد پوری اُمتِ مسلمہ کے اوپر دہشت گردی کا چارج لگ جائے گا۔ ان لوگوں اور تحریکوں کا ردِعمل long term approach نہیں تھی۔ مسئلے کا حقیقی حل اُس وقت کچھ اور ہو سکتا تھا یا کیا جانا چاہیے تھا لیکن تشدد کے جواب میں تشدد کی approach کو فیصلہ کن سمجھا گیا اور اسے اختیار کر لیا گیا۔ اُس وقت شاید کچھ وقت کے لیے کوئی کامیابی مل گئی ہو لیکن آج پوری اُمتِ مسلمہ دہشت گردی کے الزام سے دوچار ہے۔ اب کیا کوئی ان سے پوچھ سکتا ہے کہ پچھلی دہائیوں میں جن لوگوں نے اپنی اِس فکر کے تحت جذبات کے ساتھ جانیں دیں، اُس کا امت کو کیا فائدہ ہوا؟

تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی زندگی کے کم و بیش بیس سال اُمتِ مسلمہ پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الزام مٹانے کے لیے صرف کیے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بہت حد تک اُس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ شیخ الاسلام کا یہ اقدام ایک long term approach اور solution کی بات تھی۔ اُس کے برعکس بعض طبقوں نے خلافت کی بات کی، کسی نے کوئی نعرہ لگایا، کسی نے کوئی نعرہ لگایا، نتیجتاً ساروں کو دہشت گردی کے چارج مل گئے۔

موجودہ دور کی دینی جماعتوں اور تحریکوں کا کردار اور اُن کے اثرات

پاکستان کے اندر پچھلے کچھ عرصے سے آقا ﷺ کی محبت اور ناموسِ رسالت کے حوالے مختلف تحریکیں وجود میں آئی ہیں اوران میں سے کئی جماعتیں کچھ واقعات کے ظہور میں آنے کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی سے اُمتِ مسلمہ کی دل آزاری ہوئی، اُمتِ مسلمہ کو دکھ ہوا، تکلیف پہنچی، نتیجتاً یہ تحریکیں اور جماعتیں وجود میں آ گئیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کے دور میں تحریکوں کو کیا کرنا چاہیے؟ symptom کو کس حد تک Address کیا جانا چاہیے اور مسئلہ کا long term حل کیسے تلاش کرنا چاہیے؟ ایسا تو نہیں کہ کہیں ہم trap ہو رہے ہوں؟ جب ان تمام معاملات سے نگاہ اوجھل ہوگئی تو نتیجتاً یہ ہوا کہ وہ لوگ جو آقا ﷺ کی محبت کے نام پر یا ناموسِ رسالت کے لیے نکلے تھے، اُن سے سڑکوں پر اشتعال اور غصے سے ظلم وستم ہوا، املاک کا نقصان ہوا، حتی کہ لوگوں کی جانیں گئیں مگر اُن سب کی زبان پر نعرہ آقا ﷺ کی محبت اور تحفظِ ناموسِ رسالت تھا۔ ان جماعتوں کے اس طرح کے ردِعمل کا نتیجہ کچھ دنوں بعد یہ ہوا کہ اُس جماعت کو دہشت گرد اور کالعدم تنظیم یا تحریک ڈکلیئر کردیا گیا۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ نادان دوستوں کے جذبات کے تحت کیے گئے اس عمل کے نتیجہ میں ناموسِ رسالت کا نعرہ بھی بلیک لسٹ میں ڈال دیا گیا، اس لیے کہ یہ اُس تنظیم یا تحریک کا نعرہ ہے جسے دہشت گرد قرار دیا گیا ہے۔ اب پانچ سال یا دس سال بعد پاکستان کے اندر یا باہر کوئی عام آدمی جو آقا ﷺ سے محبت رکھنے والا ہے، وہ جذبات کے اندر یا کسی مشکل گھڑی یا ظلم کے اندر یہ نعرہ لگاتا ہے یا کوئی آدمی کسی بھی اسٹیج پر کبھی آقا ﷺ کی محبت کے لیے نکلنا چاہے تو بعض لوگوں کی نادانی نے یہ کام آسان کر دیا ہے کہ اِن لوگوں کو بھی دہشت گرد ڈکلیئر کر دیا جائے۔

سمجھانا یہ مقصود ہے کہ symptom اور long term solution میں فرق ہے۔ کوئی ایک مسئلہ رونما ہوتا ہے، اس پر تحریکیں وتنظیمیں جذباتی ہوجاتی ہیں۔ اُس کا حل ہم جذباتی طریقے سے سوچتے ہیں۔ غور طلب مقام یہ ہے کہ وہ واقعہ ایک trap بھی ہوسکتا ہے، وہ تحریک کو long term مقاصد سے ہٹانے کی ایک سازش بھی ہوسکتی ہے۔ لہذا آج کے دور میں دینی تحریکوں کو اپنے فریضہ اور ذمہ داری پر غور وفکر کرنا ہوگا۔ کیونکہ آج کیے گئے ہر فیصلے اور اقدام کا خمیازہ ہمارے بعد آنے والی دس، بیس، نسلیں بھگتیں گی۔ یہ فیصلہ آج کی دینی تحریکوں نے کرنا ہے کہ وہ کس طرح کی سنجیدہ سوچ کو لے کر چلنا چاہتی ہیں۔

تعلیم وتربیت کی ناگزیریت

سید جمال الدین افغانیؒ سے لے کر سر سید احمد خان اور

علامہ اقبال تک تمام شخصیات نے بنیادی توجہ تعلیم وتربیت کی طرف مبذول کی ہے۔ ہر ایک تحریک اور شخصیت نے long term solution تعلیم وتربیت کو قرار دیا ہے۔ لہذا تحریک کے دوران ان دونوں اُمور یعنی "تعلیم وتربیت" سے نگاہ نہ ہٹنے پائے۔ یہ بات درست ہے کہ راہ میں بہت سارے ایشوز آتے ہیں اور واقعات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے کچھ دیر ان چیزوں کو Address کرنا پڑتا ہے لیکن فوکس ہمیشہ long term solution کی طرف رہے، اس میں اُمت کی فلاح ہے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت انتہائی ضروری ہے۔ اخوان المسلمین اور دیگر تحاریک کی حکمتِ عملی سے یہ بات واضح ہے کہ جب ورکرز کو صرف اور صرف جذبات پر تیار کیا جا رہا ہو اور انھیں صبر وتحمل نہ سکھایا جائے، اخلاقیات نہ سکھائی جائیں اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے صرف جذبات سے بھر دیا جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب کوئی بڑا حادثہ کسی تحریک کے ساتھ ہوجائے تو نتیجتاً ورکر آؤٹ آف کنڑول ہوجاتا ہے اور پھر تشدد پر آمادہ ہوجاتا ہے، اپنے اوپر دہشت گردی کا چارج بھی لگا لیتا ہے اور بالآخر اس نظریہ اور اُس تحریک کا وجود بھی ختم ہوجاتا ہے۔

امام حسن البنا کو شہید کیا گیا، نہ صرف شہید کیا گیا بلکہ اُن کے سارے لوگوں کو قید کردیا گیا۔ قید کرنے کے بعد حالات یہ تھے کہ جب اُن کے جنازے کو قبرستان تک لے جانا تھا تو کسی ایک شخص کو بھی اُن کی میت کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں تھی۔ اُن کے بوڑھے والد اور گھر کی عورتیں کندھا دے کر اُن کی چارپائی کو قبرستان تک لے گئے۔ جب حکمت نہ رہے تو اِس طرح کے مشکل حالات درپیش آتے ہیں۔ بہت ساری تحریکوں کے اندر ہم ایسے حالات دیکھتے ہیں، اس بناء پر یہ چیز واضح ہوجاتی ہے کہ تربیت کیوں ضروری ہے؟

کوئی تحریک یا جماعت کی قیادت جہاں دین کی حمیت، دین کی غیرت، دین کی محبت، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے جینا، مرنا اور محنت کرنے کے لیے جذبہ اپنے کارکنان میں پیدا کرتی ہے وہاں اُس کے ساتھ ضروری ہے کہ اُس ورکر کی روحانی تربیت بھی کی جائے۔ روحانی تربیت یہ ہے کہ پہلے فکر پیدا کی جائے، پھر اُس کو تعلیم سے آشنا کیا جائے اور پھر روحانی تربیت سے گزار کر انھیں صبر، توکل، رضا، امن اور اخلاق کا پیکر بنایا جائے۔

ہماری بہت ساری لبرل movement جو اسلام کی بقاء اور دفاع کے لیے اُٹھی ہیں، اُن میں روحانی تربیت کا پہلو نظر نہیں آتا۔ اِن ساری تحریکوں کی تاریخ دیکھ لیں، اِن میں مختلف عقائد رکھنے والے ہوں گے، بعض تصوف کے ماننے والے ہیں لیکن وہ تصوف اُن کی روزمرہ کی زندگی میں کارفرما نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب مشکل حالات آجائیں تو پھر انسان کا نفس، اُس کے جذبات، غصہ اور جارجیت اُس کو جس سمت لے جائیں، وہ شخص اُسی طرف چلا جاتا ہے۔

اِس کے برعکس اگر کسی تحریک کے کارکن یا رفقاء کی نظریاتی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی ہوئی ہو، اُس کو صبر کے جام بھی پلائے گئے ہوں، اُس کو صبر کرنا بھی سکھایا گیا ہو، اُس کو اللہ کی رضا پر راضی رہنا بھی سکھایا گیا ہو، اُس کو ایثار اور قربانی بھی سکھائی گئی ہو، اُس کو مشکل حالات پر اللہ کی رضا پر خاموش ہوجانا بھی سکھایا گیا ہو تو یہ اُس کی روحانی تربیت ہے۔ ایسے تربیت یافتہ کارکنان اگر کسی موقع پر خدانخواستہ بغیر رہنمائی (unguided) کے رہ جائیں تو اُن کے باطن میں پوشیدہ روحانی تربیت کے جواہر اُن کے گائیڈ بن جاتے ہیں جو اُن کو آؤٹ آف کنڑول اور بے لگام نہیں ہونے دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے عظیم رفقاء، وابستگان اور ورکرز کے بارے میں ہر کوئی حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ دھرنے کے دنوں میں اس قدر نظم وضبط اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیسے ممکن ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے رفقاء میں سے کسی تک براہِ راست قائد کی آواز نہیں بھی پہنچتی تو اُس کا کردار تربیتِ قائد نے اس قدر سنوار دیا ہوا ہے کہ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کرنا جو تحریک کے مزاج کے منافی ہو۔ ایسا اِس لیے ہے کہ اُسے صرف جذبات ہی کی

خوراک نہیں دی گئی بلکہ روحانی تربیت بھی کی گئی ہے۔ انھیں کہیں کسی میدان میں تنہا بھی چھوڑ دیں، تب بھی انھیں پتہ ہے کہ ہم نے اپنی جدوجہد میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرنا، ہم نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے اور حق کے لیے جو جدوجہد کرنی ہے، اس جدوجہد میں جان تو دے سکتے ہیں مگر کسی کی جان لے نہیں سکتے۔ یہ سوچ اور شعور ان کارکنوں میں اُس روحانی تربیت نے پیدا کیا ہے جس کے باعث وہ نظم وضبط میں رہتے ہیں۔ تحریک کے کارکنان اگر کسی جگہ پر جا کر دھرنا بھی دیتے ہیں تو وہ عوامی املاک کو نقصان نہیں پہنچاتے، چاہے انھیں کوئی روکنے والا ہو یا نہ ہو، کیونکہ وہ اپنے باطن میں ایک امن پسند انسان بن چکے ہیں۔ انھیں امن پسند انسان اُن کی روحانی تربیت نے بنایا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی زندگی کی بنیاد یہی تعلیم اور تربیت ہے، یہ دوایسی چیزیں ہیں جو قوموں کو بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

اسے اس مثال سے سمجھیں کہ بچے چھوٹے ہوتے ہیں، انھیں خشیت الٰہی یا خوفِ الٰہی کا تصور نہیں ہوتا۔ اُن کے نزدیک وہی خوف ہے جو نظر آتا ہے۔ اُن کے نزدیک والدین کا خوف ہوتا ہے کیونکہ والدین اُنھیں نظر آرہے ہیں لیکن جیسے جیسے وہ بچہ اٹھارہ، انیس، بیس سال کا ہو جاتا ہے اور اُس کے والدین بوڑھے ہوجاتے ہیں تو اب اُس کو سامنے نظر آنے والا خوف تنگ نہیں کرتا۔ اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اُس کے بالغ ہونے سے پہلے پہلے اپنے خوف سے ہجرت کروا کر اُس بچے کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کردیں۔ اگر کسی اولاد میں والدین اپنے خوف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو پھر اسے دنیا کے کسی صحرا میں بھی اکیلا چھوڑ دیں تو تب بھی وہ بچہ کبھی غلط کام نہیں کرے گا۔ اگرچہ اب اُس کے سامنے والدین نہیں ہیں لیکن اب اُس کے دل میں خوفِ الٰہی ہے جو اُس کے لیے کافی ہوجائے گا۔ یہ خوفِ الٰہی، روحانی تربیت سے داخل ہوتا ہے۔

یہی صورت حال کارکن کی ہے کہ کوئی اُس کو کنٹرول کرنے والا یا گائیڈ کرنے والا پاس نہ بھی ہو، اُسے اُس کی قیادت کی آواز نہ بھی پہنچ رہی ہو مگر اُس کے خمیر میں ہے کہ وہ کسی کی املاک کا نقصان نہیں کرسکتا، وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، کسی کی حق تلفی نہیں کرسکتا، کسی کی چوری نہیں کرسکتا اور لوگوں کو ہمیشہ امن وامان دینے والا ہے۔ روحانی تربیت سے خدا خوفی اُس کے اندر پیدا ہوگئی ہے، اب اسے جہاں بھی چھوڑ دیں گے وہ کسی کے لیے نقصان کا باعث نہیں بنتا۔

قارئین محترم! ذرا سوچئے! اُمتِ مسلمہ میں تعلیم وتربیت کی کمی ہے۔ تعلیم جس میں سب سے پہلے قرآن وسنت ہے، پھر اُس کے ساتھ جدید سائنسی تعلیم ہے یعنی دین کے ساتھ دنیا کی تعلیم کا امتزاج اور اُس کے ساتھ تربیت کا عمل دخل۔ ایسے بندے کو دنیا میں کہیں بھی لے جائیں، اس کی تربیت اسے غلط کام نہیں کرنے دے گی اور تعلیم دنیا کے ہر محاذ پر Professionally اسے بلند کر دے گی۔ یہ دو چیزیں اگر اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد میں پیدا ہوجائیں تو خود بخود ترقی اُس کے قدم چومے گی اور اُمتِ مسلمہ زوال سے نکل آئے گی۔ اگر تربیت کا عمل دخل نہ ہو تو چوری، ملاوٹ، قتل وغارت، جھوٹ اور نفسانی معاملات انسان پر حاوی ہوجائیں گے۔ پھر بندہ صرف نام کا مسلمان ہوگا اور اُمتِ مسلمہ زوال سے عروج کی جانب گامزن نہیں ہوسکتی۔

تحریک منہاج القرآن کا کردار

محترم قارئین! میں نے عرض کیا کہ اُمتِ مسلمہ جب سے زوال کا شکار ہوئی ہے، اس کا سبب آج بھی جوں کا توں ہے اور اُس کا حل آج بھی وہی ہے جو حل آج سے سو سال پہلے تھا۔ جس حل کی بات سرسید احمد خان کر رہے تھے، جس کی بات علامہ محمد اقبال نے کی، آج بھی علاج اور دوا اِس کی وہی ہے اور وہ راز ''تعلیم وتربیت'' ہے۔ اگر حکمرانوں میں غیرت جاگ جائے، کوئی ملک علم کی تحریک کو لے کر چلنے والا بن جائے تو پھر صورت حال مختلف ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیکڑوں سال کی تاریخ میں اسلام کے تحفظ، اسلام کی بقاء اوراسلام کے کھوئے ہوئے وقار کی بحالی کے لیے حکومتوں نے کبھی بین الاقوامی سطح پر کوئی تحریک نہیں چلائی۔ انفرادی سطح

(Individual) پر اللہ رب العزت جنھیں غیرت عطا فرماتا ہے، وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی خاطر محنت اور کوشش کرتے ہیں اور اپنی حدود کے ساتھ چلتے ہیں کیونکہ اُن کے اوپر Local اور International pressures بھی ہیں۔

اِس دور میں تحریک منہاج القرآن کی انفرادیت یہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے جس تحریک کی بنیاد رکھی، اس نے اصل مسائل کے حل کی طرف توجہ دی۔ آپ نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد تعلیم وتربیت پر رکھی اور اُس کی عظیم مثال یہ ہے کہ شیخ الاسلام اور منہاج القرآن گزشتہ 41 سال میں ہر محاذ پر Symptom Address کرتے رہے ہیں لیکن تحریک اور تحریک سے تعلق رکھنے والے تمام احباب کی تعلیم وتربیت پر اصل توجہ مرکوز رکھی ہے۔ کیونکہ اگر ایک خاندان سنورتا ہے تو اس خاندان میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے اور پھر سنورنے کا یہ سلسلہ تدریجاً آگے بڑھتا رہتا ہے اور اخلاقی روحانی تربیت کے ذریعے معاشرے میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ لازمی بات ہے کہ یہ لمبے سفر ہیں، شارٹ ٹرم چیزیں نہیں ہیں۔

بے صبری اور غیر ضروری ردعمل

ایک اور بڑا مسئلہ تحریکوں کے اندر بے صبری کا ہے۔ ہم لوگ نتائج کے لیے بے صبر ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں ہماری زندگی ستر، اسی سال کی ہے اور اللہ رب العزت کے لیے یہ عرصہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہم لوگ اپنی زندگی اور اپنی عمر کے حساب سے دیکھتے ہیں کہ کام کرتے اِتنا طویل عرصہ ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ قوم کی تقدیر کب بدلے گا؟ یاد رکھیں! افراد کی ظاہری زندگی اور عمر کے مطابق اللہ تعالیٰ قوموں کی تقدیر نہیں بدلتا، قوموں کی زندگیاں سیکڑوں اور ہزاروں سال پر محیط ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے نظام ہیں۔ انسان نے جدوجہد کرنی ہے۔ بے صبری تحریکی زندگیوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے کیونکہ بے صبری کی وجہ سے غلط فیصلے ہوتے ہیں اور جب غلط فیصلے ہوتے ہیں تو نتیجتاً تحریک کی بہت ساری جدوجہد تشدد (militancy) کی طرف چلی جاتی ہے۔ تحریکوں کی زندگی میں بے صبری ایک سب سے بڑی رکاوٹ ہے جس سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ صبر اور برداشت پیدا کرنے کے لیے دینی تحریکوں کو اپنے ورکرز کی روحانی تربیت کرنی چاہیے۔

تحریکی زندگی میں جذبات ضروری ہیں لیکن صرف جذبات تحریکوں کی زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اِسی طرح تحریکوں کو ایسے نعرے جن کا تعلق ہماری مذہبی اقدار، روایات اور حساس امور کے ساتھ ہے، ایسے نعرے کبھی اپنی سیاسی جدوجہد کے اندر نہیں لانا چاہیے۔ جیسا کہ ہم اس کی مثال ماضی قریب میں اپنے ملک میں دیکھ چکے ہیں۔ ہماری ایک چھوٹی کمزور بات کی وجہ سے دین کا ایک بڑا مسئلہ متنازعہ بن گیا۔ آج بہت حساس حالات ہیں، اِس میں ان چیزوں کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

تحریک منہاج القرآن کی شناخت مذہبی شناخت ہے۔ ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ، احیائے اسلام اور اِحیائے دین کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن 2013ء اور 2014ء کے دھرنوں کی جدوجہد ایک سیاسی نوعیت کی تھی۔ شیخ الاسلام نے اس پوری جدوجہد کے دوران اپنا ایجنڈا، اپنے خطابات اور اپنی گفتگو ہر چیز کو سیاسی گفتگو کے دائرے میں رکھا۔ کرپشن کی بات کی، آئین پاکستان کے آرٹیکلز کے نفاذ کی بات کی، غریب عوام کے حقوق کی بات کی، آپ نے خالصتاً ان ایشوز کے اوپر فوکس رکھا۔ حتی کہ شناخت مذہبی رکھنے کے باوجود مذہبی نعرہ (slogan) کو اُس تحریک کا حصہ نہیں بنایا۔ یہ کام حکمت والی عظیم قیادت ہی کرسکتی ہے کہ جس کو احساس ہو کہ میں نتائج بھی حاصل کروں اور مجھے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور دین کے اہم یا حساس امور کو بھی متنازعہ نہیں بنانا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں بہت ساری تحریکیں ایسی ہیں کہ جو اپنی زبان ہی یہ رکھتے ہیں اور ایجنڈا میں مذہب کو اِتنا استعمال کرتے ہیں کہ نوجوان نسل مذہب سے بیزار ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اِس کے علاوہ بعض تحریکوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں سیاسی طور پر hijack بھی کر لیا جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ لیڈر شپ کے ذریعے یا بعد میں آنے والی لیڈر شپ کے ذریعے کوئی شعوری اور عمداً ہائی جیک کرے۔ نہیں، بلکہ حالات و واقعات اِس طرح کے ہوتے ہیں، traps اِس طرح کے

بنائے جاتے ہیں کہ احساس بھی نہیں ہوتا اور کسی ایک سمت پر وہ نکل جاتے ہیں۔ آج دینی تنظیموں اور تحریکوں کو اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ پہلے ادوار سے کئی بڑھ کر تحریکوں کو سیاسی ہائی جیک کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آج کے زمانے کے اندر جو دینی تحریکیں ہیں، اُنھیں symptom کو Address کرنا چاہیے لیکن long term approach جو تحریک کے مقاصد میں سے ہو، اُس کو کبھی نظر انداز نہ کریں اور اپنے وقت کا ستر فیصد حصہ اُسی پر مرکوز رکھیں جبکہ تیس فیصد اپنی انرجی اور وسائل symptom پر خرچ کریں۔

آج کے دور میں دینی تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت کو بطور long term solution اپنائیں۔ تعلیم وتربیت کے ذرائع سکولز، یونیورسٹیز، کالجز، جامعات اور مدارس ہیں۔ تربیت کے لیے بہت ساری دینی، علمی، روحانی سرگرمیاں ہیں، جیسے منہاج القرآن کی بہت ساری سرگرمیاں ہیں۔ اسی طرح تعلیم و تربیت کے سامان میں سوشل میڈیا بھی ہے، خطابات بھی ہیں، کتابیں بھی ہیں، کانفرنسز بھی ہیں، سیمینارز بھی ہیں لیکن تعلیم وتربیت، فکری اور اخلاقی آبیاری، روحانی تربیت اور علمی طور پر Professionally ترقی کرنا، یہ کسی بھی تحریک کے لیے اشد ضروری ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے معاشرے کی ہر جہت سے تعلیم و تربیت کا اہتمام کرکے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تحریک منہاج القرآن اس صدی کی تجدیدی تحریک ہے۔ تحریک منہاج القرآن اللہ تعالیٰ کے کرم اور انعام، آقا ﷺ کی توجہات سے شیخ الاسلام کی ہدایات میں رواں دواں ہے اور نہایت ہی حکمتِ عملی سے اُمتِ مسلمہ کے اصل مسائل کو Address کرنے میں مصروف عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو قائم و دائم رکھے اور اس کے ذریعے احیائے اسلام، تجدید دین اور اصلاحِ احوال کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

فروغِ عشقِ رسول ﷺ میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کا کردار

شیخ الاسلام نے اپنے خطابات اور تصنیف و تالیف سے عشقِ مصطفی ﷺ کو عام کیا

منہاج القرآن ہر فکری چیلنج سے نبرد آزما ہونے والی عالمگیر تجدیدی تحریک ہے

محمد فاروق رانا

مادّی تصورِ حیات کے غلبے کے اس دور میں فروغِ عشقِ رسول ﷺ وقت کی اَہم ضرورت ہے۔ ہر اُمتی کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ذہنی، فکری، عملی، قلبی، حُبّی اور روحانی تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہو اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ جب اِنسان کسی دینی شخصیت کی تعلیمات کو ذہنی اور فکری طور پر قبول کر لیتا ہے اور وہ اس کے رگ و پے میں لہو بن کر گردش کرنے لگتی ہیں تو اِس سے اُس کے اَفکار و نظریات میں نکھار، بہار، جمال، رعنائی، توانائی اور تقویت پیدا ہوتی ہے۔ اَفکار و نظریات میں اِن اَوصاف کی نمو پذیری سے جو توانائی اور تقویت پیدا ہوتی ہے، اُس کے بطن سے ہی عقیدے کی تولید و تشکیل اور تجسیم ہوتی ہے۔ جب ہم کسی دینی ہستی کی ذات، صفات، اَعمال، اُسوہ، سیرت، سنت اور طرزِ عمل کو اپناتے ہیں تو اس سے ہمارے اندر اِطاعت کا عندیہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے جو فریضہ اِطاعت کی تکمیل میں مدد و معاون ہوتا ہے۔

عمومی مشاہدہ اِس اَمر کی تصدیق و توثیق کرتا ہے کہ جب ہم کسی ذات اور ہستی سے شدید محبت کرتے ہیں تو اُس ہستی سے قلبی و روحانی تعلق کا استوار ہونا ایک فطری اَمر ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے ہمارے گہرے تعلق کی کلیّت کا تقاضا ہے کہ ہمارے اَفکار و نظریات بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے اَقوال، اَعمال، اَحوال، اَخلاق اور اُسوہ حسنہ کی کامل متابعت کے آئینہ دار ہوں اور زندگی کی ہر سانس، ہر شعبے اور ہر میدان میں آپ ﷺ کی پیروی ہمارا شعارِ زندگی بن جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اَمر بھی اَز بس ضروری ہے کہ ہمارے قلبی، عشقی، روحانی اور حُبّی جذبات اور کیفیات کا ناتا بھی آپ ﷺ کی ذات و صفات سے کلی طور پر منسلک ہو۔ یہی وہ طریقہ ہے جو آپ ﷺ سے ہمارے عشقِ حقیقی کے تعلق کی استواری و آب یاری کرتا ہے۔

آج سے کچھ دہائیاں قبل تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تصورِ عشقِ رسول ﷺ ماند پڑتا جا رہا تھا۔ کوتاہ بیں اَفراد کے مادّی تصوّرات کے اُڑائے ہوئے دبیز غبار نے حُبِّ رسول کے آئینے کو دھندلا دیا تھا۔ قلوب و اَذہان کے آتش دانوں میں عشق و محبت کی حدت ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔ اس سنگین صورتِ حال میں جب ایمان کا گلشن خزاں کے جابر اور سفاک تھپیڑوں کی زد میں تھا، مالکِ دو جہاں نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا اور تحریکِ منہاج القرآن کی صورت میں آقا ﷺ کے مبارک نعلین کی خیرات عطا کرتے ہوئے اِسے رواں صدی کی رسول نما تحریک بنا دیا۔ اِس تحریک نے لوگوں کو غلط راستے سے ہٹا کر پھر سوئے کوئے رسول ﷺ گامزن کر دیا۔ اس تحریک کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اپنے قیام سے ہی امتِ

☆ ڈائریکٹر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لاہور

مسلمہ اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کے اندر یہ شعور اُجاگر کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی آقائے دو جہاں ﷺ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو جانے میں ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست
زانکہ ملت را حیات از عشق اوست
برگ و ساز کائنات از عشق اوست

پچھلی صدی کے اِختتام پر عقیدۂ عشقِ رسول ﷺ کو اِس قدر متنازعہ بنا دیا گیا تھا کہ عشق و محبتِ رسول کی بات کرنا بدعت تصور ہونے لگا تھا۔ اَیسے میں تحریک منہاج القرآن نے عقیدۂ عشقِ رسول ﷺ کے دِفاع اور فروغ کو اَپنے مقاصد میں سرفہرست رکھا۔ اَدب و تعظیمِ مصطفی ﷺ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ پر علمی و عملی ہر دو میدانوں میں ان تھک جدوجہد کی، جس کے نتیجے میں نوجوان طبقہ پھر سے اَپنے محبوب نبی ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت کا اِظہار کرنے لگا۔ یوں عقیدۂ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو دِفاعی پوزیشن سے نکال کر قرونِ اُولیٰ کی طرز پر غالب پوزیشن پر لا کھڑا کیا گیا۔

تحریک منہاج القرآن نے فروغ عشق رسول ﷺ میں تجدیدی کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں کیے جانے والے بعض اقدامات درج ذیل ہیں:

۱۔ ربطِ رسالت تحریک منہاج القرآن کا عنصرِ ثانی ہے

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی چار دہائیوں سے جاری جدوجہد بتاتی ہے کہ یہ تحریک کوئی روایتی سیاسی یا مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں مقامی سطح سے لے کر عالمی افق تک تمام چیلنجز سے نبرد آزما ہونے والی تجدیدی تحریک ہے۔ یہ تحریک رسول نما تحریک ہے۔ عشقِ رسول ﷺ تحریک منہاج القرآن کا ایک بنیادی وصف ہے جو اسے دوسری تحریکوں سے ممتاز اور منفرد مقام بخشتا ہے۔ بانی تحریک مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے تحریک کی عمارت کو جن مقاصد پر تعمیر کیا ہے ان میں تعلق باللہ کے بعد دوسرا مقصد ربطِ رسالت ہے۔ تعلق باللہ اور ایمان و عرفان میں بلندیٔ درجات کے لیے عشقِ رسول ﷺ کی ناگزیریت کے بارے شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

اگر بندہ عشق و محبت اور اطاعت و غلامیِ رسول ﷺ میں خود کو غرق کر دے تو اسے ایمان و عرفان میں اتنی بلندی نصیب ہوگی جو حدِ ادراک سے باہر ہے۔ (غلامیِ رسول: حقیقی تقویٰ کی اساس، ص:۳۸)۔ چنانچہ تحریک منہاج القرآن نے آغاز ہی سے فروغِ عشقِ رسول ﷺ کے لیے بھر پور کردار ادا کیا۔

۲۔ خطابات کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

شیخ الاسلام نے اپنے خطابات کے ذریعہ عشقِ رسول ﷺ کو فروغ دیا۔ آپ کا خطاب کسی بھی موضوع پر ہو اس کا اختتام عشق و محبت رسول ﷺ پر ہوتا ہے۔ آپ کے خطابات کے عنوانات پر نظر ڈالی جائے تو ہر لفظ سے حب و عشقِ نبی ﷺ کی جھلک ہویدا ہوتی ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے آغاز ہی سے اندرون و بیرون پاکستان شیخ الاسلام مدظلہ کے خطابات کا اہتمام کیا، جن میں اکثر کا موضوع ذاتِ مصطفی ﷺ سے تعلقِ حبی و عشقی کو مضبوط کرنا ہوتا تھا۔ بعد ازاں ان خطابات کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کے ذریعے فروغِ عشق رسول ﷺ کا اہتمام انتہائی منظّم اور بھرپور طریقے سے کیا جاتا ہے۔

آج کے دور میں جب ان ذرائع کی جگہ سوشل میڈیا نے لے لی ہے تو تحریک منہاج القرآن انتہائی منظّم انداز میں سوشل میڈیا کے ہر پلیٹ فارم کے ذریعے ان خطابات کو پھیلانے اور فروغِ عشق رسول کا اہتمام کر رہی ہے۔

۳۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول

آج ہر شخص قرآن و سنت کی حقیقی تعبیر و تشریح اور جملہ دینی و عصری علوم میں صحیح رہنمائی کا متلاشی ہے۔ اللہ رب العزت نے دورِ حاضر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

ظاہری اور باطنی علوم کی وسعت عطا فرمائی ہے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے 100 سے زائد علوم میں مہارت عطا فرمائی ہے۔ 1000 سے زائد تصانیف، جس میں سے 600 سے زائد شائع ہو چکی ہیں، ہزارہا خطابات اور دنیا بھر میں ہر موضوع پر سوال و جواب کی نشستیں انسانیت کی علمی پیاس بجھا رہی ہیں۔ یورپ، امریکہ، مشرقِ وسطیٰ اور بیسیوں ممالک میں آپ کی کتب کے متعدد زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں اور تسلسل سے جاری ہیں۔ دنیا بھر میں آپ کے علم سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بانی تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو نہ صرف خطاب کا ملکہ عطا فرمایا ہے بلکہ آپ بہترین محقق اور مصنف بھی ہیں۔ آپ سیوطی و غزالیِ زماں ہیں۔ آپ کے تصانیف کا امتیاز یہ ہے کہ حرف حرف عشق ومحبت رسول ﷺ کا اظہار ہوتا ہے۔ تذکارِ رسالت ﷺ پر مشتمل کتب میں ایک ایک سطر عشق میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ آپ کی کتب کا مطالعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ کا مؤثر ترین ذریعہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے شرق تا غرب لاکھوں نوجوان اس کاروانِ عشق ومستی کا ہراول دستہ بنے اور فروغِ عشقِ رسول ﷺ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

۴۔ ترجمہ عرفان القرآن کے ذریعہ فروغ عشقِ رسول ﷺ

فروغِ عشقِ رسول ﷺ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی جد و جہد کے متعدد پہلوؤں میں سے ایک پہلو عشق و محبت سے لبریز تحریر وتقریر ہے۔ آپ کی ہر تحریر و تقریر کا نچوڑ محبت و اتباع مصطفیٰ ﷺ ہوتی ہے۔ آپ کے اسی وصف کی نمایاں جھلک آپ کے ترجمہ قرآن عرفان القرآن کے اسلوب و بیان میں بھی نظر آتی ہے۔ بلکہ کئی مقامات پر تو یہ وصف اپنے جوبن پر دکھائی دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسے عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھا ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات کے لئے الفاظ و تراکیب کا انتخاب کرتے وقت ادب و تعظیم رسول ﷺ کا انتہائی خیال رکھا گیا ہے۔ الغرض! شان مصطفیٰ ﷺ میں نازل ہونے والی آیات بینات کا ترجمہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ قاری کے قلب و ذہن پر عشقِ رسول ﷺ منقش ہوتا چلا جاتا ہے۔

۵۔ فروغِ نعت کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

تحریک منہاج القرآن نے فروغ و اشاعت اور ترویج نعت کے لئے بھر پور کردار ادا کیا ہے۔ دنیا بھر میں محافل میلاد اور محافل نعت منعقد کرانے کی تحریک چلانے کی سعادت اللہ رب العزت نے تحریک منہاج القرآن کو عطا کی جس نے جوانوں کے لبوں پر گانوں کی جگہ نعت کے ترانے سجا دیے۔ تحریک منہاج القرآن کی چالیس سالہ جد و جہد فروغِ نعت اور اِحیاے مدحتِ رسول ﷺ کی ایک تابناک تاریخ کا روپ دھار چکی ہے۔ اُس تاریخ کا ایک ایک باب اور ایک ایک صفحہ زرّیں حروف سے روشن و درخشاں اور منوّر و تاباں نظر آتا ہے۔

فروغِ نعت کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ کیسے؟

اگر ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ فروغِ نعت کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ کیسے؟ تو جواب یہ ہے کہ فروغِ نعت رسول ﷺ دراصل حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکرِ جمیل ہے جو کہ سنتِ الٰہیہ ہے۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تمام اَحکامِ فرائض و واجبات، سنن اور طاعات سمیت سب رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح کرنا، آپ ﷺ کا ذکر بلند کرنا اور تعریف و توصیف بیان کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کی سنت ہیں۔ یوں جو عاشقانِ مصطفیٰ محافلِ نعت سجاتے ہیں۔ درحقیقت وہ سنتِ کبریا بجا لاتے ہیں۔ وہ خود بھی اپنے محبوب کی نعت پڑھتا ہے، اس کے مقرّب فرشتے بھی نعت خواں ہیں اور اہلِ ایمان کو بھی وہ زیادہ سے زیادہ نعت یعنی صلوٰۃ پڑھنے کا حکم یوں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (الاحزاب، ۳۳: ۵۶)

”بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کو کسی صورت بھی گوارا نہیں ہے کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ وہ ہر صورت اپنی توحید کو خالص رکھتے ہوئے کسی کو اپنے کام میں شریک نہیں کرتا۔ اس کے برعکس نعتِ مصطفیٰ ﷺ اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ایسا محبوب عمل ہے کہ اِس میں وہ سب کو شریکِ کار کرتا ہے۔ اس لحاظ سے نعت گو اور نعت خواں کے لیے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ وہ سنتِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ نعتِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرنا اِتنا منفرد، عظیم اور مبارک عمل ہے کہ اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ اپنی بارگاہ میں اپنی موجودگی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر نعت خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی نعت سنانے کا حکم فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ .(متفق علیه)

”جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دفاع (بصورتِ شعر) کرتے رہو گے، روح القدس (جبریل علیہ السلام) تمہاری تائید کرتے رہیں گے۔“

اِسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ، فَيَقُوْمُ عَلَيْهِ يَهْجُوْ مَنْ قَالَ فِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ (سنن ابی داؤد)

رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے اور وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی ہجو (یعنی مذمت) کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب تک حسّان اللہ کے رسول ﷺ کا دفاع کرتا رہے گا روح القدس (جبریل علیہ السلام) بھی (مددگار کے طور پر) حسّان کے ساتھ ہوں گے۔

جو لوگ فروغِ نعت میں مصروف رہتے ہیں وہ بڑے خوش بخت ہیں اس لئے کہ نعتِ رسول مقبول ﷺ بیان کرنا سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور رسولِ مکرم حضرت محمد ﷺ کا پسندیدہ عمل بھی۔ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مشائخِ عظام اور اَولیائے کرام سمیت ہر عاشقِ رسول ﷺ کا مرغوب فعل ہے۔ الغرض نعت ہی وہ مبارک عمل ہے، جس کی بدولت عاشقانِ رسول اپنے بے قرار دلوں کو قرار دیتے ہیں اور ہجر کی تلخیوں کو وصل کے شیریں جام میں تبدیل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ تمام عبادات میں محبتِ رسول ﷺ کو اساس کی حیثیت دیتے ہیں۔

٦۔ عالمی میلاد کانفرنسز کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

غبارِ راہِ مدینہ سے دامنِ شوق معمور نہ ہو تو ایمان کے راستوں پر تشکیک کی دھول اڑتی رہتی ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے فروغِ عشقِ محمد ﷺ کو ایک تحریک بنا دیا جس نے عملی طور پر ثابت کر کے دکھایا کہ ہر لمحہ حضور ﷺ کا لمحہ ہے اور ہر مہینہ حضور ﷺ کا مہینہ ہے۔ نسلِ نو کو جذباتی عملی، فکری اور روحانی حوالوں سے عشق و حب مصطفیٰ ﷺ کی لذتوں سے آشنا کرنا تحریک منہاج القرآن کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بالخصوص ہر سال جب ربیع الاول کا چاند نظر آتا ہے تو مرکزی سیکرٹریٹ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ روزانہ محفل و ضیافتِ میلاد کا زور و شور سے اہتمام ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ 12 ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ عشاقِ مصطفیٰ کا یہ عمل مرکزی سیکرٹریٹ تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ پوری دنیا میں وابستگانِ تحریک شہر شہر، قریہ قریہ، نگر نگر فروغِ عشق رسول ﷺ کے لئے محافل کا اہتمام کرتے ہیں۔

نیز منہاج القرآن انٹرنیشنل نے سیرت النبی ﷺ کے فروغ، متابعت و اطاعتِ رسول ﷺ، دِلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کرنے اور دینی و فکری اور اَخلاقی و رُوحانی تربیت کے لیے عالمی سطح پر میلاد کانفرنسز کا آغاز کیا۔ الحمد للہ! ہر سال عالمی میلاد کانفرنسز میں پوری دنیا بالخصوص عالمِ عرب سے ممتاز

علمی اور رُوحانی شخصیات سمیت لاکھوں کی تعداد میں عُشاقانِ رسول جوق دَر جوق شریک ہوتے اور آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت پر اپنے جذباتِ مسرت کا اِظہار کرتے ہیں۔ منہاجُ القرآن کے پلیٹ فارم سے مینارِ پاکستان لاہور میں ہونے والی سالانہ شہرہ آفاق عالمی میلاد کانفرنس فروغِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ اتحاد بین المسلمین اور بین المذاہب رواداری کا اِستعارہ بن چکی ہے۔ اِس وقت تحریک کے پلیٹ فارم سے شرق تا غرب پوری دنیا میں میلاد کانفرنسز اور محافل کا جال بچھا ہوا ہے۔

محافلِ میلاد کا انعقاد اہلِ عشاق کے لیے نسخہ کیمیا سے کم نہیں۔ ان محافل کا مقصد ایسا تعلق وقربت پیدا کرنا ہے کہ جس سے زنگ آلود دل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق سے ضیا بار ہو جائیں۔ نعت خوانی اور درود و سلام ایسے عوامل ہیں جو آقا ﷺ سے قلبی تعلق کو بڑھا کر عشق کی آگ جلا کر قلب و جاں کو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ سے جوڑتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس پُرفتن دور میں محافلِ میلاد کا انعقاد ایک نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔

۷۔ فتنہ تنقیصِ رسالت اور فتنہ اِنکارِ ختم نبوت کے خاتمہ میں کردار

ایک مسلمان کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی تعلق ہے۔ اِیمان کے وجود، اعمال کی قبولیت اور قربِ الٰہی کا انحصار اسی تعلق کی مضبوطی پر استوار ہے۔ اسلام دُشمن قوتوں نے گزشتہ صدی کے دوران مسلمانوں کو اپنے مرکز ایمان سے دور کرنے کے لیے دو فتنوں فتنہ تنقیصِ رسالت اور فتنہ اِنکارِ ختم نبوت کی تخم ریزی کی۔ ان دونوں فتنوں کو پروان چڑھانے کے لئے بدقسمتی سے وطن عزیز پاکستان کو مرکز بنایا گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کی چار دہائیوں کی جد و جہد کے نتیجے میں یہ دونوں فتنے پنپ نہیں سکے۔

تحریک منہاج القرآن کی سب سے بڑی جد و جہد فتنہ تنقیصِ رسالت اور خارجی فکر کے خلاف ہے۔ قریب تھا کہ خارجی فکر سینوں میں روشن محبتِ رسول ﷺ کے چراغوں کو گل کرتے ہوئے مسلمانوں کو حبِ رسول ﷺ اور ایمان کے نور سے محروم کر دیتی، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے علمی اور عملی دونوں سطحوں پر جدوجہد کرتے ہوئے دنیا بھر میں ہزاروں میلاد کانفرنسز سے فکری اور روحانی خطابات کیے، گلی محلوں میں لاکھوں محافلِ میلاد منعقد ہوئیں، میلاد النبی ﷺ، عشق ومحبتِ رسول ﷺ، عقیدہ رسالت اور سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے درجنوں کتب تحریر کی گئیں۔ 37 برس سے مسلسل عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے، امت کے کردار و اَخلاق میں اِتباعِ رسول ﷺ پر زور دیا گیا، دنیا بھر میں ہزاروں حلقاتِ درود اور منہاج القرآن کے مرکز پر گوشہ درود قائم کر کے اِس اُمت کا حضور اکرم ﷺ سے ٹوٹتا ہوا تعلق نہ صرف دوبارہ جوڑا بلکہ مضبوط تر کیا۔

آج رسول نما تحریک، تحریک منہاج القرآن کی 41 سالہ جد و جہد کے نتیجے میں خارجی طرزِفکر کو شکستِ فاش ہو چکی ہے۔ بیرونی امداد پر خارجیت کو فروغ دینے والے اپنی غلطی کا برملا اعتراف کر رہے ہیں اور تیزی سے عشق و محبت رسول ﷺ کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ مجددِ رواں صدی کی شبانہ روز کاوشوں سے پوری دنیا پر خارجیت کی حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے اور نئی نسلیں اِس فتنے سے محفوظ ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ کا دوسرا فتنہ انکارِ ختم نبوت تھا۔ یوں تو اس فتنہ کے خلاف ملک بھر کے مسلمانوں نے بھرپور جد و جہد کی اور منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اِس فتنے کا خاتمہ کر دیا تھا۔ 1984ء اور 1988ء میں جب اِس فتنے نے دوبارہ سر اٹھایا تو کمرہ عدالت میں دلائل دینے ہوں یا مینارِ پاکستان کے گراؤنڈ میں عالمی ختم نبوت کانفرنس میں مناظرے ومباہلے کا چیلنج ہو، اس تجدیدی تحریک نے ہر میدان میں اِس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس پر مستزاد کئی مؤقر اور تاریخی کتب کے ذریعے اِس فتنے کی حقیقت سب پر طشت اَز بام کی۔

۸۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

معاصر اسلامی تحریکوں میں تحریک منہاج القرآن فروغِ عشقِ محمد اور تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریک ہے۔ جب

وطنِ عزیز میں تحفظِ ناموسِ رسالت کا چیلنج پیش آیا تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے علمی و عملی دونوں محاذوں پر ناموسِ رسالت کا حقیقی دفاع کیا۔ واضح رہے کہ گستاخی رسالت پر موت کی سزا کا قانون اس سے قبل موجود نہ تھا۔ 1985ء میں وفاقی شرعی عدالت میں اس قانون پر بحث کا آغاز ہوا تو ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس پر تین دن تک مسلسل بھرپور دلائل دیے۔ عدالت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دلائل کی روشنی میں حتمی فیصلے تک پہنچی اور قانون کا مسودہ تیار کیا گیا جسے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بطور آرڈیننس جاری کیا۔ بعدازاں قومی اسمبلی نے منظور کرکے 295C قانون کی شکل میں نافذ کر دیا۔

۹۔ عالمی سطح پر گستاخیِ رسالت کے مکروہ عمل کا سدّباب

جب بین الاقوامی سطح پر اَمن اور انسانیت دشمن طاقتوں اور طبقات کی جانب سے گستاخی رسالت کے ذریعے مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالمی رہنماؤں کو خطوط تحریر کرکے تمام مذاہب کے رہنماؤں کے احترام کے لیے قوانین وضع کرنے کی دعوت دی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے چند سال قبل ڈنمارک میں منعقدہ کانفرنس میں یہودیوں اور مسیحیوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان پر واضح کیا کہ انبیاء کی گستاخی کی سزا کے قانون کی ابتداء سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور اقدس میں ہوئی۔ ان کے دور میں اللہ، نبی اور آسمانی کتاب کی گستاخی پر سنگ سار کرنے کی سزا مقرر تھی اور اس قانون پر سزائیں بھی دی گئیں۔ یہ قانون سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک جاری رہا۔ شیخ الاسلام نے واضح کیا کہ ہمارے نبی ﷺ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بنائے ہوئے قانون کو جاری (continue) رکھا ہے۔

شیخ الاسلام کی اس علمی جدوجہد کے نتیجے میں الحمد للہ گستاخی کے اس فتنے کی روک تھام کا سلسلہ جاری ہے۔

۱۰۔ مرکزی گوشہ درود وفکر اور حلقاتِ درود کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی وحُبّی تعلق کی پختگی کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر اپنی نوعیت کا منفرد مقام گوشہ درود وفکر بھی ہے۔ یہاں گوشہ نشینان ہفتے کے 7 دن 24 گھنٹے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور قرآن فہمی کے لیے تلاوتِ قرآن مجید کا شرف بھی پاتے ہیں۔ اِس وقت گوشہ درود وفکر کے تحت پوری دنیا میں حلقہ ہائے درود کا نیٹ ورک نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔

تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر قائم گوشہ درود اپنی مثال آپ ہے۔ اس مرکزی گوشہ درود اور ملک کے طول عرض اور بیرون ملک حلقاتِ درودوفکر کے قیام کا مقصد ہر لمحہ آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی توجہات کا حصول، حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کی بخشش اور معاشرے میں فکر وشعور کا فروغ ہے۔ درود و سلام کی یہ تحریک کارکنان کی اخلاقی و روحانی تربیت، نئی نسلوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت پیدا کرنے اورعوام الناس کوتحریک کی دعوت کا ذریعہ بھی ہے۔ مرکز سالانہ 750 سے زائد افراد کے لئے 365 دن مرکزی گوشہ درود وفکر میں قیام وطعام کا انتظام کرتا ہے خوبصورت اور خوش گوار روحانی و ایمانی ماحول فراہم کرتا ہے اور ان کی تربیت کر کے انہیں دین کی طرف مائل کرتے ہوئے رفیق بناتا ہے۔ گوشہ نشینان جب حلقاتِ درود میں حبِ رسول ﷺ کی لذتوں اور حلاوتوں سے سرشار ہوکر درود وسلام کے گجرے پیش کر رہے ہوتے ہیں تو آسمانوں سے فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہوں گے۔

۱۱۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعہ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

دورِ حاضر میں پوری دنیا انٹرنیٹ کے ذریعے عالمی گاؤں کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ انٹرنیٹ وہ تیز ترین اور جدید ترین ذریعہ دعوت ہے جس کے ذریعہ لمحوں میں دنیا بھر میں دعوت کو

عام کیا جا سکتا ہے۔تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل نے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی غیر معمولی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام کی تمام تصانیف اور خطابات کو upload کرکے فروغِ عشقِ رسول میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

دورِ حاضر میں اسلام دشمن طاقتیں منظم ہوکر مسلمانوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ ﷺ کو نکالنے کے لیے علمی، فکری اور عملی محاذوں پر سازشوں میں مصروف ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر مسلمانوں کے دل جذبہ عشق ومحبت سے خالی ہوگئے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلا سکتی ہے نہ اصلاح وتجدید کی کوئی تحریک انہیں اپنی منزلِ مراد تک پہنچا سکتی ہے۔ مغربی استعمار کی اس سازش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو

عالمِ کفر اِسلام کی اِبتدا سے ہی اِس جدوجہد میں مصروف ہے کہ کسی طرح رُوحِ محمد اِسلام کے بدن سے نکال دی جائے، عالمِ کفر کی اِنہی سازشوں کے باعث چند دہائیاں قبل ملک کے طول وعرض میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس مناظروں کا موضوع بن چکی تھی، حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات، علم، شفاعت، توسل اور اِستعانت کی شانوں کا نہ صرف کھلا اِنکار کیا جا چکا تھا بلکہ دُشمنانِ رسول انہیں شرک قرار دیتے، کہیں میلادُ النبی ﷺ کے عقیدے کو بدعت قرار دیا جاتا تو کہیں محفلِ نعت اور ذکرِ رسول ﷺ پر فتویٰ زنی کی جاتی۔ الغرض عقیدۂ رسالت ہر جہت سے دُشمنانِ اسلام کے حملوں کی زد میں تھا۔

ایسے میں قائدِ تحریکِ منہاجُ القرآن مجددِ دین وملت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ نے پاسبانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے تحریر، تقریر اور دعوت وتبلیغ ہر میدان میں کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ نے علمی وفکری اور عملی سطح پر محبتِ رسول کو ایک تحریک کی شکل دے کر ایسی جدوجہد کا آغاز کیا کہ نہ صرف پاکستان کے طول وعرض بلکہ دُنیا بھر میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا غلغلہ مچ گیا۔

آپ نے ایک طرف عقیدۂ رسالت کے باب میں حقیقتِ توحید و رسالت، حیاۃُ النبی ﷺ، میلاد النبی ﷺ، مسئلہ اِستغاثہ، عقیدۂ شفاعت، عقیدہ توسل، عقیدہ علمِ غیب اور شانِ رسالت سے متعلقہ 60 سے زائد کتب تحریر فرما کر علمی بدعقیدگی کے طوفان کا رُخ موڑا تو دُوسری طرف ورفعنا لك ذكرك کے فیض سے دامن بھر کر سیرت و میلاد، فضائل و شمائل اور خصائصِ نبوی ﷺ جیسے سیکڑوں موضوعات پر ہزاروں کی تعداد میں خطابات فرما کر عقیدۂ رسالت کا ایسا دفاع کیا کہ مُنکرینِ ذکرِ رسول بھی سیرت ومیلاد کانفرنسز کے اِنعقاد پر مجبور ہوگئے۔ یہ تحریک منہاج القرآن کی 41 سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ جہاں ماہِ میلاد میں مساجد میں چند پروگراموں کا اِنعقاد غنیمت سمجھا جاتا تھا، اب وہاں ملک کے بڑے بڑے شادی ہالوں، کھلے میدانوں اور گھروں میں پورا سال ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں محافلِ میلاد منعقد ہوتی ہیں۔

بلا شبہ تحریکِ منہاج القرآن عشقِ رسول ﷺ کا فیضان ہے۔ اسی لئے عشقِ رسول ﷺ تحریکِ منہاج القرآن میں روحِ رواں کا درجہ رکھتا ہے۔ سفیر عشق رسول شیخ الاسلام کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ ایک ایسا مرکز ومحور ہے جس کے گرد روح ارضی وسماوی طواف کرتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے دلوں کو ادب وتعظیم رسول ﷺ کے آداب سے آشنا کرنے کے لئے آپ اپنی تمام فکری، نظری، علمی، عملی، روحانی اور قلمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں۔ آپ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ جب تک ملتِ اسلامیہ عشقِ رسول ﷺ کو زادِ راہ نہیں بنائے گی، اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہوسکے گی۔

❁❁❁❁❁

اصلاحِ معاشرہ میں تحریک منہاج القرآن کی کاوشیں

شیخ الاسلام نے عالمگیریت کے حامل دینی، اصلاحی مقاصد کو پیش نظر رکھا

منہاج القرآن کی شرق تا غرب وسعت پذیری بارگاہ مصطفی ﷺ میں قبولیت کی مظہر ہے

فورمز اور نظامتوں کی پاکیزہ جدوجہد نے مشن کو چار چاند لگائے

محمد شفقت اللہ قادری

عنوانِ زیرِ بحث وسعت پذیر مگر قرآنی اور شرعی اعتبار سے خاص وجدانی حیثیت کا حامل ہے اور متقاضی ہے کہ نتیجہ خیز مطلوبہ اہداف کی روشنی میں تحریک منہاج القرآن کی علمی اور عملی اصلاحی کاوشوں پر مبنی گوشوں کا تعین کرنے سے پہلے عنوان کی فنی اور قرآنی حیثیت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور خصوصی پس منظر کا احاطہ کرتے ہوئے جائزہ لیا جائے۔ پس منظر درج ذیل ہیں:

۱۔ تصورِ اصلاحِ معاشرہ اور قرآنی تعلیمات

۲۔ اصلاحِ امت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نظریاتی اثر انگیزی

۱۔ تصورِ اصلاحِ معاشرہ اور قرآنی تعلیمات

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران، ۳: ۱۰۴)

”اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں۔“

معلوم ہوا کہ اصلاحِ معاشرہ کے قرآنی تصور کی بنیاد امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر ہے۔ یہ سب ہمہ جہت تبلیغی اور اصلاحی عملِ پیہم کے باعث ہی ممکن ہے۔

قارئین محتشم! اسی اصلاحی تبلیغی بنیادی تصور کو قرآن مجید نے سورہ آل عمران: ۱۱۰، سورہ توبہ: ۶۷، سورہ الحج: ۴۱ میں بھی واضح فرمایا ہے۔ انسان کے لیے تطہیرِ معاشرہ اور اصلاحِ معاشرہ قرآن کا بنیادی حکم اور خاص موضوع ہے۔ قرآن نے ذاتی اصلاحِ احوال کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاح پر خاص توجہ مبذول کروائی ہے۔ بے عمل داعیِ اصلاحِ معاشرہ کے قول و فعل میں تضاد معاشرتی اصلاح کے عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ داعی اور دعوتِ عمل میں مطابقت کا ہونا قرآن کا اساسی تقاضا ہے۔ قرآن عظیم نے اصلاحِ معاشرہ کے عنوانِ جلی میں تبلیغ کے سنہرے اصول یوں ارشاد فرمائے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (النحل، ۱۶: ۱۲۵)

”(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو۔“

۲۔ اصلاحِ احوالِ امت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نظریاتی اثر انگیزی

معلمِ انسانیت، حضور نبی اکرم ﷺ کا حقیقی مقصد تبلیغِ حق اور اصلاحِ احوال ہی ہے۔ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ

☆ سینئر ریسرچ اسکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لاہور

تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَه. (المائدة، ٥: ٦٧)

’’اے (برگزیدہ) رسولﷺ! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجیے، اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (ربّ) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔‘‘

یاد رہے کہ تبلیغِ نبویﷺ الوہی حکم کے تحت قرآنی نزول حکم کے تابع ہوتی ہے اور سراسر نتیجہ خیز اور یقینی ہوتی ہے کیونکہ یہ امر حق تعالیٰ کے حکم کے تحت ہوتا ہے۔

بطورِ مصلحِ امت امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور اقدسﷺ کی سیرت پاک کا ایک ایک گوشہ ہمہ جہت اصلاحِ احوالِ امت کو سموئے ہوئے ہے۔ آقائے دو جہاں کی زندگی میں بحیثیتِ مصلحِ امت اور بحیثیتِ مبلغِ دینِ اسلام مندرجہ ذیل امتیازات ہیں جو سراسر قرآنی اور ہدایتی حیثیت کے حامل ہیں اور یہ امتیازات بحیثیتِ امتی ہماری عملی زندگی کا ماحصل اور مقصدِ ایمان اور مقصدِ حیات ہیں۔

گوشہ نمبر۱: تعلیمِ توحید اور جملہ تعلیماتِ اسلام جو امت کو دیں، سب سے پہلے خود اس پر ایمان لائے کیونکہ قول و فعل کا تضاد ہی نتیجہ خیزی میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔

گوشہ نمبر۲: تعلیمِ اصلاح فقط زبانی حد تک نہیں سونپی بلکہ خود عمل پیرا ہوئے اور امت کو ہدایتِ ربانی سے آگاہ فرمایا اور اہمیت اجاگر کرتے رہے۔

گوشہ نمبر۳: آقائے دو جہاںﷺ نے زندگی کے صرف مخصوص پہلوؤں کی نشاندہی اور اصلاح نہیں فرمائی بلکہ پوری انسانیت کی ہمہ جہت عملی زندگی کی اصلاح اور تربیت فرمائی۔

گوشہ نمبر۴: رسالتِ مآبﷺ نے پوری طرح پوری زندگی تبلیغ و اصلاح میں وقف کردی اور مزاج میں غصہ نہیں آیا بلکہ نرمی غالب رہی۔

گوشہ نمبر۵: حضور اقدسﷺ اصلاحِ احوالِ معاشرہ و امت میں پوری طرح کامیابی کے لیے پوری طرح بااعتماد رہے۔ وقتی طور پر حالات سے گھبرائے نہیں۔ واقعہ طائف اس کی روشن مثال ہے۔

یہی استقامت بہت بڑی فتح اور کامیابی کی ضمانت بنی کیونکہ نتیجہ خیزی سے رسول اللہﷺ پوری طرح آگاہ تھے، اس لیے کہ پوری محنت اور صداقت سے اصلاحِ عمل میں مصروف تھے۔

گوشہ نمبر۶: حضور نبی اکرمﷺ کی شخصیت میں جاذبیت، روحانیت، صداقت اور نورانیت ایسی نمایاں تھیں کہ آپﷺ کے روبرو انکار ناممکن ہوجاتا اور دعوت کا عمل مؤثر اور کارگر ثابت ہوتا۔ ثابت ہوا کہ دلکش شخصیت اصلاحِ احوال میں مدِ مقابل کو خاص طور اپنی طرف مائل کرتی ہے۔

الغرض کلیتاً یہ امر ایک حقیقت ہے کہ حضور اقدسﷺ ہی عالمگیر حیثیت سے حق کی طرف سے اتارے گئے مصلحِ امت ہیں کیونکہ بلاشبہ آپﷺ رحمۃ للعالمین ٹھہرا گئے ہیں۔

تبلیغی ذمہ داری میں رکاوٹ: حسنِ معاشرت کا عدمِ توازن

حضور اقدسﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ حسنِ اخلاق سے متصل، مثالی، منفرد، نمایاں اور حسنِ معاشرت پر مبنی ہے۔ حسنِ معاشرت سے مراد آقائے دو جہاںﷺ کا معاشرے کے ہر طبقے کے ساتھ باہمی سلوک کا اتنا مثالی اور عظیم ہونا ہے کہ صحیح معنوں میں رحمۃ للعالمینی کاملاً ظاہر ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بحیثیتِ قوم اور بحیثیتِ امتِ مسلمہ ہماری تبلیغ اور اصلاحِ معاشرت بدقسمتی سے افراط و تفریط کے باعث عدمِ توازن کا شکار ہے جس وجہ سے ہماری تبلیغ اثر انگیزی سے محروم ہے۔ یہ وہ شعوری عمق ہے جو ہم فوری سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اپنی بے اثر جدوجہد کا رونا روتے ہیں۔

ہر دور میں ہر نبی کا اصلاحی اور تبلیغی دائرہ کار اس کی امت تک محدود ہوتا تھا، اس کا حُسنِ معاشرت وہیں تک محدود ہوا کرتا تھا، لیکن تاریخِ انسانی میں حضور نبی اکرمﷺ کی ذاتِ اقدس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپﷺ تمام بنی آدم کے لیے خصوصی رحمت اور شفقت کی عدیم المثل نظیر ہیں۔ قربان جاؤں خالقِ کائنات کی ربوبیت پر کہ اپنے محبوب کو قرآن میں ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ

الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران، ۳: ۱۵۹)

’’(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُند خُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔‘‘

قرآن حسنِ معاشرت کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے اصلاحی اور تبلیغی زندگی کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق مقرر کررہا ہے۔ خواہ معاشرتی اصلاح اجتماعی ہو یا انفرادی، حسنِ معاشرت کا توازن بہت ضروری ہے۔ دیکھا جائے تو اچھے اخلاق اور تبلیغِ اصلاحِ معاشرت کا سلیقہ وار اسلوب نہ اپنانا ہماری انفرادی جدوجہد اور تحریکی (اجتماعی) جدوجہد دونوں کو اثر انگیزی سے دور کردیتا ہے اور ہم ناکامی کے اسباب دیگر ذرائع میں تلاش کرکے معاملہ فہمی سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آقائے دو جہاں ﷺ نے بحیثیتِ مبلغ اور مصلحِ امتِ محمدیہ کو پوری طرح متاثر کیا۔ قرآن نے آپ ﷺ کی صفتِ معاشرت کو کامیابی اور ہر دلعزیزی کا سبب قرار دیا ہے۔

حسنِ معاشرتِ مصطفیٰ ﷺ کے چند نمایاں خصائص

ذیل میں حسنِ معاشرتِ مصطفوی کے ان خصائص کو بیان کیا جارہا ہے، جنہیں اپنانا امت کے لیے نتیجہ خیزی کی ہر صورت ضمانت اور اصلاحِ احوالِ امت میں کامیابی و کامرانی کی دلیل سمجھا جاتا ہے:

۱۔ عزتِ نفس کا لحاظ رکھتے ہوئے دوسروں کی خیر خواہی کا دامن تھامے رکھنا

کل عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے جانے والے عظیم الفطرت، عظیم المرتبت، کریم الصفات نبی ﷺ پوری کائنات اور جمیع مخلوقات کے لیے خیر خواہی سے سرشار رہے۔ محمد الرسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میرے سامنے اپنے دوسرے بھائیوں کی ایسی چھپی ہوئی مخفی باتیں ہرگز ہرگز نہ کرو، جنہیں سن کر میرے دل میں ان کے متعلق کوئی کدورت پیدا ہوجائے یا محفل میں بیٹھے ہوئے شخص کا دل اس کے بارے میں رنجیدہ ہوجائے۔ فرماتے: چاہتا ہوں کہ میں سب سے ہمیشہ صاف دل سے ملوں۔

۲۔ اخلاقِ حسنہ

آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلند اخلاق ہی اوصافِ حمیدہ ہوتے ہیں جو عوام اور خواص کا امتیاز کرتے ہیں اور اچھے اور برے کی پہچان دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اوصافِ حمیدہ یہ نہیں کہ تم اس سے نیکی کرو جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ برائی سے پیش آؤ جو تمہارے ساتھ برائی کرے بلکہ صحیح اخلاقِ عظیم وہی ہیں کہ بلاتمیز ہر شخص کے ساتھ یکساں نیکی اور خیر خواہی کا سلوک روا رکھو، خواہ وہ تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آیا ہو یا اس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو۔

۳۔ مساوات اور رواداری کا ثبوت دینا

ارشادِ آقائے دو جہاں ﷺ ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک دوسروں کے لیے بھی وہی پسند نہ کرو جو خود اپنے لیے کرتے ہو۔

قارئین! حضورِ اقدس ﷺ کا یہ طرزِ زندگی ہی بذاتِ خود بہترین مصلحِ اعظم ہے جو معاشرتی توازن کی اصل اور بنیاد ہے۔

۴۔ حلم، حکمت اور بردباری

بحیثیتِ مصلحِ امت آپ ﷺ کی ایک مثالی اور کمالی شان حلم و حکمت اور بردباری ہے۔ آپ ﷺ نے کسی سے بھی کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا ماسوائے خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو تو پھر اس صورت میں آپ ﷺ سختی سے مواخذہ فرماتے اور کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے۔ اصلاحِ معاشرت میں آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ سنہرے اصول و قانونِ نبوی ﷺ کی حیثیت سے موجود ہے کہ طاقت ور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ اصل طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے۔

۵۔ فقید المثل عفو و کرم

حضور اقدس ﷺ کی ایک خاص شانِ کریمی اور رحیمی عفو و درگزر ہے۔ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو معاف فرمادیا۔ اس کی عظیم الشان مثال فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسے دشمنوں کو معاف کرنا ہے۔ ہمہ وقت آپ ﷺ کے

خلاف منافقین نے ہر طرح سے سازشیں کیں، مگر آپ ﷺ نے ان کی چابک دستیوں اور ریشہ دوانیوں کا کبھی ذاتی طور پر انتقام نہیں لیا، یہ عفو و درگزر کی شانِ مصطفوی ہے کیونکہ ذاتی یا اجتماعی بغض و کینہ کے تحت منتقم المزاجی بھی اصلاحِ معاشرت اور تبلیغِ دین کے تقاضے پورے کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

ایک لطیف ترین نکتہ ملاحظہ ہو جو حضورِ اقدس حبیب کبریا ﷺ کی زیست بے مثل و پاکباز کا نقطہ معراج ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو مرنے کے بعد آقائے دو جہاں نے اپنی قمیص پہنائی۔ روئے زمین پر آپ ﷺ کا یہ عمل امت کے لیے طرزِ معاشرت کا عظیم نصابِ ایمان ہے اور ہماری انفرادی، تحریکی اجتماعی زندگیوں میں طوفانِ حق بپا کردینے اور مشعلِ روح و قلب بن کر ہماری متنفر زندگیوں میں سکون و آشتی پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۶۔ چشم پوشی اور درگزر

چشم پوشی محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی اور اصلاحی جدوجہد میں جزو لاینفک تھی۔ اس کی مثبت اثر انگیزی تبلیغی و اصلاحی عمل میں بھی ممد و معاون ہے اور امتِ محمدیہ ﷺ کے لیے مشعلِ راہ بھی ہے۔ چشمِ پوشی اور درگرز کا یہ عمل معاشرتی اصلاح میں خاص فوقیت و اہمیت کا حامل ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔

۷۔ حسنِ ظن و نیک اندیشی

نیک اندیشی اور کمالِ حسنِ ظن نبوت کی نعمتِ عظمیٰ ہے اور آقائے دو جہاں ﷺ کی جاگیر و وراثت ہے۔ دونوں آپ ﷺ کے اوصافِ کریمانہ وصفِ باری تعالیٰ سے متصل ہیں۔ یہ دونوں کمال اور خصائل اصلاحِ امت اور اصلاحِ معاشرت میں خاص سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی سنت کے یہ اوصاف متحرک قوموں کی زندگی کی جلا ہیں اور تحریکی زندگیوں کے لیے حیاتِ جاودانہ ہیں۔ حسنِ ظن کے مقابل لفظ بدگمانی ہے جو فقط ابلیس کا شیوہ ہے کہ وہ بدگمانی کے باعث راندۂ درگاہِ ایزدی ہوکر قیامت تک کے لیے مردود و بے ثمر ہوگیا۔

۸۔ پابندیِ عہد

محبوب کبریا ﷺ کی پابندیِ عہد ارادۂ خداوندی کا مظہرِ اتم ہے اور فطرتِ نبوی کا آئینہ دار ہے۔ ایفائے عہد میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وعدہ پورا کرو خواہ کتنی دقت اور تکلیف ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی الحمسا فرماتے ہیں کہ میں نے بعثت سے بھی قبل نبی اکرم ﷺ سے ایک معاملہ کیا، میرے ذمہ کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ یہیں ٹھہریں، میں گھر سے لے کر آتا ہوں۔ اتفاقاً گھر جاکر میں اپنا وعدہ بھول گیا، تین روز کے بعد یاد آیا تو میں وعدہ کی جگہ پہنچا تو میں نے آپ ﷺ کو اسی مقام پر کھڑا منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ آپ نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ میں نے یہاں تمہارا تین دن انتظار کیا ہے۔

ملاحظہ ہو! اسی زمن میں توجہ طلب واقعہ صلح حدیبہ کا معاہدہ ہے معاہدہ ابھی تحریری صورت میں نہ آیا تھا۔ حضرت ابوجندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے قابلِ رحم اور درد ناک حالت میں اہلِ مکہ کی قید سے بھاگ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ مگر شرط یہ طے تھی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے مدینہ پہنچے گا تو فوراً واپس کردیا جائے گا۔ آپ ﷺ کے ایفائے عہد پر جان قربان کہ حضور دو عالم ﷺ نے ابوجندل کو صبر کی تلقین کے ساتھ واپس کردیا کہ ہم مسلمان کبھی عہد نہیں توڑتے۔

اسلامی تاریخ کا اہم ترین واقعہ کہ قیصر روم نے دربار میں ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ نے کبھی بدعہدی کی ہے؟ ابو سفیان نہ چاہتے ہوئے بھی بولا: کبھی بدعہدی نہیں کی۔

حضور اقدس ﷺ نے بحیثیتِ مصلحِ امت جو حسنِ معاشرت روا رکھا، پوری انسانی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مختلف طبقاتِ زندگی سے آپ ﷺ کا حسنِ سلوک الغرض دشمنوں سے رواداری اور حسنِ سلوک، حیوانات سے مہربانی، بیواؤں اور یتیموں پر خصوصی شفقت، بیماروں کی تیمارداری اور غلاموں سے حسنِ سلوک روا رکھ کر اپنے رحمت للعالمین ہونے کا کامل ثبوت عطا فرمایا۔

۹۔ قول و عمل میں مطابقت

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

یٰٓـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا

يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. (الاحزاب،۳۳: ۷۰،۷۱)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے (سارے) اعمال درست فرما دے گا اور تمہارے گناہ تمہارے لئے بخش دے گا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بے شک وہ بڑی کامیابی سے سرفراز ہوا۔‘‘

یہاں ایک لطیف وجدانی نکتہ منظر عام پر آیا کہ یہ ایک قرآنی حقیقت ہے کہ اس آیت میں خالقِ کائنات نے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا۔

ثابت ہوا کہ اصلاحِ اعمال سنتِ الٰہیہ اور سنتِ رسالت مآب ﷺ ہے اور ہم بحیثیت امتِ محمدیہ ﷺ اصلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ ملت کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو بیک وقت دونوں سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

۱۰۔ امانت و دیانتِ مصطفیٰ ﷺ

مومنین کے آپس کے لین دین کے باہمی معاملات امانت اور دیانت پر مبنی ہوتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس معاشرہ میں امانت اور دیانت ختم ہوجائے وہ بدترین معاشرہ کہلاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: لا ایمان لمن لا امانته له.

’’جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں‘‘۔

خاص نکتہ ایمانی ملاحظہ ہو کہ ہمارے سچے نبی آخرالزماں محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کو تو بعثتِ محمدیہ ﷺ سے بھی پہلے صادق اور امین کا لقب مل چکا تھا۔ اہلِ مکہ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے سپرد کرتے تھے۔ الغرض حضور اقدس ﷺ کی کامل زندگی کا ایک ایک لمحہ اصلاحِ امت کا محافظ اور امین ہے۔

اصلاحِ احوال کیلئے تحریک منہاج القرآن کی کاوشیں

قارئین ذی محتشم! تحریک منہاج القرآن تجدید و احیائے دین کی وہ عظیم عالمگیر تحریک ہے جس کی شرق تا غرب وسعت پذیری اظہر من الشمس ہے۔ میں 1971ء میں ہی شعوری طور پر عظیم المرتبت قائدِ تحریک داعی انقلاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ اپنے بچپن سے ہی آپ کے زمانہ طالب علمی کے وقت سے نظریاتی طور پر ہم آہنگ ہوکر آپ کے دائرہ عقیدت اور انقلابیت میں آچکا تھا۔ اس وقت قائدِ عظیم نے 76-1975ء میں محاذِ حریت کا باقاعدہ پلیٹ فارم تشکیل دے دیا تھا۔ قائد انقلاب نے پہلے باقاعدہ منعقدہ اجلاس میں عالمگیر سطح پر مستقبل میں ابھرنے والی نظریاتی، انقلابی، تجدیدی تحریک کے اغراض و مقاصد، مسلم معاشرے میں نوجوان خواتین و حضرات کو درپیش چیلنجز اور معاشرتی زبوں حالی سے نبرد آزما ہونے والی سعی مشکور پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اس مجلس اول کا میزبان خوش بخت میں بھی تھا۔ نشست اول منعقدہ دارالفرید جھنگ میں تجدید و احیائے دین، فروغِ عشق مصطفیٰ ﷺ، اتحادِ امت، اصلاحِ احوالِ امت کے موضوعاتِ جلی زیرِ بحث آئے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ مجھے یاد ہے ذرا ذرا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عالمگیریت کے حامل نظریاتی، انقلابی، تعمیری، اصلاحی، ہمہ جہت مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ مستقبل میں ابھرنے والی عالمی تحریک کے خدوخال، اس کی عالمگیریت، عملی فروغ اور عالمگیر نتائج کی اثر انگیزی کا اتنا خوبصورت نقشہ کھینچا جیسے کوئی کشفی ولی آئندہ رونما ہونے والی جدوجہد اور کاوشوں کو اپنے سامنے روزِ روشن کی طرح دیکھ رہا ہو۔ خالقِ کائنات کی شانِ الوہیت کی قسم! جس کے مظہرِ اتم رسالت مآب ﷺ ٹھہرائے گئے ہیں، اس وقت نشست اول میں شریک فقط دس نوجوان ورطۂ حیرت میں مبتلا آئندہ کی رونما ہونے والی نظریاتی تحریک کی پیشین گوئیوں پر مشتمل اس نظریاتی گفتگو پر متعجب مگر قائدِ تحریک پر ایک انجانے اعتماد کے ساتھ موجود تھے اور مسلسل اثبات میں سر ہلا رہے تھے اور پہلی نشست میں ہی قائدِ تحریک سے اپنی وابستگی اور نظریاتی ہم آہنگی کا مکمل اظہار کرچکے تھے۔ آج لاکھوں وابستگانِ تحریک اپنی کھلی آنکھوں سے مطلوبہ تکمیلی مراحل طے ہوتے دیکھ چکے ہیں۔ اس قلیل عمری میں بھی میں نظریاتی اور شعوری طور پر قائدِ ملت کی ان پیشین گوئیوں کا چشم دید گواہ اور سامع ہوں لیکن اب لاکھوں افراد اس قلزمِ عشق و مستی میں اپنا سفینہ ڈال کر

منزل کی جانب گامزن ہیں۔

موضوعِ زیرِ بحث اصلاحِ معاشرہ میں تحریک منہاج القرآن کی علمی و عملی کاوشوں کی طرف لوٹنا ہی تقاضۂ دانش و حکمت ہوگا۔ تاہم قبل ازیں طویل تمہید جو خاص نظریاتی اور روحانی نوعیت کی حامل تھی، بے شک صفحہ قرطاس پر لانا لازم و ملزوم کے درجہ میں تھا۔ وہ شعلہ انگیز نظریاتی تحریک آج شعلہ جوالہ بن کر نظریات و افکار کی روشنی میں آتش فشاں بن کر پوری عالمگیریت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

عملی اور نظریاتی طور پر 1980ء میں تجدید و احیائے دین کی اس عالمی تحریک کی داغ بیل ڈالی گئی۔ 41 برس کے قلیل وقت میں اس تحریک کا پوری عالمگیریت اور عظیم عملی کاوشوں کے ساتھ عالمِ اسلام کی نظریاتی تجدیدی تحریک بن کر افقِ اسلام پر ابھرنا دنیائے اسلام میں شیخ الاسلام کی علمی و روحانی و اصلاحی جدوجہد پر نہ صرف مکمل اعتماد ہے بلکہ اپنی نتیجہ خیزی میں قلیل وقت میں اپنی جدوجہد کے اعتبار سے طویل سفر طے کرتی نظر آتی ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ تحریک منہاج القرآن کا طرۂ امتیاز خصوصاً دعوت، تبلیغ، تجدید و احیائے اسلام اور ترویج و اقامتِ دین ہے۔ درحقیقت یہ بھی مسلمہ فوقیت ہے کہ تحریک منہاج القرآن اپنی افادیت اور نظریاتی ہم آہنگی میں قطعی طور پر اصلاحِ احوالِ امت کی عالمگیر تحریک ہے اور یہی وجہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن کا دعوتی، اصلاحی نیٹ ورک سو سے زائد ممالک میں قائم ہوچکا ہے۔ خیر و شر کی پہچان کے ساتھ مزید اپنی عالمگیریت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یاد رہے کہ جہاں یہ سب کچھ سنتِ الٰہیہ اور سنتِ محمدیہ ﷺ پر عمل پیہم کا نتیجہ ہے، وہاں قائد عظیم المرتبت کی نیت و صداقتِ اعمال اور صحیح و درست سمت ہونے کا اعلان بھی ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے اکتالیس برس کی عظیم اصلاحی جدوجہد میں بحیثیتِ مصلحِ امتِ محمدیہ ﷺ جو نظریاتی اہداف حاصل کیے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

تحریکِ منہاج القرآن کے نظریاتی اہداف

اصلاحِ معاشرہ اور بیداریِ شعورِ ملی میں شیخ الاسلام کی تصنیف ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ کا علمی و عملی اور کلیدی کردار ہے اور اس کی فکر انگیزی، سحر انگیزی کے تحریک منہاج القرآن پر انقلابی، علمی اور روحانی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ نے تحریک منہاج القرآن کے لیے ہر سطح پر علمی، عملی، نظریاتی، روحانی، تعمیری اور شعوری اعتبار سے مثبت کشف المحجوبی فرمائی ہے۔ میری نظر میں لاکھوں کارکنان تحریک منہاج القرآن کے لیے ایسی علمی، عملی قندیلِ نور ہے جس نے تحریک کے ہر دور اور ہر جدوجہد اور آزمائش کے مواقع پر عملی رہنمائی فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام کی جانب سے باقاعدہ مرتب شدہ ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ (دو ضخیم جلد ہائے پر مشتمل) 2000ء میں افقِ منہاج القرآن پر پوری فوقیت کے ساتھ ظاہر ہوچکا تھا۔ تاہم اس کی تیاری شیخ الاسلام کے زمانہ طالب علمی میں باقاعدہ 1973ء میں ہوچکی تھی، جس کا ذکر کتاب مذکورہ (جلد دوم) کے صفحہ نمبر 561 تا 669 پر موجود ہے۔ ضخیم دو جلدوں پر مشتمل ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ تحریک منہاج القرآن کی علمی، عملی کاوشوں کے جسمِ متحرک میں روح بن کر جاں گزیں ہے۔

قارئین کرام! میرے چالیس برس کے تاریخی اور تحریکی مشاہدہ کے عین مطابق مذکورہ ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ کی ابحاث نے علمی، فکری، نظریاتی اور تحریکی ابتلاء و آزمائش کے سیکڑوں زنگ آلود قفل کھولے ہیں اور آج تقریباً نصف صدی کے بعد بھی شیخ الاسلام کا قرآنی ’’فلسفہ انقلاب‘‘ تحریک منہاج القرآن کے لیے مصلحِ امت کا اہم فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ ’’قرآنی فلسفہ انقلاب‘‘ ہماری تحریکی جدوجہد میں، ہمارے شعوری شب و روز میں ہمہ وقت کارفرما ہے اور اصلاحِ معاشرہ میں کی گئی منجملہ عملی کاوشیں اسی فلسفۂ روح پرور کی مرہونِ منت ہیں۔

جی ہاں قابلِ غور یہ کہ دیگر سیکڑوں وجوہات اور عوامل ایسے ہوں گے جو قائد انقلاب کی جدوجہد پیہم اور عظیم قربانیوں

کی مثال ہیں۔ تاہم حکیم الامت شیخ الاسلام کی حکمت و دانائی اور قرآنی دانشمندی نے لاریب طور پر ''قرآنی فلسفہ انقلاب'' جو کہ نظریات و افکارِ قرآنی کا انسائیکلو پیڈیا ہے، ہمیں نہ صرف عطا کیا بلکہ ہماری بگاڑ شدہ زندگی میں ایمان کی طرح راسخ کرکے ہماری دنیوی اور اخروی اصلاح کا آبِ حیات فراہم کیا اور ہمیں اپنے ہاتھوں سے نوش کروایا۔

یہ ایک قابلِ فخر اعزاز ہے کہ سیکڑوں کتب ہزاروں موضوعات پر مشتمل انقلابی، روحانی، علمی، نظریاتی، تجدیدی، اجتہادی، اقتصادی، معاشرتی، معاشی، ایمانیات و عبادات، اعتقادات، سیرت فضائل نبوی ﷺ، ختمِ نبوت، تقابلِ ادیان، فقہیات، تصوف، اخلاقِ حسنہ، اسوۂ مصطفیٰ، اوراد و وظائف، فکریات، اقتصادیات، دستوریات، قانونیات، شخصیات، عظمتِ صحابہ کرامؓ، عظمتِ اہلِ بیتِ اطہارؓ، اسلام اور جدید سائنس، امن و محبت اور عدمِ تشدد، حقوقِ انسانی اور عصریاتی خطابات کی CD-DVD اور ویڈیوز نہ صرف تحریک منہاج القرآن بلکہ عالمِ اسلام کی ہمہ جہت اصلاح و تبلیغ کر رہی ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ جاری رہے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں تحریک منہاج القرآن کی بین الاقوامی اصلاحی کامیابیاں اور کامرانیاں روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں وہاں دیگر مذاہب اور ادیان کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے اور وہ بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

تحریکی اصلاحی کاوشیں نتیجہ خیز کیونکر ممکن ہوئیں؟

۱۔ عملی طور پر رجوع الی اللہ، رجوع الی القرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ سے نسبت کے باعث تحریک کامیابی کی جانب گامزن ہے۔

۲۔ مقام و آدابِ مصطفیٰ ﷺ کا ہمہ جہت تصور اور فروغِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے باعث تحریک آج دیگر جماعتوں سے ممتاز ہے۔

۳۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کے باعث تحریک کی کاوشیں معاشرے میں اثرات پیدا کر رہی ہیں۔

۴۔ تجدیدی، اجتہادی ہم آہنگی کے فروغ کے باعث تحریک ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔

۵۔ اتحادِ امت مسلمہ میں قائد عظیم المرتبت داعی تحریک کی شب و روز علمی، نظریاتی، عملی روحانی توجہ اور محنتِ شاقہ بھی تحریک کو عروج اور کمال کی جانب گامزن کیے ہوئے ہے۔

۶۔ بین المسالک ہم آہنگی اور بین المذاہب رواداری کے فروغ اور ٹھوس حکمتِ عملی تحریک کو معاشرے میں اہم مقام دلوانے کا باعث ہے۔

۷۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر موانست، مودّت، مواخات کے فروغ کے باعث بھی تحریک نتیجہ خیزی سے مالا مال ہے۔

۸۔ دفاع و فروغِ عقائدِ اہلسنت کو تابعِ قرآن سنت کرنے کے باعث بھی معاشرے میں تحریک نتائج پیدا کر رہی ہے۔

۹۔ قائد عظیمت المقام کا اسلام کو درپیش جدید دور کے چیلنجز سے تجدیدی، اجتہادی، علمی، روحانی کاوشوں کے ساتھ نبرد آزما ہونا بھی تحریک کا طرۂ امتیاز ہے۔

۱۰۔ فروغِ اسلام میں قرآن فقط نظریہ نہیں بلکہ ایک عملِ پیہم ہے اور مصطفیٰ کریم ﷺ ہی شارحِ قرآن اور شارعِ اسلام ہیں۔ اس نظریہ کو فروغ دینا بھی تحریک کو ممتاز کرتا ہے۔

۱۱۔ شیخ الاسلام کا بحیثیت قائدِ تحریک اور مصلحِ امت مصطفوی ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا کی معصوم اور نئی نسل کے اذہان و قلوب پر اثر اندازی کو علمی، روحانی طور پر روکنا، بے راہ روی اور غلط استعمال کے فروغ کو روحانی تعلیمات اور عملی اقدامات کے ذریعے رد کرنا اور سدِّ باب کے طور پر موثر تربیتی و تنظیمی نصاب مرتب کرکے موزوں پلیٹ فارم فراہم کرنا بھی اصلاحِ معاشرہ کا باعث ہے۔

۱۲۔ جدید ترین الیکٹرانک میڈیا سسٹم، ذرائع ابلاغ، CD، DVD، ویڈیوز اور خصوصاً منہاج TV کے ذریعے سے دعوت، تبلیغ اور اصلاح کا باقاعدہ نظام مرتب کرکے مسلسل توجہ مبذول کرنے کے باعث مناسب نتیجہ خیزی میسر ہوئی۔

۱۳۔ تحریک کی طرف سے گلشنِ منہاج کی علمی و عملی اور روحانی آبیاری کے لیے قدیم و جدید لاکھوں کتب پر مشتمل موثر لائبریری نیٹ ورک قائم کرکے نوجوانوں کی شعوری سطح کی بلندی کے باعث تحریک روبہ ترقی ہے۔

۱۴۔ قائد تحریک کے خصوصی حکم پر تحریکی نوجوانوں کی تعمیری، عملی تحریکی میدان میں خدمت کرنے کے لیے تمام تنظیمی نیٹ ورک میں ہر قسم کا جائز و ناجائز اسلحہ اور ذرائع تشدد کو کلیتاً ممنوع قرار دیئے جانے اور پرامن سوسائٹی کے قیام اور تشدد و جارحیت کے مکمل خاتمے کے اعلان کے باعث تحریک اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کررہی ہے۔ قائد کی اس دانشمندانہ سوچ نے تنظیمی سسٹم کے زاویے بدل دیئے دیگر تنظیمات کے قائدین کو بھی مثبت سوچنے پر مجبور کردیا اور اس عمل سے کافی حد تک نوجوانوں کی تعمیری سوچ کے دھارے بدلے اور عدمِ تشدد کا ماحول سازگار ہوا اور ہم آہنگی کا ماحول میسر آیا۔

۱۵۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کے قیام سے خواتین کی عظمتِ رفتہ کی بحالی ہوئی۔ توقیر و اکرامِ حوا کو بلندی نصیب ہوئی اور معاشرتی ونظریاتی پس ماندہ سوچ کا دھارا بدل گیا۔ قائد عظیم المرتبت شیخ الاسلام نے منہاج القرآن ویمن لیگ کا باقاعدہ قیام جنوری 1998ء میں ویمن لیگ کے قیام عمل میں لائے اور منہاج القرآن ویمن لیگ کو اپنی بیٹیوں کا درجہ دیتے ہوئے پرامن عوامی جمہوری انقلاب کے حصول میں خواتین کی جدوجہد کو ایک پلیٹ فارم عطا کیا۔ ویمن لیگ کے قیام سے مسلم معاشرے میں خواتین کو درپیش دورِ قدیم اور دورِ جدید کے نت نئے چیلنجز کے پیش نظر انھیں معاشرے میں حقیقی مقام سے روشناس کروایا اور کھوئی ہوئی توقیرِ حوا کی بحالی کے لیے کاوشیں کیں۔

☆ قارئین کرام! اصلاحِ احوالِ امت کے لیے یہ داعی انقلاب، علمی، عملی نظریاتی روحانی سوچ کے حامل قائد عظیم المرتبت کی جانب سے انتہائی دانشمندانہ نظریاتی اور دلیرانہ اقدام تھے۔ اصلاحِ معاشرہ میں کارفرما اِن جملہ عوامل و اقدامات نے تحریک منہاج القرآن کو تحریکِ مصلحِ امتِ محمدیہ بنادیا۔ تبلیغی و معاشرتی اصلاح میں تحریک منہاج القرآن کے جملہ فورمز اور نظامتوں کی پاکیزہ جدوجہد نے نتیجہ خیزی کو ممکن بنایا اور اس جدوجہد کو چار چاند لگادیے۔

❁❁❁❁❁

اظہارِ تعزیت

گذشتہ ماہ محترم علامہ محمد افضل سعیدی کے چھوٹے بھائی اور محترم محمد طیب (نظامت امور خارجہ) کے چچا جان محترم اصغر علی، محترم علامہ غلام ربانی تیمور کے بڑے بھائی محترم ڈاکٹر محمد اقبال، محترم محمد عارف طاہر (انچارج مرکزی سینٹرل سٹور) کے والد محترم، محترم انجینئر آصف رمضان کی ہمشیرہ، محترم شیراز ملک کے بہنوئی، محترم میاں محمد نعیم (لاہور آفس) کے بھائی، محترم محمد اشرف کی والدہ، محترم محمد علی قادری (سینئر ریسرچ سکالر FMRi) کی ساس، محترم محمد اسلام لطیف کے چچا جان، محترم ملک سجاد کی والدہ، محترم محمد عرفان طاہر کی پھوپھو جان، محترم خرم شہزاد کے چچا جان، محترم فراز ہاشمی کے دادا جان، محترم راشد منہاس کے ماموں جان، محترم علامہ محمد وسیم افضل قادری (نظامت امور خارجہ) کے نانا جان محترم صوفی عبدالمجید (بدوملہی)، محترم محمد اشفاق انجم (کمپیوٹر آپریٹر مجلّہ آفس) کے جواں سالہ عزیز محترم محمد ذیشان (ڈھوڈا۔ پسرور)، محترم بشیر احمد رحمانی (حافظ آباد) کے برادر نسبتی کا بیٹا، محترم فیصل محمود گجر (ضلعی صدر MYL حافظ آباد) کا بھانجا اور محترم صابر حسین گجر (صدر تحریک دبئی) کا نواسہ، محترم محمد قاسم عباسی (حافظ آباد) کی نانی، محترم محمد اکرم کیلانی کے بڑے بھائی محترم نذیر احمد عطاری (گوجرانوالہ)، محترم حافظ تنویر ساجد (TMQ تحصیل حافظ آباد) کی والدہ، محترم منظور انور کی سمدھن (گوجرانوالہ) اور محترم طارق حجازی منہاجین (ڈیرہ غازی خان) کے بھائی محترم محمد طاہر قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت وبخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

4 دہائیوں کے مختصر عرصہ میں تحریک منہاج القرآن نے غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں

بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان
نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل

تحریک منہاج القرآن اپنا 41واں یوم تاسیس منا رہی ہے۔ قوموں اور ملکوں کی زندگی میں 40 سال کا عرصہ کوئی بڑا عرصہ نہیں ہوتا۔ اس عرصہ کے دوران تحریک منہاج القرآن کو ملنے والی کامیابیوں پر نظر دوڑائی جائے تو انسان ایک خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عالمگیر تنظیمی انفراسٹرکچر اور ملک گیر تعلیمی انفراسٹرکچر کا پھیلاؤ غیر معمولی کامیابی ہے۔ بحیثیت نائب صدر میں جب ان کامیابیوں پر نظر دوڑاتا ہوں تو بے ساختہ کہتا ہوں کہ یہ سب اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے۔ اپنے اور پرائے اس بات کے معترف ہیں کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تحریک منہاج القرآن ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ایک علمی، فکری اور تحقیقی تحریک ہے اور یہ تحریک اسلام کی آفاقی تعلیمات کے فروغ اور اس کی ترویج و اشاعت کے لئے شبانہ روز مصروف عمل ہے۔ اس اہم موقع پر میں دعا گو ہوں اللہ رب العزت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو ہمارے سروں پر صحت تندرستی کے ساتھ سلامت رکھے اور اس کے اندرون، بیرون ملک مقیم کارکنان رفقائے کار، وابستگان اور جملہ ذمہ داران پر اپنی نوازشات اور نعمتوں کی بارش کرے۔

منہاج القرآن نے زندگی کے ہر شعبہ میں دینی انسانی وملی خدمت انجام دی

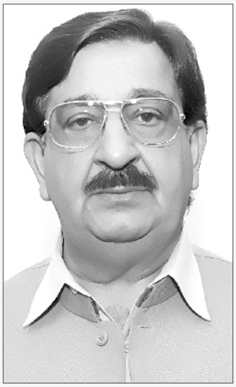

خرم نواز گنڈاپور
ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل

تحریک منہاج القرآن نے زندگی کے ہر شعبہ میں دینی، انسانی و ملی خدمت انجام دی ہے۔ تعلیم و تربیت ہو، ایمانیات، اخلاقیات یا عقائد ہوں، خدمت انسانیت یا خدمت خلق ہو ہر جگہ تحریک منہاج القرآن کی خدمات نظر آتی ہیں۔ تعلیم کی بات کریں تو 500 سے زائد تعلیمی اداروں میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد طلباء و طالبات زیور علم سے آراستہ ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا یہ کریڈٹ ہے کہ انہوں نے تحریک منہاج القرآن کو ہر نوع کی فرقہ واریت اور تعصب سے بالاتر رکھا اور ہمیشہ اتحادِ امت کی بات کی اور قرآن مجید کے لاتفرقو کے حکم کو اپنی تحریک کا اساسی نظریہ بنایا۔ منہاج القرآن کی سب سے بڑی دینی، انسانی اور ملی خدمت فروغِ امن ہے۔ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ فتنہ انتہا پسندی اور فتنہ دہشت گردی کا دور ہے۔ اسلام کے روایتی دشمنوں نے اس انتہا پسندی اور دہشت گردی کے تانے بانے اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم حرکتیں کیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دنیا پر واضح کیا کہ اسلام انتہا پسندی نہیں اعتدال اور رواداری کا دین ہے اور الحمدللہ اس بیانیہ کو تسلیم کیا گیا۔ میں 41ویں یوم تاسیس پر جملہ کارکنان کو مبارکباد دیتا ہوں۔

تحریک منہاج القرآن کا فروغ علم میں عالمگیر کردار

شیخ الاسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں علمی، فکری رہنمائی مہیا کی

منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، نظام المدارس پاکستان

منہاج ویمن کالج، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی شکل میں قوم کو باوقار تعلیمی ادارے ملے

——— علی وقار قادری ———

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک شاندار ترکیب پر پیدا کیا ہے۔ اس کی ذات کے تین نمایاں جزو ہیں: جسم، روح اور شعور۔ ان تینوں کی ترقی انسان کو کامل بناتی ہے۔ جسم مضبوط ہو اور روح نہ ہو تو انسان مردہ کہلاتا ہے۔ جسم مضبوط ہو اور عقل نہ ہو تو پاگل کہلاتا ہے۔ کامل انسان اسی کو کہتے ہیں کہ جس کا جسم، روح اور عقل، تینوں چیزیں سلامت ہوں۔ جسم کی ترقی کا زیادہ انحصار انسانی محنت و مشقت پر نہیں بلکہ قدرتِ الٰہیہ کے مرہونِ منت ہے۔ ہم نے کھانا ہے اور ہمارے تمام اعضاء ایک خاص تناسب سے عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتے جائیں گے۔ اس میں ہماری محنت کو دخل نہیں کہ ہم نے آنکھیں کتنی بڑی کرنی ہیں، ہاتھ کتنے بڑے کرنے ہیں، پاؤں کتنے بڑے کرنے ہیں۔ الغرض یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نظام کے تحت ہم میں جاری و ساری کردیا ہے جو خود کار طریقے سے کارفرما رہتا ہے۔ مگر ہر عضو کی نشوونما کے لیے الگ محنت نہیں کرنا پڑتی۔

دوسرا حصہ شعوری وجود کا ہے، جس کی نشوونما کا کل انحصار ہماری محنت، ریاضت اور جدوجہد پر ہے۔ یہ خود کار طریقے سے افزائش نہیں پاتا۔ جتنی ذہنی ریاضت ہوگی اتنی ہی شعوری نشوونما ہوگی۔ یہ حصہ کلیتاً انسان کے کسب سے متعلق ہے۔ انسانی معاشروں میں شعور کی ترویج کی اس جہت پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا کردار لازوال، متنوع، کثیر الجہتی اور اعلیٰ سطح پر قائم ہے۔ انسانی نشوونما کا جو پہلو انسان کے ذمہ رکھا گیا تھا اس کی تعمیر و ترقی کا انحصار انسانیت کے رہنماؤں پر ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری تمام حدود و قیود سے بالاتر ہوکر ہر طبقہ کے لیے شعوری بالیدگی کا سامان مہیا فرما رہے ہیں۔

اصلاحِ امت کے لیے آپ کی خدمات کسی ایک جہت میں مقید نہیں بلکہ ہمہ جہت ہیں۔ اسی بنا پر تحریک منہاج القرآن کو رسول نما تحریک کہا گیا ہے۔ تحریک منہاج القرآن اور قائد تحریک کی پہچان و شناخت کے لیے اس سے زیادہ بہترین اصطلاح نہیں ہوسکتی۔ رسول نئی شریعت کے ساتھ انسانیت کی ہمہ جہت اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، جبکہ نبی پہلے سے موجود شریعت کی اتباع میں اُن اقدار کے احیاء کے لیے تشریف لاتے ہیں جو اپنی اصل کھو چکی ہوں۔ یہی فرق ہے رسول نما تحریک اور عام اصلاحی تحریک میں۔ رسول نما تحریک کا منصب زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح ہوتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے گزشتہ چار دہائیوں کے کام کا جائزہ لیں تو شاید ہی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا ہو جس میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر آپ کی طرف سے قابلِ ذکر حصہ نہ ڈالا گیا ہو۔

یہ عالمگیر کام علم، شعور، آگہی، حکمت، دانش اور تدبر سے

☆ ڈائریکٹر لارل ہوم سکولز

عبارت ہے۔ اس عالمگیر کام کے لیے آپ نے ابتدائی طور پر علم کے فروغ کے لیے نہایت قابلِ ذکر مساعی کیں جن سے صرف ایک دہائی میں دنیا کے کونے کونے سے آپ کے عشاق، تشنگانِ علم ودانش سمٹتے چلے آئے اور یوں اہلِ دانش و محبین کا ایک ایسا طبقہ میسر آیا جن کی اخلاقی طور پر تربیت کر کے تعلیمی انقلاب کے عظیم مقصد کے لیے افراد تیار کیے جاسکیں۔ یہ لوگ صرف دینی طبقہ سے ہی تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ فکر و دانش تھے۔ اس طرح سے علم ودانش کی وہ سلطنت جس کو آپ قائم فرما کر جہالت زدہ معاشرے کو علم کے نور سے منور کرنا چاہتے تھے، اس کی بنیادیں ڈالی جاچکی تھیں۔ ان بنیادوں پر دیواروں کا کام آپ کے سحر انگیز اور پُرمغز خطابات نے کیا۔ آپ کا تکلم، الفاظ کا چناو، معانی میں گہرائی وگیرائی، دلفریب انداز اور وسعتِ علمی نے لوگوں کو آپ کے خطابات کا ایسا گرویدہ کردیا کہ جو سنتا سر دھنتا چلا جاتا۔ چند ہی سالوں میں ایک دنیا آپ کے سحر میں مبتلا ہوچکی تھی۔ ان دیواروں پر چھت کا کام آپ کی شاندار، بامقصد اور پر اثر کتب نے کیا، جو دیکھتے ہی دیکھتے اہلِ فکر کے افکار پر چھا گئیں۔

یہ سفر یہیں ختم نہ ہوا بلکہ اپنے علمی و الہامی افکار کے فروغ اور اشاعت کے لیے آپ نے باقاعدہ تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی جس میں ہر سطح کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ پاکستان میں بالخصوص اور دنیا میں بالعموم آپ کے قائم کردہ تعلیمی ادارے شعور وآگہی کے فروغ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان ادارہ جات کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ منہاج یونیورسٹی کا قیام

منہاج یونیورسٹی لاہور (MUL) اپنے شاندار ڈگری پروگرامز، محنتی اور تجربہ کار تدریسی عملہ، معیاری تعلیم وتربیت اور صاف ستھرے ماحول کے باعث اِس وقت پرائیویٹ سیکٹر میں تیزی سے ترقی کرنے والی یونیورسٹی ہے۔ منہاج یونیورسٹی ہر سال مستحق طلبہ و طالبات کو کروڑوں روپے کا سکالرشپس کی صورت میں مالی ریلیف بھی مہیا کرتی ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور پرائیویٹ سیکٹر کی واحد یونیورسٹی ہے جس میں اِنتہا پسندی کے خاتمے اور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لیے School of Peace اور Counter-Terrorism اور تصوف کے شعبہ جات قائم کیے گئے ہیں۔ یہ ڈگری پروگرامز نوجوانوں اور مختلف شعبہ جات میں خدمات انجام دینے والے پروفیشنلز میں بڑی تیزی سے مقبول ہورہے ہیں۔

منہاج یونیورسٹی گزشتہ کئی سالوں سے بین المذاہب ہم آہنگی، اسلامک بنکنگ اینڈ فنانس جیسے اہم عصری مسائل پر بین الاقوامی کانفرنسز کرا رہی ہے جس میں دنیا بھر کی یونیورسٹیز کے ماہرین شریک ہوتے ہیں۔

۲۔ نظام المدارس کا قیام

یہ کام کئی صدیوں سے امت کے اہلِ دانش پر فرض تھا مگر یہ دہائیوں تک نظر انداز ہوتا رہا۔ ہمارے مدارس کا نظامِ تعلیم، نصاب منہجِ قدیم پر ہونے کے سبب جدید ضروریات سے مطابقت نہ رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علمِ دین پڑھ کر، کئی سال قرآن و سنت سے وابستہ رہ کر بھی بندہ معاشرے میں کوئی بلندمنصب حاصل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مدارس کی تعلیم ان پہلوؤں کے لحاظ سے طلبہ کو تیار نہ کرتی تھی۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ مدارس کا نصاب طلبہ کے اذہان کو ایک خاص حد میں بندکر دیتا تھا اور توسع و افزونی جو شعورِ انسانی کا بنیادی خاصہ ہے، اس کی مناسب افزائش نہ ہو پاتی تھی۔ تیسرا یہ کہ ان مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ جدید علوم سے بالکل ناواقف ہوتے تھے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نظام المدارس کی بنیاد رکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ نظام المدارس کا نصاب نہایت جامع اور متنوع ہے۔ اس میں قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم، فکری نشوونما کے لیے مناسب مواد اور معاشرے سے ہم آہنگ بنانے کا مکمل سامان موجود ہے۔

ابھی نظام المدارس کی بنیاد رکھے چند ماہ ہوئے کہ

1200 سے زائد مدارس نے نظام المدارس کے ساتھ الحاق کر لیا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک Missing Link تھا جس کو محسوس سب کر رہے تھے لیکن پورا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کیا۔

۳۔ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام تعلیمی شعبہ میں منفرد خدمات انجام دینے والا بڑا تعلیمی ادارہ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز اور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن ہے۔ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز کا لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، منہاج یونیورسٹی لاہور اور عالم اِسلام کی ممتاز یونیورسٹی جامعۃ الازہر مصر سے اِلحاق ہے۔ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز میں علومِ شریعہ کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

یہاں کا فارغ التحصیل بیک وقت دینی اسکالر بھی ہوتا ہے اور کامرس، آئی ٹی اور اسلامی معاشیات کا ماہر بھی ہوتا ہے۔ یہاں کے فارغ التحصیل اسکالرز اس وقت پاکستان سمیت دنیا کے 90 ممالک میں بطور پروفیشنلز مختلف اداروں میں کلیدی عہدوں پر شاندار ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔

۴۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا قیام

تعلیم سے متعلق حکومتوں کی غیر سنجیدگی، بے حسی اور جاری نظام تعلیم میں عدمِ مقصدیت ایسے عناصر ہیں جس نے شیخ الاسلام کو منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے قیام کی طرف متوجہ کیا۔ 1994ء میں باقاعدہ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا اور بامقصد، معیاری، غیر منافع بخش، جدید اور اسلامی تعلیم کے امتزاج پر مبنی ادارہ معرض وجود میں آیا۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت ملک بھر میں چھ سو سے زائد تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں جن میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد طلبہ زیرِ تعلیم ہیں اور دس ہزار سے زائد (اساتذہ و دیگر افراد) کا روزگار وابستہ ہے۔ گزشتہ 25 سالوں میں کم وبیش دو لاکھ سے زائد طلبہ وطالبات سکولنگ کے بعد اعلیٰ تعلیم اور بعض اعلیٰ عہدوں پر ملک وقوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی ہر سال ہزاروں قابل اور غریب طلبہ کو وظائف دیتی ہے جو کیش، کتب، یونیفارم اور فیس معافی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ MES سالانہ بنیادوں پر پورے ملک میں لگ بھگ دو کروڑ کے تعلیمی وظائف دیتی ہے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا نصاب شیخ الاسلام کی تعلیماتِ امن و آشتی کا عکاس ہے۔ MES کے سکولز میں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامیات کا جامع نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہر کلاس میں القرآن، الحدیث، الفقہ اور تاریخ اسلام کے عناوین سے اسباق ترتیب دیئے گئے ہیں جو بچے کے عقیدۂ محبتِ الٰہی، عشق و ادبِ رسالتِ مآب ﷺ، اہلِ بیتِ کرام و اصحابِ رسول ﷺ کی تعظیم، اولیاء وصالحین کا ادب اور اعلیٰ تر علمی استنباطات و استدلالات کا مجموعہ ہیں۔ ساتھ ہی اردو ریڈر کے عنوان سے انبیائے کرام علیہم السلام، اہلِ بیت واصحاب رسول ﷺ کی مبارک زندگیاں کہانی کے انداز میں بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں تاکہ ابتدائی سطح سے ہی بچہ اپنے لیے صحیح آئیڈیل کا تعین کر سکے۔ ابتدائی کلاسز میں قرآنی قاعدہ شاملِ نصاب ہے۔ اس کے ساتھ تعلیم القرآن کے عنوان سے قرآن مجید کا متن لفظی و بامحاورہ ترجمہ کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے تاکہ بچے پر تفہیمِ مفردات کا دروازہ کھلے اور قرآن مجید کو براہِ راست سمجھنا شروع کرے۔ یہ نصاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی طرف سے اس ملک کے تعلیمی نظام پر ایک احسان ہے۔

۵۔ لارل ہوم انٹرنیشنل سکولز کا قیام

یہ جدید ڈیجیٹل CMS پر مبنی نظامِ تعلیم ہے جو جدید ترین تدریسی منہج کے ساتھ ساتھ دینی، اخلاقی اور اعتقادی قدروں کا بھی ضامن ہے۔ اس میں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامیات کا جامع نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہر کلاس میں

القرآن، الحدیث، الفقہ اور تاریخ اسلام کے عناوین سے اسباق ترتیب دیئے گئے ہیں جو بچے کے عقیدۂ محبت الٰہی، عشق و ادب رسالت مآب ﷺ، اہل بیت کرام واصحاب رسول کی تعظیم، اولیاء وصالحین کا ادب اور اعلیٰ تر علمی استنباطات اور استدلالات کا مجموعہ ہیں۔ یہ فرنچائز ماڈل ہے۔ محض تین سالوں میں اس کے تحت چلنے والے سکولز کی تعداد سو سے بڑھ چکی ہے۔

لارل ہوم سکولز میں بچوں کی اخلاقیات کو پروان چڑھانے کے لیے Character based activity Calendar متعارف کروایا گیا ہے۔ یہ کیلنڈر ہر ماہ کی ایک قدر متعین کرتا ہے اور پھر اس ماہ کے چار ہفتوں میں اس قدر کو بچے کی شخصیت کا حصہ بنانے کے لیے سرگرمیاں کرائی جاتی ہیں۔ اس کیلنڈر میں اہم ترین اقدار میں سے سچائی، دیانت، خدمتِ خلق اور ادب شامل ہیں۔ ان اقدار کے احیاء کے ذریعے لارل ہوم سکولز معاشرے کو سچے، دیانتدار، مخلص اور باادب افراد دینے کا کام کر رہا ہے۔

۶۔ منہاج کالج برائے خواتین کا قیام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1996ء میں منہاج کالج برائے خواتین کی بنیاد رکھی۔ آپ کا پہلے دن سے یہ موقف ہے کہ خواتین کو زندگی کے ہر شعبہ میں نمائندگی دی جائے۔ جہاں تک تعلیم وتعلم کا تعلق ہے تو اس کو آپ لازمی قرار دیتے ہیں۔ ماں تعلیم وتربیت سے آشنا ہوگی تو پوری نسل کی تربیت درست ہوگی۔

اسی ضرورت کے تحت آپ نے کم وبیش چار دہائیاں قبل جب تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی تو ساتھ ہی ویمن لیگ کا فورم قائم فرمایا جس پر اس وقت کے تنگ نظر لوگوں نے فتوے لگائے، مگر شیخ الاسلام کی نگاہ کئی دہائیاں آگے دیکھتی ہے۔ آج وہی لوگ اس ضرورت کے قائل ہوگئے ہیں۔

منہاج کالج برائے خواتین کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں جدید تعلیم اور دینی علوم کا شاندار امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہ ادارہ بچیوں کے لیے انٹرمیڈیٹ (ایف اے، آئی سی ایس، آئی کام) کے ساتھ ساتھ **الشھادۃ الثانویۃ** کی سند بھی مہیا کرتا ہے، گریجویٹ (بی ایس) کے ساتھ لازمی تعلیم کے طور پر **الشھادۃ العالیۃ** اور ماسٹر کی پروفیشنل ڈگری کے ساتھ **الشھادۃ العالمیۃ** کی ڈگری بھی مہیا کرتا ہے۔ یعنی منہاج گرلز کالج کی ہر سٹوڈنٹ بیک وقت دینی وعصری علوم حاصل کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایم فل پروگرام اور بہت سے شارٹ کورسز کا بھی وقتاً فوقتاً انعقاد کیا جاتا ہے۔

منہاج کالج برائے خواتین میں سیکڑوں طالبات زیرِ تعلیم ہیں اور اب تک اس کالج سے فراغت پانے والی خواتین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر اور مذہبی طور پر تنگ نظر اور متشدد معاشرے میں دین دنیا کے امتزاج والی خواتین کی اتنی بڑی تعداد پیدا کرنا یقیناً پاکستان پر اور اہلِ پاکستان کی آئندہ نسلوں پر شیخ الاسلام کا بہت بڑا احسان ہے۔ منہاج کالج برائے خواتین کے ذریعے شعور وآگہی کے فروغ اور شرح خواندگی میں اضافہ بھی خاطر خواہ حد تک ہو رہا ہے کیونکہ ایک عورت کو شعور دینا صرف ایک عورت کو نہیں بلکہ کئی نسلوں کو شعور دینا ہے۔

۷۔ آغوش آرفن کیئر ہوم کا قیام

اہلِ پاکستان کے لیے شیخ الاسلام کا یہ ایک ایسا تحفہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ آغوش کمپلیکس میں چار ادارے کام کر رہے ہیں۔

۱۔ آغوش آرفن کیئر ہوم　　۲۔ تحفیظ القرآن
۳۔ آغوش گرائمر سکول　　۴۔ منہاج کالج آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی

آغوش آرفن کیئر ہوم کا قیام 2005ء میں شیخ الاسلام کے دستِ مبارک سے عمل میں آیا۔ یتیم اور غریب بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یہ پروجیکٹ بے مثال ہے۔ یہ یتیم بچوں کے لیے بہترین رہائش، معیاری تعلیم، اچھی خوراک، مناسب لباس اور شاندار تربیت کا ضامن ہے۔ اس کا مقصد ایسے بچوں میں احساس کمتری کو ختم کر کے، تعلیم وتربیت کے ذریعے ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے کے دیگر طبقات کے ساتھ برابری کی سطح پر زندگی گزاریں اور معاشرے کے مفید

اور کارآمد فرد بن سکیں۔ الحمدللہ سیکڑوں بچے آغوش کی آغوش میں تعلیم یافتہ ہوکر باعزت زندگی گزار رہے ہیں۔

گزشتہ 15 سالوں میں آغوش نے 1048 خاندانوں کے چشم و چراغ سڑک سے اٹھا کر تعلیم وتربیت کے مراحل سے گزار کر باوقار فرد بنا دیئے ہیں۔ شیخ الاسلام کا یہ پاکستان کی شرح خواندگی کے اضافہ میں بھی شاندار حصہ ہے اور کرائم ریٹ کو کم کرنے میں بھی شاندار حصہ ہے۔ ان بچوں کی تعلیم نے 1000 سے زائد خاندانوں کو معیاری زندگی بھی عطا کر دی۔ یہ پروجیکٹ معاشرے کے بے یارومددگار اور پسے ہوئے طبقے کو شعور و آگاہی اور خواندہ کرنے کے حوالے سے بے مثال ہے۔

۸۔ انسدادِ دہشت گردی اور فروغِ امن کیلئے جدوجہد

شیخ الاسلام نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر قیامِ اَمن کے لیے فکری، تحریری اور تقریری ہر میدان میں فقید المثال خدمات انجام دی ہیں اور اپنی تصنیفات و تالیفات اور خطابات کے ذریعے دنیا کو باور کروایا ہے کہ اِسلام اِنتہا پسندی کا نہیں بلکہ اَمن و محبت، اِعتدال و میانہ روی اور ہم آہنگی و رواداری کا دین ہے۔

خدمتِ اِنسانیت کے اِس باب میں چھ سوصفحات پر مشتمل اِنسدادِ دہشت گردی کا فتویٰ شیخ الاسلام کی ایک ایسی علمی و فکری کاوش ہے جسے اپنوں اور پرایوں سبھی نے بے حد سراہا ہے۔

تحریکِ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے 40 سے زائد کتب پر مشتمل فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب مرتب کیا گیا ہے جس کا برملا اِعتراف عالمِ اِسلام کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم OIC کی طرف سے بھی کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی فروغِ اَمن کی کاوشوں کے نتیجے میں مغربی دنیا نے اِسلام کے اَمن بیانیہ کو پذیرائی دی اور امریکہ میں شیخ الاسلام کے اَمن بیانیے کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ کسی ایک فرد یا ادارے کی نہیں بلکہ پورے عالمِ اِسلام کی سعادت و کامرانی ہے۔ تحریکِ منہاج القرآن کو اَقوامِ متحدہ (UN) میں خصوصی مشاورتی درجہ بھی حاصل ہے۔

۹۔ عالمگیر تعلیمی، دعوتی انفراسٹرکچر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے پاکستان اور بیرونِ پاکستان پوری دنیا میں اِسلامی مراکز، کمیونٹی سینٹرز اور تعلیمی اِدارہ جات قائم کیے ہیں جو مقامی آبادی کو علم و حکمت کے نور سے منور کرتے ہوئے ان کی فکری اور اَخلاقی و رُوحانی اِصلاح کا فریضہ بخوبی نبھا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ جاپان اور آسٹریلیا سے لے کر یورپ کے بیشتر ممالک سمیت امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔

۱۰۔ بیداریٔ شعور

اہلِ پاکستان میں بالخصوص اور پوری امت مسلمہ میں بالعموم بیداریٔ شعور کے حوالے سے کام شیخ الاسلام کے عظیم مشن کا ہمیشہ سے بنیادی ستون رہا ہے۔ آپ سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور روحانی، الغرض ہر سطح پر بیداریٔ شعور کے خواہاں ہیں اور اس کے لیے حتی الوسع مساعی کر رہے ہیں۔ معاصرین کا آپ سے بڑا اختلاف ہی یہ ہے کہ آپ وہ سر بناتے ہیں جسے جھکنا نہیں آتا۔ بیداری شعور کا یہ عظیم کام گزشتہ 41 سال سے تحریکی و انقلابی جدوجہد کا جزولاینفک ہے۔ مختلف حالات میں اس کے لیے آپ مختلف انداز اپناتے رہے، کہیں یہ کام علم کو عام کر کے کیا، کہیں یہ کام پسے ہوئے طبقہ کے لیے آواز اٹھا کر اور اسے اس کے حقوق کا احساس دلا کر کیا، کہیں یہ کام 1000 سے زائد کتب لکھ کر امت کو اس کے اصل اثاثہ سے جوڑنے کی صورت میں کیا، کہیں یہ کام نوجوانوں کو شدت پسندی سے بچانے کی صورت میں کیا۔ اِسی سلسلے میں 10 سال قبل ملک گیر سطح پر بیداریِ شعور کی باقاعدہ مہم کا آغاز کیا گیا تھا۔ بیداریِ شعور کی اس تحریک کا مقصد عوام کو درپیش مسائل اور چیلنجز سے آگاہ کرنا اور ان کے حل کے لیے جد و جہد پر آمادہ کرنا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں اس وقت تک تبدیلی نہیں آسکتی جب تک قوم تبدیلی کی ضرورت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہو۔ آپ کے نزدیک مجموعی طور پر چار

بنیادی اُمور تبدیلی اور بیداریٔ شعور کا تقاضا کرتے ہیں:

۱۔ یہ ایک منتشر (scattered) اور پارہ پارہ قوم ہے جسے اتحاد اور یگانگت کی سخت ضرورت ہے تاکہ دوبارہ وحدت کے رشتے میں پروئی جائے۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ اس کے لیے حقیقی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۲۔ پاکستانی قوم مایوسی کے گرداب میں دھنستی جا رہی ہے، اسے یاس و ناامیدی کی دلدل سے نکال کر امید اور یقین کے نور سے بہرہ ور کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لیے بھی حقیقی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۳۔ بدقسمتی سے ہماری قوم بے مقصدیت کا شکار ہوگئی ہے۔ اِس کے سامنے ایسا کوئی نصب العین نہیں جو ٹکڑوں میں بٹ کر منتشر ہو جانے والے جتھوں کو ایک اکائی میں پرو کر متحد کر سکے جو سب کو بحیثیت ایک قوم کے جینے اور ترقی کرنے کا سلیقہ سکھا سکے۔ بے مقصد قوم کو مقصدیت کا شعور دینے کے لیے حقیقی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۴۔ ہماری قوم بے سمت ہوگئی ہے۔ کراچی سے خیبر پختونخواہ تک اور کشمیر سے چمن کی سرحدوں تک من حیث القوم اس کی کوئی سمت ہی نہیں رہی۔ اس کی سوچیں، وفاداریاں، مفادات، ترجیحات اور ایجنڈے سب متضاد ہیں۔ بائیس کروڑ عوام کا بے ہنگم ہجوم ایک قوم، ایک وحدت اور اکائی بن کر ایک مقصد کے ساتھ ایک سمت کی طرف چل پڑے؛ لیکن یہ کیسے ممکن ہوگا؟ اس کے لیے ایک ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے۔

انتشار، مایوسی، بے مقصدیت اور بے سمتی میں مبتلا قوم مجموعی طور پر اکثر شعبہ ہائے حیات میں زوال پذیر ہوتی جا رہی ہے اگرچہ انفرادی اور گروہی طور پر اس کی کارکردگی قابلِ رشک ہے۔

تحریکِ منہاج القرآن اپنے قیام کے وقت سے ہی قوم کو مقصدیت سے رُوشناس کرانے کے لیے سرگرمِ عمل رہی ہے۔ اس کے لیے اس کے بانی قائد اور سرپرستِ اَعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہر طبقۂ فکر کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا پیغام ان تک پہنچایا۔ تحریکِ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر مختلف فورمز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مثال کے طور پر نوجوانوں تک پیغام پہنچانے اور انہیں مقصدیت سے آگاہ کرنے کے لیے منہاج القرآن یوتھ لیگ (MYL) اور طلبہ و طالبات کے لیے مصطفوی اسٹوڈنٹس موومنٹ (MSM) قائم کی گئیں۔ پاکستان کی نصف سے زائد آبادی کو اس کی ترقی میں عملی طور پر شریک کرنے کے لیے منہاج القرآن ویمن لیگ (MWL) قائم کی گئی۔ مذہبی اسکالرز کو ایڈریس کرنے کے لیے منہاج القرآن علماء کونسل (MUC) قائم کی گئی، جس کے تحت ہر مسلک کے علماء اور سرکردہ قائدین تک پاکستان کی ترقی اور مذہبی ہم آہنگی کا ایجنڈا زیرِ بحث لایا گیا اور مذہبی سطح پر طاری جمود ختم کرنے کے لیے عملی کاوشیں کی گئیں۔ سیاسی جد و جہد اور سیاسی سطح پر عوام میں بیداریِ شعور کے لیے پاکستان عوامی تحریک (PAT) قائم کی گئی۔ دیگر مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی کے فروغ اور بین المذاہب عدمِ برداشت کا رجحان ختم کرنے کے لیے Directorate of Interfaith Relations خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح تعلیمی سطح پر زوال اور جمود ختم کرنے کے لیے منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت اس وقت تک 600 سے زائد اسکولز اور کالجز قائم کیے جاچکے ہیں جہاں مذہبی و غیر مذہبی ہر دو علوم کی تدریس کی جاتی ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ہے جہاں قدیم و جدید علوم کی بیک وقت تعلیم دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اردو، انگریزی، عربی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں ایک ہزار تالیفات میں سے 600 سے زائد کتب طبع ہوچکی ہیں جب کہ سیکڑوں موضوعات پر دس ہزار سے زائد خطابات موجود ہیں تاکہ قوم زیورِ علم سے آراستہ ہوکر ہر سطح پر شعور و آگہی کی دولت سے مالا مال ہو۔

لہٰذا یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان کی تاریخ میں تحریکِ منہاج القرآن ہی وہ تحریک ہے جس نے سب سے پہلے بیداریٔ شعور کے لیے فی الواقع تمام مفادات سے بالا تر ہوکر صرف اور صرف انسانیت، اسلام اور پاکستان کے لیے کام کیا۔

❁❁❁❁❁

دعوتِ دین اور جدید ذرائع ابلاغ

منہاج القرآن جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی بانی دینی تحریک ہے

انٹرنیٹ، منہاج ویب ٹی وی، ای لرننگ، سوشل میڈیا، آن لائن اسلامک لائبریری کے ذریعے شیخ الاسلام کے خطابات اور تصنیف و تالیف سے دنیا بھر کے قارئین اور ناظرین استفادہ کررہے ہیں

ثناء اللہ طاہر

بیسویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر کو اگر سائنسی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے باب میں انقلاب کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عقلِ انسانی کو ایسے نئے آلات و وسائل ایجاد کرنے کی رہنمائی فرمائی جن کا کچھ سالوں پہلے تک تصور بھی ممکن نہ تھا۔ یوں تو اس انقلابی ترقی کے دور میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہر قسم اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے آلات ظہور پذیر ہوئے لیکن ذرائعِ ابلاغ، مواصلاتی نظام، آپسی روابط اور پیغام رسانی کے عمل و تبادلے کے شعبے میں بلاشبہ حیرت انگیز ایجادات ہوئیں، جنھوں انسانی سماج اور تہذیب و تمدن پر اَنمٹ نقوش چھوڑے، جیسے انٹرنیٹ، سیٹلائٹ ٹی وی چینلز، سوشل ایپس، موبائل ایپس، پیغام رسانی کی ایپس وغیرہ۔ ان ایجادات کے ذریعے معلومات، خیالات اور افکار کی تخلیق و اشاعت اور اشتراک و تبادلہ نا صرف سہل بلکہ سرعت رفتار ہوگیا۔

جدید ذرائع ابلاغ نے اگرچہ ثقافتوں پر گہرا اثر ڈالا ہے اور ان کی ایجاد نے سماجی تعلقات اور اظہارِ جذبات کے نفیس اور شائستہ طریقوں کو فراموش کر دیا ہے تاہم ان ترقی یافتہ ذرائع و وسائل کی اہمیت تسلیم شدہ ہے، جس سے کوئی بھی سلیم العقل شخص انکار نہیں کرسکتا۔ دورِ حاضر میں ریاستی عہدیداروں سے لے کر عام آدمی، حتیٰ کہ کسان، مزدور اور ریڑھی بان تک ہر شخص ان ذرائع ابلاغ سے جڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاستی و حکومتی پالیسیوں کا اعلان کرنا ہو یا کسی کے لیے جذبات کا اظہار مقصود ہو، ان وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ دعوتی نقطہ نظر سے بھی یہ آلات و وسائل نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور دورِ حاضر میں اس مقصد کے لیے بڑے پیمانہ پر ان کا استعمال ہو بھی رہا ہے۔ اسی لئے عصرِ حاضر کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ، خاص طور پر سوشل میڈیا عصر حاضر کی وہ عظیم قوت ہے جس سے زندگی کا کوئی شعبہ بچا ہوا نہیں ہے۔ سیاست، معاشرت، مذہب، تعلیم، کاروبار سمیت یہ روزمرہ کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ یہ معاملات کو سدھارنے میں معاون بھی ہے اور بگاڑ کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہ ایک طرف سہولت ہے تو دوسری طرف ضرورت بھی ہے۔ اس پر سلیقہ شعار اہلِ علم جلوہ افروز ہیں تو جذباتی اَن پڑھ لوگوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہے۔ دانشمندوں کی موجودگی ہے تو سیاسی و مذہبی امور کے دلدادوں کا ہجوم بھی، الغرض آوازوں کا ایک اژدھام ہے، جس میں مہذب و شائستہ اور سماعت کو لبھانے والی صدائیں بھی ہیں اور صوت الحمار کی مانند لعن طعن، گالم گلوچ سے بھرا شور وغوغا بھی ہے۔ یہاں ہر قسم اور ہر فکر کے لوگوں کا انبوہ ہے جو تقریر و تحریر کے ایک ایک لفظ اور مقرر و محرر کے انداز کو بغور دیکھتا، سنتا اور پڑھتا ہے اور اس کا مثبت یا منفی اثر بھی قبول کرتا ہے۔

اس صورتحال میں ایک لمحہ کے لیے رُک کر سوچنے کی ضرورت ہے کہ اگر جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال منفیّت،

شیطانی افکار و نظریات اور فحاشی و عریانی کو فروغ دینے کے لیے ہو رہا ہو (بدقسمتی سے فی الواقع کم و بیش ایسا ہو بھی رہا ہے اور اس کے اثرات بھی ہمیں ہر دوسرے تیسرے دن خبروں میں دیکھنے کو ملتے ہیں) تو انسانی سماج اور اعلیٰ انسانی اقدار کا کیا حشر ہوگا؟

جدید ذرائع ابلاغ کی صورت میں میسر سہولت کسی خاص طبقہ کی جاگیر نہیں بلکہ اس میں ساری انسانیت کا آزادانہ حصہ ہے، خیر و شر کے لشکروں میں سے جو جتنا چاہے اس سے حاصل کرلے۔ ایک ایسے وقت میں جب ان ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے سماج کو اعلیٰ اقدار سے محروم کر کے انسانیت کا وجود خطرے میں ڈالا جا رہا ہے اور اسے خوشنما ناموں کے ساتھ زہرِ ہلاہل پلائی جا رہی ہے، بحیثیتِ مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم انسانیت کو ساحلِ نجات بخشنے کا سبب بنیں اور اسے تمدن کی وادیوں میں تہذیب و شائستگی کے جام پلانے کا جدید انداز اختیار کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

فَوَاللّٰہِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَن يكونَ لك حُمْرُ النَّعَمِ .

(صحیح بخاری: ۴۲۱۰، مسلم: ۲۴۰۶)

''اللہ کی قسم! اگر ایک آدمی بھی تمہارے ذریعہ راہِ ہدایت پا جائے، یہ چیز تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔''

جدید ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا کو صہیونی سازش، مغربی تہذیب کے فروغ کے آلات اور شیطانی کھلونے قرار دے کر ان سے فرار اختیار کرنا، دراصل اس پورے میدان کو خالی اور نوجوان نسل کو بے یار و مددگار چھوڑنے کے مترادف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے اعلان اور دعوتِ اسلام کے لئے خاص طور پر صفا کی چوٹی کا انتخاب فرمایا۔ آپ ﷺ کا یہ انتخاب محض اتفاق نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کے اُسی پلیٹ فارم کو استعمال کیا جو ان کے ہاں رائج اور مؤثر تھا۔ اہلِ مکہ کا رواج تھا کہ انہیں جب بھی کسی نہایت اہم بات کی خبر دینی ہوتی تو صفا کی چوٹی پر چڑھ کر آواز لگاتے۔ صفا کی چوٹی پر ہونے والا اعلان اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے جس کی خبر دینا مقصود ہے۔ تمام اہلِ مکہ اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے اور ہمہ تن گوش اعلان سنتے۔ گویا اہلِ مکّہ کے ہاں اخبار و واقعات اور افکار و خیالات کے ابلاغ کا یہ سب سے اہم، مؤثر، تیز اور سہل ذریعہ تھا۔

رسالتمآب ﷺ نے اپنے دور کے اس ذریعۂ ابلاغ کو کفار و مشرکین کا پلیٹ فارم قرار دے کر ترک نہیں فرمایا بلکہ اسی پلیٹ فارم کو استعمال میں لاتے ہوئے اسے دعوتِ دین کا ذریعہ بنایا۔ وہی پلیٹ فارم جس سے کفارِ مکہ شرک کی تبلیغ کرتے تھے، رسالتمآب ﷺ نے اسی پلیٹ فارم سے صدائے توحید بلند کی، جس پلیٹ فارم پر جنگ و جدل کے منصوبے بنائے جاتے تھے، رسالتمآب ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر ندائے امن لگائی۔ اس پلیٹ فارم کی اہمیت اور سرعت کے سبب یہ نداء مہینوں اور سالوں کی بجائے ہفتوں میں ہی مکہ کے ہر فرد اور گھر تک پہنچ چکی تھی۔ پھر تاریخ نے وہ منظر بھی دیکھا جب اس آواز پر لبیک کہنے والے فوج در فوج اُمڈ آئے۔ تصور کریں کہ رسول اللہ ﷺ اس پلیٹ فارم کو مشرکین کا مخصوص پلیٹ فارم قرار دے کر ترک فرما دیتے تو کیا آپ کی دعوت اس قدر جلد مکہ اور اس کے مضافات میں پہنچ پاتی؟

رسالتمآب ﷺ حج کے موقع پر بھی دعوت و تبلیغ فرماتے، حالاں کہ اس زمانے میں حج میں بہت سی منکرات اور برائیاں اہلِ مکہ نے اپنی طرف سے شامل کرلی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ احترام کے نام پر کعبہ کی بے حرمتی کرتے تھے، خانہ خدا، مورتیوں اور بتوں کی پرستش گاہ بنا دیا گیا تھا۔ منیٰ اور عرفات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کی بجائے اپنے آباء و اجداد کی تعریفوں کے نغمے گاتے اور قصائد پڑھے جاتے تھے۔ عکاظ کا میلہ تو خالص تجارتی میلہ تھا، جس میں شراب و کباب کی محفلیں آراستہ کی جاتی تھیں جو عیش کوشیوں اور سرمستیوں بلکہ بدمستیوں کے لوازمات میں سے ہیں۔ ان تمام منکرات کے باوجود رسالت مآب ﷺ حج کے اجتماع اور عکاظ کے میلے میں پہنچتے اور پورے وقار و تمکنت کے ساتھ دعوتِ حق فرماتے۔ اہلِ مدینہ حج کے اجتماعات کی ہی برکت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور پھر ایسے جاں نثار ہوئے کہ تاریخِ عالم میں ایسی جاں نثاری اور خودسپردگی کی مثال نہیں ملتی۔

رسالت مآبﷺ کا ان اجتماعات میں جانا اور وہاں دعوتِ حق پہنچانا، دعوت و تبلیغ کے لئے زبان و بیان کے وہ سارے ذرائع استعمال کرنا جو جاہلی معاشرے میں رائج تھے، اس زمانے کے طاقتور ترین اور وسیع الاثر ذرائع ابلاغ سے استفادہ کی بہترین مثالیں ہیں۔ اس لئے اپنے عہد کے ذرائع ابلاغ سے فائدہ اُٹھانا اور ان تک رسائی حاصل کرنا صرف مصلحت کا تقاضا نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات اور رسالت مآبﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی ہے۔

تحریک منہاج القرآن کی دعوت کے چار نکات

چار دہائیاں قبل جب تحریک منہاج القرآن کا قیام عمل میں آیا تو اس کا اولین فریضہ دعوتِ دینِ حق قرار پایا۔ تحریک کے عناصرِ خمسہ کی روشنی میں تحریک منہاج القرآن کا عملِ دعوت چار نکات پر مشتمل تھا:

۱۔ فکرِ آخرت، اصلاحِ احوال اور رضائے الٰہی

۲۔ ایمان و عقیدہ کا تحفظ اور عشقِ رسالت مآبﷺ کا فروغ

۳۔ اسلامی کی روایتی تعبیر کی عصری تقاضوں سے ہم آہنگی

۴۔ اقامتِ دین کی دعوت و سعی

اکتوبر 1980ء میں تحریکِ منہاج القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ یہ وہ دور تھا جب عالمی اور اندرونی محرکات کے باعث تقریباً تمام اسلامی ممالک میں بیداری کی ایک لہر چل رہی تھی، جس کی کوکھ سے اقامتِ دین، انقلاب اور اسلامی نظام کے نفاذ کے نعروں کے ساتھ مذہبی تحریکیں اور تنظیمیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اس سے قطع نظر کہ استعماری قوتوں نے امتِ مسلمہ میں پیدا ہونے والی بیداری کی اس لہر کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا، لیکن دردِ دل رکھنے والا پڑھا لکھا مسلمان طبقہ امتِ مسلمہ کو درپیش ہمہ گیر زوال سے نکالنے کے لیے ان نعروں پر لبیک کہنے کو تیار بھی تھا اور پرجوش بھی۔ لیکن دوسری طرف ان تحریکوں اور تنظیموں کے عمائدین کا جوش و ولولہ محض خوش کن نعروں تک ہی محدود تھا۔ بجائے یہ کہ ٹھوس نظریات اور قرآن و سنت کے قوی دلائل پر قوم کی تربیت کی جاتی، ان کا سارا زور ترنم و تغنم، شاعری اور خوش آوازی پر تھا۔ دعوتِ دین کے لیے وہ نہ صرف روایتی طریقوں پر مُصر تھے بلکہ اپنے مذہبی فہم کی بناء پر جدید ذرائع ابلاغ کو کفریہ قرار دے رہے تھے۔ ان کی پیش کردہ دینی تعبیر اس قدر غیر جاذب اور روکھی تھی کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوان دین سے ہی بیزار ہو رہے تھے۔

ان حالات میں قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی دعوت کا آغاز دروسِ قرآن کے ایسے سلسلہ سے کیا جو عام روایتی انداز سے بالکل ہٹ کر تھا۔ آپ کے دروس علمی اعتبار سے قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین اور روحانی چاشنی سے بھرپور ہوتے تھے۔ جدید سائنسی حوالے سے دین کی تشریح و تعبیر اور دل میں اتر جانے والے اندازِ بیان نے پڑھے لکھے احباب کو بالعموم اور نوجوان نسل کو بالخصوص متاثر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت کم عرصہ میں یہ دعوت کُو بہ کُو پھیلنے لگی اور لوگ جوق در جوق تحریک میں شمولیت اختیار کرنے لگے۔

قائد تحریک منہاج القرآن نے اپنی ہمہ جہت مساعی کے روزِ اولین سے ہی احیائے اسلام، تجدید دین، دعوت و تبلیغ اور مصطفوی مشن کے فروغ کے لیے دستیاب جملہ ذرائع ابلاغ کو نہایت مہارت کے ساتھ استعمال کرنے کا بندوبست کیا۔ آپ نے روایتی اور دقیانوسی سوچ و فکر کے حاملین کی طرح سائنسی ایجادات کو دین کے پیغام کے فروغ کے منافی تصور نہیں کیا بلکہ آپ نے ان جملہ ایجادات کو ایسے آلات قرار دیا جو بذاتِ خود اچھے یا برے نہیں بلکہ ان کا استعمال انہیں اچھا یا برا بناتا ہے۔

ذیل میں ہم اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کے حوالے سے تحریک منہاج القرآن کی فکر اور دوراندیشی کے چند گوشے نذرِ قارئین کر رہے ہیں:

۱۔ ویڈیو ریکارڈنگ

80ء کی دہائی تک برصغیر اور بالخصوص پاکستانی معاشرے میں روایتی مذہبی طبقے کے ہاں ویڈیو اور کیمرے کی حرمت کے فتوے عام تھے۔ کیمرے، ٹیلی وژن اور ویڈیوز کو تمام برائیوں

کی جڑ قرار دے کر دینوی و اخروی عذاب کا باعث بتایا جاتا تھا۔ اس صورتحال میں بانی تحریک منہاج القرآن کا مؤقف یہ تھا کہ ویڈیو، کیمرا اور ٹیلی وژن محض آلات ہیں، یہ بذاتِ خود اچھائی یا برائی نہیں ہیں۔ جب طاغوت کے لشکر انہیں برائی اور فحاشی وعریانی کے لیے استعمال میں لا رہے ہیں تو اہلِ مذہب کو یہ آلات نیکی کے فروغ کا ذریعہ بنانا چاہئیں۔ شیخ الاسلام کا یہ مؤقف معقول تھا مگر صدیوں کے جمود کا شکار روایتی مذہبی طبقہ اپنے مؤقف سے ہٹ کر کوئی بات سننے کیلئے کہاں تیار تھا! چنانچہ انہوں نے تحریک منہاج القرآن کی قبولیت سے خائف ہو کر اپنے ہی جاری کردہ ویڈیو اور کیمرے کی حرمت کے فتووں کے پردے میں عوام کو آپ سے بدظن کرنے کی کوششیں کیں تو ساتھ ہی ساتھ آپ کی کردارکشی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ان علماء کو تحریک منہاج القرآن کے پروگرامز میں شرکت کی دعوت دی جاتی تو ان کی شرط ہوتی تھی کہ پروگرام میں ویڈیو کیمرا نہ لایا جائے۔ اس شدید مخالفت اور دقیانوسیت کے باوجود شیخ الاسلام نے خطابات کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ جاری رکھی۔

شیخ الاسلام کے خطابات کی ریکارڈنگ کا باقاعدہ آغاز 1982ء میں ہوا اور منہاج پروڈکشنز کے نام سے مرکز پر نظامت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ منہاج پروڈکشنز کی ذمہ داری شیخ الاسلام کے خطابات کی آڈیو ریکارڈنگ، ویڈیو ریکارڈنگ، ایڈیٹنگ، تمام خطابات کی ماسٹر کاپیز کی تیاری، حفاظت اور خطابات ریلیز کرنا تھا۔ اس شعبے نے قائدِ تحریک کی ماہ و سال کی کاوشوں اور خطابات کا ریکارڈ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کیا اور آج الحمدللہ تحریک منہاج القرآن کے سیکڑوں مختلف پروگرامز سمیت شیخ الاسلام کے 7000 سے زائد خطابات کا ریکارڈ موجود ہے۔ اسی ریکارڈ کی بدولت شیخ الاسلام کے خطابات اور ان کے مختصر کلپس آپ کے آفیشل یوٹیوب چینل (youtube.com/DrQadri) اور تحریک کے دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر روزانہ کی بنیاد پر نشر ہوتے رہتے ہیں۔

۲۔ پی ٹی وی پر فہم القرآن پروگرام

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان ہوا ہے کہ 80ء کی دہائی تک پاکستانی معاشرے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں گھر پر ٹی وی ہونا غیر معمولی بات تھی۔ اس کی دو وجوہات تھیں: پہلی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت ٹی وی ایک آسائش اور سٹیٹس سمبل تھا جو ہر ایک کو میسر نہیں تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کسی گھر میں ٹی وی موجود ہونے کا تاثر سماجی معنوں میں بہت منفی تھا۔ یہ تاثر بڑی حد تک اس سوچ کے باعث پیدا ہوا تھا جو علماء کے خطابات، رسالوں اور فتاویٰ میں نمایاں تھی۔ علماء تمام برائیوں کی جڑ ٹی وی کو ہی مانتے تھے اور ٹی وی کے کسی مثبت استعمال کے امکان کو بھی خارج از قیاس قرار دیتے تھے۔ وقت گزرا، دنیا بدلی، حالات بدلتے چلے گئے، وہی ٹی وی جسے یار لوگ عذابِ قبر کا باعث ثابت کرنے کے لیے گھنٹوں دلائل اور بیسیوں واقعات بیان کرتے ہوتے تھے، اب تقدیس کا رتبہ پا گیا، جو تھا ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا۔

بانی تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دعوتِ دین کے لیے اس پلیٹ فارم کا بھی بھرپور استعمال کیا اور اس سلسلے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں دکھائی۔ 11 اپریل 1983ء کو پاکستان ٹیلی ویژن پر فہم القرآن کے نام سے شیخ الاسلام کا پروگرام شروع ہوا۔ اس پروگرام کو عوام وخواص میں اتنی مقبولیت ملی کہ لوگ ہفتہ بھر اس پروگرام کا انتظار کرتے اور پروگرام آن ایئر ہوتے ہی اپنی جملہ مصروفیات چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو کر TV کے آگے بیٹھ جاتے۔ یہ پروگرام لاکھوں کروڑوں افراد تک دعوتِ دین کو پہنچانے کا باعث بنا۔

۳۔ آن لائن اسلامک لائبریری

تحریک منہاج القرآن نے دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کے لیے جہاں الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا سے بھرپور استفادہ کیا وہاں تحقیق وتصنیف کے میدان میں بھی اپنا لوہا منوایا اور اس ضمن میں ہر قدم پر جدت کو مدنظر رکھا۔

80ء کی دہائی میں ہی اندرون و بیرونِ ملک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے خطابات، دروس اور لیکچرز کا سلسلہ

کافی بڑھ چکا تھا۔ اس علمی و تحقیقی اور فکری مواد کی مستقل بنیادوں پر مطبوعہ صورت میں اشاعت کے لیے 7 دسمبر 1987ء کو منہاج القرآن رائٹرز پینل کی بنیاد رکھی گئی اور بعد ازاں اس علمی و تحقیقی مرکز کو بانی تحریک کے والد گرامی فرید ملت حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ سے منسوب کرتے ہوئے فریدِ ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ (FMRi) کا نام دیا گیا۔

فریدِ ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے اسلام کے حقیقی پیغام کی تبلیغ و اشاعت اور تحریک منہاج القرآن کے فکر کی ترویج کے لیے جدید اندازِ تحقیق اپنایا اور نئی نسل کو بے یقینی، اخلاقی زوال اور ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے دورِ جدید کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی تدوین و اشاعت کو اپنا اولین مقصد بنایا۔

فریدِ ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ (FMRi) کے مرکزی شعبہ جات میں شعبہ تحقیق و تدوین، ریسرچ ریویو کمیٹی، مرکزی لائبریری، شعبہ ترجمہ، شعبہ کمپوزنگ، شعبہ خطاطی، شعبہ مسودات و مقالہ جات، شعبہ ادبیات، دار الافتاء اور شعبہ تحقیقی تربیت شامل ہیں۔ ان شعبہ جات کے ریسرچ اسکالرز نے نہ صرف کئی اہم موضوعات پر تحقیقی مواد تیار کیا ہے بلکہ قائد تحریک کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و روحانی موضوعات پر فکر انگیز ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ جدید اسلوبِ تحقیق اور عصری تقاضوں کے عین مطابق اس شعبے کی وساطت سے اب تک 600 سے زائد علمی، تحقیقی اور فکری کتب شائع ہوچکی ہیں۔

تحریک منہاج القرآن کی آن لائن اسلامک لائبریری منہاج بکس www.minhajbooks.com کے نام سے ہے، جس میں کتب پی ڈی ایف، تصویری، تحریری اور زِپ فارمیٹ میں استفادہ عام کے لیے مفت دستیاب ہیں۔ حال ہی میں کتابوں کو صوتی (audio) روپ میں مہیا کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ منہاج بکس کے نام سے ہی اس لائبریری کی موبائل ایپ بھی دستیاب ہے۔ منہاج بکس ایک جامع لائبریری ہے، جس میں شیخ الاسلام اور دیگر مصنفین کی 600 سے زائد کتب الگ الگ زمرہ جات کی صورت میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تلاش کی سہولت بھی ہے، جہاں کوئی ایک لفظ یا عنوان لکھ کر اس سے متعلقہ کتب دیکھی جاسکتی ہیں۔

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے دورِ حاضر میں تحقیق کا نہ صرف انداز بدل دیا ہے بلکہ اس میں بے شمار آسانیاں بھی پیدا کی ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام و انتظام قائم فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے اِن جدید سہولیات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ہزار ہا کتب کے مسودات کو ڈیجیٹل صورت میں محفوظ کیا ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق کے لیے آن لان/آف لائن ڈیجیٹل لائبریریوں سے بھی استفادہ کیا جارہا ہے، جس کے لیے ریسرچ اسکالرز کو باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے اور اس سلسلے میں شیخ الاسلام بھی ریسرچ اسکالرز کی مسلسل رہنمائی کرتے ہیں اور اس طرح تحریک منہاج القرآن نے تحقیق و تصنیف کے معاملے میں اول دن سے ہی جدید ذرائع سے استفادہ جاری رکھا ہوا ہے۔

۴۔ انٹرنیٹ سے استفادہ

بیسویں صدی کے دوسرے نصف سے ہی جدید ذرائع ابلاغ میں انٹرنیٹ کی اہمیت مسلّم ہوچکی تھی۔ انٹرنیٹ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر 1994ء میں تحریک منہاج القرآن کی مرکزی آرگنائزیشنل ویب سائٹ www.minhaj.org کے نام سے منظر عام پر آئی۔ یہ وقت تھا جب پاکستان میں پڑھا لکھا طبقہ بھی انٹرنیٹ سے شناسا نہیں تھا۔ 1996ء میں اشاعتِ اسلام کی غرض سے کی جانے والی تحریک منہاج القرآن کی جملہ مساعی کو سائبر سپیس پر پیش کرنے کے لئے پاکستان میں واقع تحریک کے مرکزی سیکرٹریٹ میں باقاعدہ ایک شعبہ وجود میں آیا، جسے منہاج انٹرنیٹ بیورو کے نام سے موسوم کیا گیا۔ تحریک منہاج القرآن کی مرکزی آرگنائزیشنل ویب سائٹ www.minhaj.org کو کسی بھی آرگنائزیشن کی پہلی پاکستانی ویب سائٹ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

منہاج انٹرنیٹ بیورو نے اس ویب سائٹ کو نئے تکنیکی تقاضوں کے مطابق از سرنو پروان چڑھانے کے ساتھ ساتھ

بہت سی نئی ویب سائٹس بھی لانچ کیں، جن میں ویب صارفین کے لئے بیش بہا نئی سروسز شروع کی گئیں۔ اس لائحہ عمل سے جہاں عوام الناس کو تحریک کے پلیٹ فارم سے اسلام سے شناسائی کے گوناگوں مواقع ملے، وہاں ماہانہ لاکھوں کی تعداد میں نئے ویب صارفین کا اضافہ بھی ہوا، جو کسی بھی پاکستانی نژاد ویب سائٹ کے لئے ایک اعزاز سے کم نہیں۔

تحریک کا پیغام عالمی سطح پر عام کرنے کے لئے جہاں انگریزی ویب سائٹس بنائی گئیں، وہیں پاکستان اور بھارت سمیت دنیا بھر کے اردو دان طبقے کو تحریک سے روشناس کرانے کے لئے ہر ویب سائٹ کا اردو ورژن بھی تیار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آن لائن دنیا میں یونیکوڈ اردو کے فروغ میں منہاج انٹرنیٹ بیورو کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح عرفان القرآن کی ویب سائٹ www.irfan-ul-quran.com کو یونیکوڈ اردو ترجمہ قرآن کی پہلی ویب سائٹ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

اس شعبے نے تحریک منہاج القرآن کی تنظیمی، تعلیمی و ادبی اور ادارہ جاتی ویب سائٹس کو نہ صرف ڈیویلپ کیا ہے بلکہ ان کی اپ ڈیٹنگ کا فریضہ بھی یہی شعبہ سرانجام دیتا ہے۔

۵۔ ویب ٹی وی کا قیام

فروری 2003ء میں قائد ڈے کے مبارک موقع پر تحریک منہاج القرآن کی ملٹی میڈیا ویب سائٹ www.minhaj.tv کا قیام عمل میں آیا۔ اس ویب سائٹ پر شیخ الاسلام کے ہزاروں خطابات کی موجودگی اور ان کے لاکھوں ناظرین نے قائدینِ تحریک کی توجہ ایسا ویب ٹی وی چینل لانچ کرنے کی طرف دلائی جس پر شیخ الاسلام کے خطابات اور تحریکی سرگرمیاں نہ صرف براہ راست نشر کی جاسکیں بلکہ اس کی نشریات 24 گھنٹے جاری رکھی جائیں۔ چنانچہ 30 اپریل 2011ء کو تحریک منہاج القرآن کے ٹیلی ویژن چینل منہاج ٹی وی www.minhaj.tv کا قیام عمل میں لایا گیا۔ منہاج ٹی وی کا افتتاح منہاج اسلامک سنٹر پیرس (فرانس) میں منعقدہ تقریب میں ہوا، جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے براہ راست خطاب کیا۔ اس ویب ٹی وی کی نشریات 24 گھنٹے چلتی ہیں اور شیخ الاسلام کے خطابات وتحریک منہاج القرآن کے پروگرامز براہ راست نشر کیے جاتے ہیں۔ ہر سال جامع المنہاج سے اعتکاف اور مینارِ پاکستان سے عالمی میلاد کانفرنس منہاج ٹی وی کے ذریعے ہی پوری دنیا میں نشر کی جاتی ہیں۔

۶۔ ای لرننگ (e-Learning)

بیرون ملک مقیم مسلمانوں اور ان کے بچوں کو اسلامی علوم سے آراستہ کرنے کے لیے شیخ الاسلام کی رہنمائی میں فاصلاتی تدریسی پروگرام کا آغاز دسمبر 2009ء میں www.equranclass.com کی ویب سائٹ سے کیا گیا۔ اس شعبہ کے ذریعے بیرونِ ملک طلبہ و طالبات تحریک منہاج القرآن کے مرکز پر موجود ماہر اساتذہ سے آن لائن منسلک ہوکر علم وآگہی کا نور حاصل کرتے ہیں۔ 2017ء میں طالبات کے لیے www.femaletutor.com کے نام سے الگ کیمپس قائم کیا گیا، جس میں منہاج کالج برائے خواتین کی فاضلات تدریسی فرائض انجام دیتی ہیں۔ اس تدریسی پروگرام کے ذریعے ہونے والے کورسز میں ناظرہ قرآن کورس، تجوید و قرات کورس، عرفان القرآن کورس، ترجمہ قرآن کورس، حدیث لرننگ کورس، سیرت الرسول کورس، عقائد کورس، فقہ کورس، عربی قواعد کورس اور اردو زبان و ادب کورس شامل ہیں۔

۷۔ سوشل میڈیا

تحریک منہاج القرآن نے دورِ جدید کے تیز ترین سمجھے جانے والے ذرائع یعنی سوشل میڈیا کو دعوتِ دین اور فروغِ تحریک کے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ مرکزی سوشل میڈیا ٹیم فیس بک، یوٹیوب، ٹوئٹر، ساؤنڈ کلاوڈ، وٹس ایپ، انسٹاگرام، پنٹرسٹ، ویمیو، ڈیلی موشن اور فلکر سمیت ہمہ قسم سوشل میڈیا پر بنے تحریک اور قائدین تحریک کے آفیشل اکاؤنٹس پر باقاعدہ اپ ڈیٹس دیتی ہے۔ ماضی میں یہ شعبہ رضاکاران کو سوشل میڈیا کے استعمال اور اس کی اخلاقیات سے متعلق تربیت دینے کے لئے ورکشاپس کا انعقاد بھی کرتا رہا ہے۔

مرکزی سوشل میڈیا میں سے چند پیجز کے روابط درج ذیل ہیں:

Youtube:

www.youtube.com/DrQadri

www.youtube.com/DrHassanQadri

www.youtube.com/DrHussainQadri

www.youtube.com/MinhajulQuran

www.youtube.com/MinhajTVOfficial

Facebook:

www.facebook.com/TahirulQadri

www.facebook.com/DrHassanQadri

www.facebook.com/DrHussainQadri

www.facebook.com/MinhajulQuran

www.facebook.com/PakistanAwamiTehreek

www.facebook.com/BooksbyDrQadri

Twitter:

www.twitter.com/TahirulQadri

www.twitter.com/DrHassanQadri

www.twitter.com/DrHussainQadri

www.twitter.com/MinhajulQuran

www.twitter.com/BooksbyDrQadri

www.twitter.com/PATofficialPK

خلاصۂ کلام

بانی و سرپرستِ اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بلاشبہ نابغہء روزگار اور مجددِ دین و ملت ہیں، جنہوں نے اپنی دعوتی و تنظیمی مساعی کی بنیاد روایتی فکر کی بجائے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلوب پر رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ جدتِ فکر و نظر تحریک منہاج القرآن کے خمیر میں شامل ہے۔ 80ء کی دہائی میں ہی شیخ الاسلام نے اس بات کا ادراک کر لیا تھا جدید ذرائع سے منہ موڑنے کی بجائے اسلام کی ترویج و اشاعت اور دعوتِ دین کے لیے ان ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لانے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اسلام دشمن قوتیں اس محاذ پر حملہ آور تھیں اور اہلِ مذہب اسے شجرِ ممنوعہ قرار دے کر اس سے گریزاں تھے۔ اسی احساس کے پیشِ نظر آپ نے تبلیغِ دین اور فروغِ تحریک کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال کیا۔ بانی تحریک کی اسی جدت پسندی اور جدید سہولیات سے استفادہ نے تحریک منہاج القرآن کو عصری تحریکوں میں منفرد مقام دیا ہے۔

فہرست مرکزی ویب سائٹس

تحریک منہاج القرآن کی مرکزی ویب سائٹس منہاج انٹرنیٹ بیورو کے زیرانتظام ڈویلپ اور اپ ڈیٹ کی جاتی ہیں۔ چند اہم ویب سائٹس کے روابط درج ذیل ہیں:

Minhaj-ul-Quran International MQI

www.minhaj.org

Irfan-ul-Quran

www.irfan-ul-quran.com

Islamic Library

www.minhajbooks.com

The Official IP-TV & Islamic Multimedia

www.minhaj.tv

Minhaj-ul-Quran Women League MWL

www.minhajsisters.com

Pakistan Awami Tehreek PAT

www.pat.com.pk

Monthly Minhaj-ul-Quran/Dukhtaran-e-Islam

www.minhaj.info

Fatwa Online

www.thefatwa.com

❁❁❁❁❁

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں۔۔۔موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

کارکنان کی فکری و نظریاتی تربیت

انسان کو خسارے سے نکال کر رشکِ ملائک بنانے کے لئے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر آئے

منہاج القرآن کا نصب العین اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملت اسلامیہ کے وقار کا احیاء ہے

محمد رفیق نجم

تربیت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ادنیٰ کو کمال تک پہنچانا، کسی فرد کی پوشیدہ صلاحیتوں (POTENTIAL) کو نکھار کر اُسے پستی سے نکال کر کمال کی راہ کا مسافر بنا دینا، کمال کی راہ پر ڈال دینا اور فرد کی استعدادِ کار کو حرکت دے کر منزل کی طرف نئی رفتار سے گامزن کرنا ہے۔

مربّی اپنے زیرِ تربیت افراد میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا، بلکہ زیرِ تربیت فرد کے اندر موجود صفات کو اس طرح ترتیب کے ساتھ پروان چڑھاتا ہے کہ وہ مطلوبہ مقصد حاصل کر سکے۔

تربیت کو مالی اور باغ کی مثال سے خوب اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ مالی امرود کے پودے پر آم نہیں لگا سکتا بلکہ امرود کے پودے کو بتدریج موسمی حالات سے محفوظ رکھتا ہے۔ پانی اور خوراک کا مناسب مقدار اور مناسب اوقات میں بندوبست کرتا ہے۔ پودے کو مختلف بیماریوں سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے، اگر بیماری لگ جائے تو اُس کے تدارک کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ پودے پر پھولوں سے لیکر پھل کے پکنے تک کے عمل کی مکمل نگرانی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تعلیم و تربیت کیلئے روزِ ازل سے ہی انتظام فرما دیا تھا۔ اس انسان کو خسارے سے نکال کر رشکِ ملائک بنانے تک کے سفر کیلئے ربِ کائنات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام اور اُن کے ساتھ تربیت کا سامان (زبور، انجیل، تورات اور قرآن مجید) بھی دیا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد یہ کام اولیاء کرام، علماء کرام، اساتذہ کرام اور دانش مندان کے سپرد ہوا۔

رب کائنات کی کمال شفقت یہ ہے کہ تربیت کی یہ ذمہ داری اس نے والدین اور بالخصوص ماں کے سپرد کی تا کہ بچے کو دنیا میں آتے ہی مربّی نصیب ہوجائے۔ اسی لیے اقوام کی ترقی اور عروج کا راز قوم کی ماؤں کی تربیت سے جُڑا ہوا ہے۔ ماں کی گود کی تربیت بچے کی سوچ کی بلندی، حق گوئی، حسنِ اخلاق، عہد سے وفا، رزق کی طہارت اور معاشرتی اقدار کی پاس داری کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس پر اسلامی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن تجدید دین، احیائے اسلام ترویج و اقامتِ اسلام کی عالمی تحریک ہے۔ تحریک کے سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق اپنے رفقائے کار کیلئے ایک منظم اور مربوط نظامِ تربیت کا حسین بندوبست فرمایا ہے کیونکہ منہاج القرآن کے گلشن میں کھلنے والے گلوں کی خوشبو اور ثمرات کے ذائقہ سے بھی بلندیٔ خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے کہ شیخ الاسلام نے بطور مربّی اپنے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ جس کے نتائج پر ایک دنیا شاہد ہے۔

☆ نائب ناظمِ اعلیٰ شمالی پنجاب

نتیجہ خیزی کی ضمانت

یہ بات سچ ہے کہ زوال کا سبب اُمتِ مسلمہ کا اسلام پر عمل نہ کرنا ہے۔ عمل کا داعیہ یقین سے پیدا ہوتا ہے اور یقین مطلوبہ نتائج نہ ملنے کی وجہ سے ختم ہوا۔ اس صورت حال میں ضروری ہوا کہ انقلاب کیلئے کام کرنے والے کارکنان کی فکری ونظریاتی تربیت کی جائے تاکہ وہ کسی بھی طرح کی آزمائش میں ثابت قدم رہیں کیونکہ ثابت قدم رہنے والوں کے قدموں کو ہی منزل بوسہ دیا کرتی ہے۔ فکری ونظریاتی تربیت کے بہت سے پہلو ہیں، جن پر شیخ الاسلام نے خصوصی توجہ فرمائی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ایک طرف کارکنان کو ایک فکری واضحیت (conceptual clarity) دی یعنی مطلوبہ منزل کیا ہے اور ہم کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور اسی طرح دوسری طرف شیخ الاسلام نے فکری طور پر کارکنان کو اس تصور سے آشنا کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے ثابت کیا کہ غلبۂ دینِ حق کے لیے کی جانے والی جدوجہد ہر صورت نتیجہ خیز ہوگی۔

اس پر شیخ الاسلام نے قرآن مجید سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقاصدِ بعثت اور پیغمبرانہ جدوجہد کی نتیجہ خیزی پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جو قرآن فلسفہ انقلاب میں مذکور ہے۔ اس کتاب میں شیخ الاسلام نے جدوجہد کی نتیجہ خیزی کے حوالے سے نبی رحمت ﷺ کی سیرت مطہرہ سے دلائل دیئے ہیں۔ شیخ الاسلام نے اپنی اس انقلابی تصنیف میں ایک انتہائی روح پرور عنوان قائم کیا ہے کہ ''تاریخ انبیاء علیہم السلام کامیابیوں کی تاریخ ہے۔''

مقصدیت کا شعور

تحریک منہاج القرآن کے قیام کا مقصد عالمگیر سطح پر دین کی بحالی، اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور ملتِ اسلامیہ کا احیاء اور اتحاد ہے جبکہ ہر سطح پر باطل اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی جدوجہد اس کا لائحہ عمل ہے۔ تحریک کا یہ مقصد قرآن مجید کی اس آیت سے لیا گیا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. (الصف، ۶۱:۹)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب و سربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔''

اس آیت سے واضح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کا مقصد صرف مکمل نظامِ حیات فراہم کردینا ہی نہیں تھا بلکہ اس نظامِ حیات کو باطل اور طاغوت کی طرف سے آنے والی تمام رکاوٹوں کے باوجود سیاسی طور پر غالب کرنا تھا۔ جس کو تاجدار کائنات ﷺ نے اپنی عملی کاوشوں کے ذریعہ نافذ کر کے دکھایا تاکہ اُمت کے لیے یہ کارِ خیر بھی سنت ٹھہرے۔

احساسِ ذمہ داری

مقصد کا شعور حاصل ہونے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کی ذمہ داری کس کی ہے؟ چونکہ یہ کام انفرادی سطح کا نہیں بلکہ اجتماعی سطح کا ہے۔ لہذا اس اجتماعی کام کی نتیجہ خیزی کیلئے ایک بڑی جماعت، تحریک، تنظیم کو اپنا کردار ادا کرنا ہے، جب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ مقصد انفرادی کاوش سے حاصل نہیں ہوسکتا تو لازم ہوجاتا ہے کہ شعورِ مقصد کا حامل فرد تنظیم اور تحریک کا حصہ ضرور بنے اور پھر حصولِ مقصد کے لیے جماعت اور تنظیم کے اندر رہ کر اپنی ذمہ داریاں ادا کرے۔ کیونکہ:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

تحریک منہاج القرآن کا فکری ونظریاتی تربیت کا لائحہ عمل

تحریک منہاج القرآن کے رفقاء وکارکنان کی بالخصوص اور عامۃ الناس کی بالعموم فکری ونظریاتی تربیت کا اہتمام اولین سطح پر تنظیمی سطح پر شروع کیا گیا جو اب بھی جاری وساری ہے۔ فکری ونظریاتی پختگی کے بنیادی ذرائع قرآن اور صاحبِ قرآن ہیں۔ ان سے مسلسل زندہ تعلق تربیت کا سب سے بڑا ذریعہ

ہے۔ اس کیلئے تحریک کے ہر کارکن کیلئے لازم ہے کہ وہ روزانہ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت مع ترجمہ عرفان القرآن اور کم از کم 100 مرتبہ درود و سلام کا وظیفہ کرے۔ یہ ایسا اہتمام ہے جس کے ذریعہ سے کارکن کی فکر کا دھارا صحیح سمت میں بہتا ہے اور یہ عمل ذہنی کشادگی کا موجب بھی ہے۔

۱۔ ہفتہ وار حلقاتِ درود وفکر

تحریک منہاج القرآن کے زیرِ انتظام حلقاتِ درود وفکر میں افراد ایک مقام پر جمع ہوکر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود پاک پڑھتے ہیں اور شیخ الاسلام کا خطاب سنتے ہیں۔ یہ محلے اور گلی کی سطح پر کی جانے والی اجتماعی تربیت کا حصہ ہے۔

۲۔ ماہانہ شب بیداری

یہ تحصیل اور صوبائی حلقہ کی سطح پر کی جانے والی ایک بڑی تربیتی نشست ہے۔جس میں تنظیم کی تنظیمی تربیت کے ساتھ ساتھ فکری ونظریاتی تربیت کا وافر سامان میسر آتا ہے۔

۳۔ شہرِ اعتکاف

تحریک منہاج القرآن کا شہرِ اعتکاف دنیائے اسلام کی منفرد تربیت گاہ ہے، جس میں مربیّ اپنے کارکنان کی تربیت براہ راست کرتا ہے۔ یہ تربیت گاہ پورے عشرے پر محیط ہوتی ہے۔مختلف رنگ، نسل، علاقہ، زبان اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ایک چھت کے نیچے جمع ہوتے ہیں۔ اُن کا آپس میں پیار اور تعلق مربیّ کی اعلی فکری ونظریاتی تربیت کی عکاسی کررہا ہوتا ہے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کارکنان کو قرآن مجید، سنت مبارکہ، محبتِ اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے جام بھر بھر کے پلا رہے ہوتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن کے اس نظامِ تربیت کا فیض ہے کہ دنیا آج ورطہ حیرت میں ہے کہ جب زمانہ حرج ہے اور ہرکوئی ایک دوسرے کے درپے ہے، منہاج القرآن کے کارکنان آپس میں سیسہ پلائی دیوار کیسے بنے ہوئے ہیں۔

❁❁❁❁❁

بقیہ: مضمون ڈاکٹر مختار احمد عزمی

یہ سارے عوامل مل کر ایک قومی اور بین الاقوامی معیار بنتے ہیں۔ان کتب کے معیار کا اندازہ اِن کی قبولیت اور باربار شائع ہونے سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا کتب علمی معیار اور عملی افادیت ، دونوں پہلو رکھتی ہیں۔ ہر کتاب علمی نکات کے ہیرے جواہرات اور عملی افادیت کے خزانے لیے ہوئے ہے۔ یہ کتابیں صرف مصنف بننے کے شوق میں اور اپنے CV کو زرخیز بنانے کے لیے نہیں لکھی گئیں بلکہ اِن کے پیچھے گہری سوچوں میں مصروف ایک بڑا ذہن اور قومی و بین الاقوامی مسائل ومشکلات کے حوالے سے ایک بے قرار دل موجود ہے۔ بہ قولِ علامہ اقبال ؎

کبھی سوز و سازِ رومی ،کبھی پیچ وتابِ رازی

ایک اور خاص بات اِن کتابوں کے موضوعات کی رنگا رنگی (Variety) ہے۔ اِس سے نوجوان محقق کے کثیرالجہت ہونے کا پتا چلتا ہے۔ اگرچہ آج کا زمانہ تخصیص (Specialization) کا ہے لیکن بین العلومی مہارت (Inter Disciplinary Specialization) بھی کچھ جینئس لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری بھی ایک ایسے ہی جینئس ہیں۔ اُن کے موضوعات کی ورائٹی اُن کی کئی شعبوں میں گہری دلچسپی و مہارت اور مستقبلیات (Futuristic studies) پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی تصنیفات و تالیفات کئی زبانوں اور کئی ممالک سے شائع ہورہی ہیں۔ اِس سے ان کے پھیلتے ہوئے حلقۂ قارئین اور معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اکثر کتابیں انٹرنیشنل سٹینڈرڈ بک نمبر(ISBN) کے ساتھ شائع ہورہی ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے قلم کو سلامت رکھے اور انہیں اُس مصطفوی انقلاب کا تعبیر خواں بنادے جس کا خواب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی چشمِ بصیرت نے دیکھا ہے۔ ❁❁❁❁❁

بیرونِ پاکستان منہاج القرآن انٹرنیشنل کا کردار

مغربی دنیا میں منہاج القرآن کو اسلام کی مثبت شناخت کے طور پر دیکھا جاتا ہے

5 براعظموں کے 100 ممالک میں منہاج القرآن کا تنظیمی، تربیتی نیٹ ورک قائم ہے

ویمبلے لندن کانفرنس 2011ء بین المذاہب رواداری کے فروغ میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے

محمد ضیاء الحق رازی

تاریخ؛ انسانی کردار کبھی فراموش نہیں کرتی بلکہ اوراقِ تاریخ کی ورق گردانی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان مرکزِ ہدایت اور راہِ حق سے دور ہوکر سرکشی و نافرمانی کی راہوں پر گامزن ہوجاتا ہے۔ زمانۂ نبوت سے انسان جتنا دور ہوتا جاتا ہے، اُتنا ہی ضلالت و گمراہی کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے، طبیعت میں قساوت و سختی اور دلوں میں کجی پیدا ہوجاتی ہے، جو ہدایت و رہنمائی کی طرف نہیں آنے دیتی، اور یوں انسان روحانیت و نورانیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ط وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ.

(الحدید، ۵۷:۱۶)

’’اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر مدّت دراز گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہوگئے، اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔‘‘

تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم نبی کی صحبت و سنگت اور رفاقت سے محروم ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی اور نبی کو مبعوث فرما دیتا تھا اور اس طرح وہ قوم پھر ہدایت آشنا ہوجاتی تھی۔ چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد تاقیامِ قیامت کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ لہٰذا اب رحمتِ ربانی نے اس امت کی ہدایت کے لیے مجددین بھیج کر ایک خصوصی انتظام فرما دیا ہے۔

صراطِ مستقیم سے بار بار انحراف انسانی تاریخ کا ایک تاریک باب ہے۔ لیکن اللہ رب العزت نے ہر دور میں انسانیت کو جادۂ حق پر واپس لانے کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کو یہ ذمہ داریاں تفویض کیں، جنہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں اس راہ میں صرف کر دیں اور شب و روز جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم سے تمام سازشوں کا مقابلہ کرکے جملہ فکری و نظریاتی اور عملی و اعتقادی انحرافات اور رویوں کی اصلاح کی۔

اسلامی ہجری صدی کا 43 واں سال سفر میں ہے اور بالعموم زوال کی طرف بڑھتی امت کو مضبوط سہارے کی ضرورت ہے، ایک ایسا سہارا جو یقین و آگہی کے چراغ دلوں میں روشن کرکے تاریخ کا دھارا بدلے، معاشرتی و ثقافتی زندگی کو دلپذیر و حسین بنائے، نئے ثقافتی رنگوں کو وجود بخش کر زندگی کو نئے رجحانات سے ہمکنار کرے، ذہنِ انسانی کو نئے عوالم اور نئے جہانوں سے روشناس کرائے، خوابیدہ ضمیرِ ملت کو بیدار و بے قرار کرکے ایک نیا ولولہ، جوش، جذبہ، آہنگ اور فکر دے اور مایوسی و ناامیدی کے سمندر میں غرق روحوں کو یقین و عمل کے سفینوں پر نیا عزم زندگی اور ذوقِ منزل عطا کرے۔ یقیناً ایسے سہارے کی حامل شخصیت وہی ہوسکتی ہے جس کا وعدہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت پر جب زوال کے سائے گہرے ہوجائیں گے تو پھر سے زندہ کرنے کے لیے ہر صدی کے اختتام پر ایک مجدد کو بھیجا جائے گا، جو امت کی ہچکولے کھاتی ناؤ کو سہارا دے کر اسے ساحلِ مراد سے ہمکنار کرے گا اور اس

کے مردہ و بے حس جسم میں نئی روح پھونک کر حیاتِ نو اور نشاۃِ ثانیہ کی لہر پیدا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اِس اُمتِ محمدیﷺ میں ہر سو سال بعد ایک ایسے شخص کو پیدا فرماتا ہے جو اپنی باکمال شخصیت اور بے مثال صلاحیتوں کے باعث سب میں ممتاز ہوتا ہے اور جوہرِ قابل ہونے کے حوالے سے اپنی منفرد استعداد اور خوبیوں کا لوہا منوا لیتا ہے۔

حضور نبی اکرمﷺ کا فرمان گرامی قدر ہے:

إِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِینَهَا (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالْحَاکِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ)

"بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز پر ایک ایسی ہستی بھیجتا ہے کہ جو اِس اُمت کے لیے تجدیدِ دین کا فریضہ انجام دیتی ہے۔"

مذکورہ حدیثِ مبارک سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ صدی کے آغاز پر بڑی آن بان سے طلوع ہونے والے اس روشن ستارے کو مجدد کہتے ہیں، جس کی تربیت ایک خاص علمی و روحانی اور بے مثال ماحول میں ہوتی ہے۔ وہ بڑی شان کے ساتھ تعلیمی منازل طے کرتا ہے۔ اسے تجدید و احیائے دین کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے تمام ضروری علوم وفنون اور غیر معمولی ذہانت و فطانت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ مجدد غیر معمولی صلاحیت، دل کش شخصیت اور مضبوط علم وکردار کا مالک ہوتا ہے۔ مجدد معاشرے میں پھیلے ہوئے فکری و اعتقادی مغالطوں کا ازالہ کرتا ہے اور علمی وعملی بے راہ روی سے لوگوں کو بچا کر انہیں ہدایت کی روشن سبیل پر گامزن کر دیتا ہے۔

منہاج القرآن کا قیام اور جدوجہد کا دائرہ کار

جب افق پر 15 ویں صدی ہجری (محرم الحرام 1400ھ بمطابق 21 نومبر 1979ء) کا آفتاب طلوع ہوا تو ہر طرف بے یقینی کی صورتِ حال تھی۔ دین کی حقیقی روح اور اصل تعلیمات سے دوری، عالمی سطح پر فکری و نظریاتی پستی اور واضح مقصد نہ ہونے کے سبب مسلمان بے توقیری کی زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمان بحیثیتِ ملت معاشی، سیاسی اور معاشرتی میدان میں بڑی تیزی سے زوال پذیر تھے۔ اِن حالات میں شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے غلبۂ دینِ حق کی بحالی اور احیائے اسلام کے لیے (17 اکتوبر 1980ء بمطابق 7 ذوالحجہ 1400ھ) بروز جمعۃ المبارک کو تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کی جدو جہد کا دائرہ کار درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱۔دعوت وتبلیغ حق ۲۔اِصلاحِ اَحوالِ اُمت

۳۔تجدید و اِحیائے دین ۴۔ترویج و اِشاعتِ اِسلام

۵۔اُمت میں اِتحاد و یگانگت

۶۔ بین المذاہب ہم آہنگی، رواداری اور امنِ عالم کا قیام

۷۔ اِنتہاپسندی کا اِنسداد اور اَمن و اِعتدال کا فروغ

بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی تحریک یا جماعت نے اپنے وجود کے پہلے 41 سالوں میں نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر اس قدر عظیم کامیابیاں سمیٹی ہوں کہ اللہ رب العزت کے فضل اور حضور نبی اکرمﷺ کے نعلینِ پاک کے صدقہ یہ تحریک آج پاکستان سمیت دنیا کے 100 ممالک میں اپنا تنظیمی نیٹ ورک قائم کر چکی ہے۔ تحریک کا پیغام آج نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ عالمِ مغرب میں بھی کروڑہا لوگوں تک پہنچ چکا ہے۔ اور دنیا بھر میں قائم اسلامک سنٹر اسلام کی روشنی کو پھیلا رہے ہیں اور شمع سے شمع روشن ہو رہی ہے۔

منہاج القرآن کی عالمی سطح پر پذیرائی

اللہ رب العزت نے شرق تا غرب تحریک منہاج القرآن کی فکر کو متعارف کرادیا اور آج اسے اسلام کی ایک مثبت علامت اور اچھی شناخت کے طور پر مغربی دنیا میں دیکھا جا رہا ہے۔ دنیا میں دہشتگردی اور انتہاء پسندی کو اسلام کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا، اس سوچ نے اسلام کا چہرہ مسخ اور گدلا کر دیا۔ اس بگڑے ہوئے تناظر میں جب اسلام کی صحیح، پُرامن اور مثبت شناخت کی تلاش کریں تو عالمِ مغرب، مغربی میڈیا اور سوشل میڈیا پر منہاج القرآن کا نام سرفہرست نظر آتا ہے اور آج اسلام کی مثبت تعبیر اور اسلام کی پرامن جدید مثبت شناخت کا نام تحریک منہاج القرآن ہے۔

اس سے مراد کسی اور کی نفی کرنا یا کسی پر Comment

کرنا نہیں بلکہ یہ سب تحدیثِ نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رحمت تحریک منہاج القرآن پر فرمائی ہے اس پر اس کی بارگاہ میں شکر ادا کرتے ہیں۔

مغربی دنیا میں دیگر جماعتوں اور شخصیات کے تذکرے اسلام کی انتہا پسندی اور تنگ نظری کی تعبیر کے حوالے سے تھے جبکہ آج کے دور کے مطابق اسلام کی جدید تعبیر، متوازن، مثبت، پرامن، جمہوری پیشکش اور شرق و غرب کو ملانے والے زاویہ نگاہ سے مغربی دنیا خوف زدہ نہیں ہوتی بلکہ اسلام کو پڑھنے میں دلچسپی لیتی ہے، جب اس حوالے سے اسلام کی تعبیر کی بات آتی ہے، تو ان تمام جگہوں پر تحریک منہاج القرآن کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ ان شاء اللہ آنے والے سالوں میں یہ حوالہ مزید معتبر، مضبوط اور ثقہ ہوتا جائے گا اور اگلی کئی صدیوں تک افقِ عالم پر چمکتا رہے گا۔

اصلاحِ احوال، احیائے اسلام اور تجدید دین کے عظیم مشن کی داعی منہاج القرآن انٹرنیشنل نے جب دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو بیرون ملک مقیم مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانیوں میں منہاج القرآن کی پرامن کاوشوں اور بین المذاہب رواداری کی بدولت اس عالمگیر تحریک کو بے حد پذیرائی ملی۔

بیرون ملک دنیا کے پانچ براعظموں سمیت منہاج القرآن انٹرنیشنل کا عظیم پیغام، دعوتی اور تنظیمی نیٹ ورک دنیا کے 100 سے زائد ممالک میں فروغ پا چکا ہے۔ ان ممالک میں منہاج القرآن انٹرنیشنل نے کمیونٹی، ایجوکیشنل اینڈ کلچرل اسلامک سنٹرز اور دینی تعلیم کے مراکز قائم کیے ہیں جہاں بچوں اور ان کے والدین کے لیے روزانہ اور ہفتہ وار کلاسز کی شکل میں دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ منہاج القرآن نے ہفتہ وار حلقہ درود وفکر، ماہانہ اجتماعات، محافل میلاد، الہدایہ تربیتی کیمپ، سیمینار اور پروگراموں کا ایسا جال بچھایا کہ نوجوان نسل کو دینی و اخلاقی تربیت کے لیے مکمل ماحول میسر ہے۔ منہاج یونیورسٹی کے سیکڑوں اسکالرز دنیا بھر میں یورپ میں مقیم مسلمانوں کی اگلی نسلوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کررہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور منہاج القرآن کے اسکالرز نے یورپ کے بیسیوں ٹی وی چینلز پر انٹرویوز دیئے، سیکڑوں یونیورسٹیز، کالجز اور اداروں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت اور اسلام کے تصورِ جہاد پر موثر اور فکر انگیز خطابات کیے اور اسلام کی حقیقی تعلیمات اور عالمی سطح پر قیامِ امن کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے الہدایہ کیمپس کے ذریعے یورپ کے مسلمانوں کو انتہا پسندی اور تنگ نظری سے بچاتے ہوئے امن و رواداری کا حقیقی درس دے کر یورپ میں مسلمانوں کا مستقبل محفوظ کردیا۔ اس انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں یورپ کے مسلمانوں کا وقار بلند ہوا اور انہیں عزت و احترام اور جرأت کے ساتھ جینا نصیب ہوا ہے۔

انسدادِ دہشتگردی اور فروغِ امن کیلئے جدوجہد

تحریکِ منہاج القرآن نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر قیامِ اَمن کے لیے فکری، تحریری اور تقریری ہر میدان میں فقید المثال خدمات انجام دی ہیں اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی تصنیفات و تالیفات اور خطابات کے ذریعے دنیا کو باور کروایا ہے کہ اِسلام اِنتہا پسندی کا نہیں بلکہ اَمن و محبت، اِعتدال و میانہ روی اور ہم آہنگی و رواداری کا دین ہے۔ خدمتِ اِنسانیت کے اِس باب میں 6 سو صفحات پر مشتمل اِنسدادِ دہشت گردی کا فتویٰ ایک ایسی علمی وفکری کاوش ہے جسے اپنوں اور پرایوں سبھی نے بے حد سراہا ہے اس فتویٰ کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

تحریکِ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے 40 سے زائد کتب پر مشتمل فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب مرتب کیا گیا ہے جس کا برملا اِعتراف عالمِ اِسلام کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم OIC کی طرف سے بھی کیا گیا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی فروغِ اَمن کی کاوشوں کے نتیجے میں مغربی دنیا میں اِسلام کے اَمن بیانیہ کو پذیرائی ملی۔

اِس وقت عالمی سطح پر دو متضاد قسموں کی اِنتہاپسندی کا ماحول پروان چڑھ رہا ہے۔ ایک طرف مذہبی اِنتہاپسندی ہے تو دُوسری طرف سیکولر اِنتہا پسندی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

نے اِنتہاپسندی کی اِن دونوں اِنتہاؤں کے درمیان عالمی سطح پر پُرامن بقائے باہمی اور Moderation کا ایجنڈا متاثر کن اور مدلل اَنداز میں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ عالمی امن کے حوالے سے ان ہی خدمات کے پیشِ نظر سال 2011ء میں اَقوامِ متحدہ (UN) نے تحریکِ منہاج القرآن کو خصوصی مشاورتی درجہ دیا ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام کی طرف سے پیش کردہ اسلامی تعلیمات پر مبنی اَمن بیانیے کو امریکہ میں نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ کسی ایک فرد یا ادارے کی نہیں بلکہ پورے عالم اِسلام کی سعادت و کامرانی ہے۔

اعلامیہ لندن برائے عالمی امن

ستمبر، 2011ء میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام ویمبلے ایرینا لندن میں عالمی امن برائے انسانیت کانفرنس منعقد کروائی۔ عالمی امن کے قیام، بین المذاہب رواداری کے فروغ اور انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے منعقدہ اس کانفرنس میں 12,000 کے قریب افراد شریک ہوئے۔ کانفرنس میں مسلم، مسیحی، یہودی، ہندو، سکھ اور بدھ مت کے رہنماؤں نے شرکت کی۔

بین المذاہب رواداری کا فروغ

بین المذاہب رواداری اور امن کے فروغ میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کا کردار مثالی رہا ہے۔ مسلمانوں اور دیگر اقوام و مذاہب کے درمیان نفرتوں کے خاتمے کے لیے منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام شعبہ انٹرفیتھ ریلیشنز کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے مراکز دیگر اقوام اور مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ہر وقت کھلے ہیں۔ اِسی مذہبی رواداری کا نتیجہ ہے کہ اب یورپ میں مسلمانوں کے دِینی تہواروں کے موقع پر دیگر مذاہب کے نمائندے اور حکومتی عمائدین نہ صرف شریک ہوتے ہیں بلکہ قیام امن کے لیے کی جانے والی منہاج القرآن کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ اُن کی طرف سے یہ اعتراف اصل میں اسلام کی پرامن تعلیمات کا اعتراف ہے۔

موثر طبقات میں پذیرائی

گزشتہ کچھ عرصہ سے اسلام کو practice کرنے والے کئی لوگ بالکل انتہا پسند ہوگئے یا بالکل سیکولر ہو گئے۔ درمیان میں ایسی space ختم ہوگئی تھی یا بہت تھوڑی رہ گئی تھی جس میں لوگ معتدل (moderate) ہوں۔ یعنی اسلام کی اقدار کو رکھنے میں جھجھک و شرم محسوس نہ کریں، ماڈرن بھی رہیں اور commitment بھی دین کے ساتھ رہے۔ نیز اُن کو کوئی moderate vision ملے جو سیکولر مزاج لوگوں کے لیے بھی قابلِ قبول ہو سکے۔

ان حالات میں تحریک منہاج القرآن نے اسلام کا moderate vision اور version قوت اور طاقت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج الحمدللہ نہ نوجوان نسل، پڑھا لکھا طبقہ بلکہ دنیا کی بڑی بڑی نامور شخصیات تحریک منہاج القرآن کی ممبر شپ لیتے ہوئے اعزاز محسوس کرتی ہیں۔ تحریک منہاج القرآن نے اسلام کا Moderate vision اس مضبوطی اور دلائل کی قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھا کہ نوجوان نسل کو صحیح معنوں میں اسلام کی پرامن تعلیمات کی جانب گامزن کردیا اور اُن کو پھر دینِ اسلام سے ایک رغبت و تعلق حاصل ہوگیا ہے۔ نوجوان نسل اور موثر لوگ؛ دینی حلقے سے دور بھاگ گئے تھے، وہ کسی عالمِ دین یا مذہبی شخصیت کا نام سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ تحریک منہاج القرآن نے یورپ کے ماحول میں احیائے اسلام کا یہ کام کیا کہ دین سے بیزار اِن طبقات کے اندر دین سے وابستگی پھر سے زندہ کردی۔

فروغِ تعلیم کے لیے ایجوکیشن سنٹرز کا قیام

منہاج القرآن انٹرنیشنل کا ایک اہم ترین فکری ستون اور شیخ الاسلام کی خدمتِ دین کا اہم دائرہ فروغِ تعلیم ہے۔ پاکستان میں اور پاکستان سے باہر منہاج القرآن نے ایسا جاندار، ہمہ جہت علمی وفکری اور تحقیقی وتخلیقی کلچر متعارف کروایا ہے جو روحانی الذہن افراد پیدا کررہاہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹرمحمدطاہرالقادری مدظلہ العالی کے قائم کردہ اس علمی مشن کو یورپ میں آگے بڑھانے کے

لیے منہاج یورپین کونسل (MEC) نے 2014ء میں انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے ’’منہاج ایجوکیشن بورڈ یورپ‘‘ (MEBE) تشکیل دیا۔ جس کا مقصد یورپ میں رہنے والے مسلمانوں اور ان کی نسلوں کے لیے ایسے تعلیمی نظام کی تیاری اور نفاذ ہے جو یورپ میں مقیم پاکستانیوں کی بالخصوص اور امتِ مسلمہ کی بالعموم دینی و مذہبی، علمی و فکری اور معاشرتی وثقافتی ضرورتوں کو پورا کرسکے۔
اس بورڈ کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہیں:

۱۔ یورپ میں مقیم مسلمان نسلوں میں دین کا درد پیدا کرکے شریعت کے نظامِ عبادات، لباس وپردہ، حیاء وتقویٰ، اوامر و نواہی، حلال وحرام اور دینی اقدار کی اتباع کا جذبہ پیدا کرنا یعنی انہیں Practicing Muslim بنانا۔

۲۔ عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز کے مقابلے میں دین کی علمی وعقلی خدمت کا جذبہ بیدار کرنا۔

۳۔ اردو زبان کے فروغ کی کوشش کرنا کیونکہ عربی کے بعد اسلام کا سب سے زیادہ لٹریچر اردو زبان میں ہے۔

یورپ میں مقیم پاکستانیوں کے لیے بنیادی دینی تعلیم اور اردو زبان دانی ہمیشہ ایک مسئلہ رہی ہے۔ بچوں کے لیے جہاں دین فہمی کے مواقع معدوم ہیں، وہاں اردو زبان وبیان کے سیکھنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ چونکہ زبان اظہار کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر اپنا مافی الضمیر دوسرے کے ذہن میں منتقل کرنا کافی مشکل کام ہے۔ اسی طرح کوئی ہمہ جہت، جامع اور جدید نصاب یورپ کے تقاضوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی یورپ میں پیدا یا جوان ہونے والی نسلیں دین سے دور ہوتی جارہی ہیں۔ ان فوری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے منہاج القرآن تین سطحوں پر کام کررہا ہے:

۱۔ چھ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے لیے نظامِ تعلیم کا فروغ

۲۔ 15 سے 25 سال کے جوانوں کے لیے قرآن وحدیث، فقہ وتصوف اور عربی زبان کی مہارت پر مشتمل کورسز

۳۔ بالغ باشعور افراد کے لیے تزکیہ وفہمِ دین کورسز

یہ تمام نصابات قرآن وحدیث، فقہ، روحانیات، اخلاقیات، اردو اور معلوماتِ عامہ پر مشتمل ہیں۔ بیرون ملک منہاج القرآن کے اداروں میں نصابی سرگرمیوں کے علاوہ بچوں میں پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے غیرنصابی سرگرمیوں پر بھی توجہ دی جاتی ہے جن میں تقاریر، نعتیں، کوئز پروگرام، ٹیبلوشو اور دیگر مصروفیات شامل ہیں۔ منہاج القرآن کی ان خدمات کی بدولت مسلمانوں کی نسلِ نَو کی اعلیٰ اخلاقی وروحانی اور علمی وفکری تربیت ہو رہی ہے۔ شیخ الاسلام آنے والی کم از کم تین نسلوں کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کی فکر میں شب وروز کوشاں ہیں۔

عالمی سطح پر فلاحِ انسانیت میں MQI کا کردار

تحریک منہاج القرآن ملکی اور بین الاقوامی سطح پر فلاحِ انسانیت کا بیڑہ بھی اٹھائے ہوئے ہے۔ منہاج ویلفیئر فاونڈیشن کے ذریعے دنیا بھر میں تعلیمی اداروں کا قیام، مستحق طلبہ کو اسکالر شپس، بے سہارا غریب خاندانوں کے لیے اجتماعی شادیوں کا بندوبست، زلزلہ اور سیلاب زدگان کی امداد، آغوش (یتیم بچوں کی کفالت کا ادارہ)، بیت الزہراء، فری ایمبولینس سروس، ڈسپنسریز، بلڈ بینک، زچہ بچہ ہسپتال اور خواتین کے لیے دستکاری سینٹرز جیسے سیکڑوں پراجیکٹس گزشتہ کئی عشروں سے کامیابی سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دیکھا جائے تو عالمی سطح پر انسانی خدمات کی بیسیوں جہات ایسی ہیں جن کا بیان ایک الگ تفصیلی مضمون کا متقاضی ہے۔ انسانیت کی فلاح کے لئے یہ تمام تر خدمات تحریک منہاج القرآن کے کارکنان کی شان دار کارکردگی ہے۔ تحریکِ منہاج القرآن کے کارکنان نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول کے لیے اپنے قائد کے حکم پر 41 سالوں سے ہر ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ تحریکِ منہاج القران انٹرنیشنل کا شاندار ماضی اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ آئندہ بھی یہ سفر کامیابی سے جاری وساری رہے گا۔

منہاج مصالحتی کونسل

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام یورپ میں منہاج مصالحتی کونسل (Minhaj Peace & Integration) قائم ہے۔ اس کونسل کا بنیادی کام دین اسلام کا اصل پیغام متعلقہ

قارئین متوجہ ہوں! زیرِ نظر خصوصی شمارہ ماہ اکتوبر 2021ء (یومِ تاسیس تحریک منہاج القرآن) کی ضخامت کے پیشِ نظر ماہنامہ منہاج القرآن ماہ نومبر 2021ء کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔
قارئین، رفقاء و تنظیمات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

ممالک کے اداروں اور لوگوں تک پہنچانا ہے۔ اس کونسل کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ مقامی پاکستانی کمیونٹی کے تنازعات کو احسن انداز میں سلجھانا۔
۲۔ پاکستانی اور دیگر کمیونٹیز کے درمیان مختلف تنازعات اور غلط فہمیوں کو دور کرنا۔
۳۔ غیر مسلم ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کی مثبت نمائندگی کرنا۔
۴۔ بحیثیت مسلمان مقامی، سماجی و معاشرتی سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کرنا۔
۵۔ کسی بھی سطح پر اختلافات میں ثالثی کردار کی ادائیگی۔
۶۔ ہر ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ روابط قائم کرنا۔
۷۔ نوجوان نسل کو منشیات ، بے راہ روی اور دیگر غیر اخلاقی سرگرمیوں سے دور رکھنے کے لیے موثر اقدامات کرنا۔
۸۔ جبری شادی کی روک تھام کے لئے لوگوں میں شعور اجاگر کرنا۔
۹۔ ملکی قوانین کے بارے میں پاکستانی کمیونٹی میں شعور و آگہی (Awareness) پیدا کرنا۔
۱۰۔ متعلقہ ممالک میں لوگوں کو درست اور مخلصانہ مشورے دینا اور خاندانی معاملات کے الجھاؤ کو پرامن طریقے سے حل کروانا۔
۱۱۔ مسلم بچوں اور نوجوانوں کو خصوصی طور پر اور غیر مسلم بچوں اور نوجوانوں کو بالعموم مختلف ٹریننگ ورکشاپس، سیمینارز، ون ٹو ون Sittings کے ذریعے تربیت دینا، تاکہ مجموعی طور پر باہمی محبت ، الفت اور بھائی چارے کی فضاء پیدا ہو۔
۱۲۔ اپنے ممالک میں حکومتی اداروں کے ساتھ مل کر باہمی حسنِ سلوک اور امن کی فضاء کو معاشرے میں پیدا کرنے کے لیے کام کرنا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ورکشاپس اور سیمینارز کرنا اور حکومتی عہدیداران کی ان پروگرامز میں شرکت یقینی بنانا۔
۱۳۔ مختلف مذاہب کو ایک دوسرے کے قریب لانا، غیر مسلموں کو میلاد پاک، رمضان المبارک، عیدین، جشن آزادی و یوم پاکستان جیسے پروگراموں کی Celebration میں مدعو کرنا اور مختلف مذاہب کے مذہبی تہوار مثلاً کرسمس وغیرہ کے موقع پر مشترکہ تقاریب کا انعقاد کرنا۔
۱۴۔ قومی و بین الاقوامی ایشوز پر تحریک کا موقف عوام اور میڈیا کے سامنے پیش کرنا۔
۱۵۔ مقامی و ملکی Authorities، ادارہ جات، محکموں سے تعلق اور رابطہ قائم رکھنا اور پروگرامز میں شرکت کی دعوت دینا۔
۱۶۔ دہشت گردی کے خلاف منہاج القرآن انٹرنیشنل کی واضح پالیسی سے میڈیا اور حکومتی نمائندوں کو آگاہ کرنا۔
۱۷۔ انتہا پسندی اور فرقہ ورایت کے خلاف آواز بلند کرنا اور اسلام کے پیغام امن کو موثر انداز سے اجاگر کرنا۔
۱۸۔ انسانی حقوق (Human Rights) کے حوالہ سے پروگرامز کا انعقاد کرنا۔
۱۹۔ امن، انسانی حقوق، خواتین کے حقوق، دہشت گردی کی مذمت پر شیخ الاسلام کے خطابات اور مضامین کی مقامی زبان میں اشاعت اور Publishing کا اہتمام کرنا۔

خلاصۂ کلام

تحریک کے فکری تشخص اور اس کی نظریاتی اساس کے باعث آج مغربی اور اسلامی دنیا میں تحریک منہاج القرآن اور اس کی کتب اسلام کی حقانیت اور حقیقی تعلیمات پر باقاعدہ عالمی حوالہ بن چکی ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی فکر اور آواز اللہ رب العزت نے جتنی تیزی کے ساتھ اسلامی اور مغربی دنیا میں پہنچائی ہے اور جو سفر 41 سال میں طے ہوا، اس کی مثال پیش کرنا نہایت مشکل ہے۔ عالمی سطح پر تحریک منہاج القرآن کو جو پذیرائی حاصل ہے، عصری تحریکوں میں سے کسی کو بھی یہ مقام حاصل نہیں۔

معاشرتی فلاح و بہبود اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن

MWF کے فلاحی منصوبوں سے لاکھوں نفوس مستفید ہو رہے ہیں

آغوش، فراہمی آب، فری دستر خوان، ماہانہ کفالت، فری آئی سرجری کیمپس، فری ڈسپنسریز، اجتماعی قربانیاں

اجتماعی شادیاں، تعلیمی وظائف، فاؤنڈیشن کے تسلسل سے جاری رہنے والے سالانہ کامیاب منصوبے ہیں

تحریر: سید امجد علی شاہ (ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان)

انسانیت کی خدمت اور معاشرتی فلاح و بہبود کا درس ہمیں تمام ادیانِ عالم میں ملتا ہے۔ لیکن ان تمام ادیان میں جو چیز اسلام کو ممتاز بناتی ہے وہ اس کی فرضیت ہے۔ کیونکہ اسلام دنیا کا واحد دین ہے جو انسانیت کی خدمت اور معاشرتی فلاح و بہبود کی خاطر زکوٰۃ کو دین کا چوتھا بنیادی رکن قرار دینے کے ساتھ ساتھ تمام صاحبِ استطاعت افراد پر اسے فرض قرار دیا ہے۔ دین اسلام میں انسانیت اور معاشرتی فلاح و بہبود کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس عمل کو دین کے فرائض میں رکھ کر بھی بات ختم نہیں کی بلکہ مستحب قرار دے کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تمام حدیں ختم کر ڈالیں۔ جیسا کہ حکم ہوا ہے:

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ. (البقرہ،۲: ۲۱۹)

’’اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرما دیں جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کر دو)، اسی طرح اللہ تمہارے لیے (اپنے) احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو‘‘۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے تو اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرسکتا ہے۔

دینِ اسلام میں جہاں پوشیدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے وہاں ظاہری خرچ کو بھی سراہا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ البقرۃ میں فرمایا گیا ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ. (البقرہ،۲: ۲۷۱)

’’اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے (اس سے دوسروں کو ترغیب ہوگی)‘‘۔

قرآن پاک میں کچھ مقامات پہ ظاہری اور پوشیدہ مال خرچ کرنے کا ثواب مساوی بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرۃ میں فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (البقرہ،۲: ۲۷۴)

’’جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو اُن کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روز قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔‘‘

معاشرتی فلاح و بہبود کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر تحریک منہاج القرآن کے زیر انتظام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اکتوبر 1989ء میں ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھی جو دُکھی انسانیت کو ان کی عزتِ نفس مجروح کیے بغیر ان کی دہلیز پر مدد پہنچاتا رہے۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے وہ بیج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اپنے بیسیوں منصوبوں کے

☆ کنٹری ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن

ذریعہ دنیا بھر میں لاکھوں انسانوں کو مستفید کر رہی ہے۔ اُن پروجیکٹس میں چند ایک کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

۱۔ آغوش

یہ یتیم اور بے سہارا بچوں کے لیے اعلیٰ سطح کا تعلیمی اور فلاحی منصوبہ ہے۔ یتیم بچوں کی کفالت اس انداز سے کی جاتی ہے کہ ان کو والدین کی کمی کا احساس نہ ہو۔ ان کی رہائش، خوراک، تعلیم، کھیل اس کے علاوہ ضروریات زندگی کی ہر چیز فری مہیا کی جاتی ہے اور ان کو وطن عزیز کے مفید شہری بننے کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ آغوش لاہور میں 250 سے زیادہ طلبہ زیرِ تعلیم/کفالت ہیں۔ اس کے علاوہ یہ پروجیکٹ سیالکوٹ میں 100 بچوں اور کراچی میں 35 بچوں کے ساتھ کامیابی سے چل رہا ہے۔

۲۔ فراہمی آب کے منصوبہ جات

اس وقت پاکستان کے دور افتادہ علاقوں میں پانی کا بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے ایسے علاقوں میں بھی منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے بڑھ چڑھ کر کام کیا ہے اور اندرون سندھ تھرپارکر، جنوبی پنجاب کے تمام غریب علاقوں میں جاکر واٹر پمپس لگائے گئے ہیں اور اب بلوچستان میں بھی واٹر پمپس پر کام جاری ہے۔ اب تک تھرپارکر میں 1200 سے زیادہ بڑے واٹر پمپ لگائے جا چکے ہیں اور پورے پاکستان میں کل 6000 سے زائد واٹر پمپس لگائے گئے ہیں۔ واٹر پروجیکٹس کا یہ کام تھرپارکر کے علاوہ لاڑکانہ، نوڈیرو، رتوڈیرو، شہدادکوٹ، شکارپور، جیکب آباد، صحبت پور (بلوچستان)، مظفرگڑھ اور راجن پور وغیرہ میں ہو چکا ہے۔

۳۔ شادیوں کی اجتماعی تقریبات

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پچھلے 15 سال سے یتیم اور بے سہارا غریب بچیوں کی شادیاں ترجیحی بنیادوں پر کروا رہی ہے۔ ہر دلہن کو ضروریاتِ زندگی کی تقریباً تمام اشیاء جو ایک نیا گھرانہ شروع کرنے کیلئے چاہیے ہوتی ہیں، جس میں ڈبل بیڈ، ڈریسنگ، واشنگ مشین، جیولری سیٹ، کٹلری سیٹ، استری، جستی پیٹی بمع فریم، دلہا کے سوٹ، دلہن کے سوٹ، LCD، پیڈسٹل فین، ڈنر سیٹ، سلائی مشین، گیس چولہا، Tea سیٹ، ڈبل بیڈ گدا، ٹیبل سیٹ اور صوفہ سیٹ شامل ہے۔ اس کے علاوہ دلہا و دلہن کے ساتھ آئے مہمانوں کی لذیز کھانوں سے تواضع کی جاتی ہے۔ لاہور کے علاوہ یہ تقریبات فیصل آباد، گجرات، سیالکوٹ، خانقاہ ڈوگراں، دولتالہ اور واہ کینٹ میں سالانہ بنیادوں پر ہو رہی ہیں جس میں مسلمان جوڑوں کے علاوہ عیسائی اور ہندو جوڑے بھی شامل ہوتے ہیں۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت اب تک 2855 شادیاں کروائی جا چکی ہیں۔

۴۔ فری دسترخوان

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت مرکز پر روزانہ 100 غریب افراد کو دن کا کھانا فری فراہم کیا جاتا ہے۔ اس سال اس کی تعداد مزید بڑھانے کا ہدف ہے۔

۵۔ بیت المال

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ماہانہ بنیادوں پر پورے پاکستان سے آنے والی غریب و مستحق افراد کی درخواستیں وصول کرتی ہے اور درخواست و پالیسی کے مطابق اپنے بیت المال سے ان کی بھرپور مدد کی جاتی ہے۔ تعلیم وصحت کے لیے آنے والی درخواستوں کو ترجیحی بنیادوں پر حل کیا جاتا ہے اور اُن کو نقدی کی صورت میں مدد دی جاتی ہے۔ اس پروجیکٹ کے ذریعے سالانہ ہزاروں لوگوں کی مالی امداد کی جاتی ہے۔

۶۔ سٹوڈنٹس ویلفیئر بورڈ

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت چلنے والے تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم مستحق طلبہ کی سہولت کے لیے ماہانہ سکالر شپ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے جس کے ذریعے ان طلبہ کو ماہانہ بنیادوں پر وظائف دیئے جاتے ہیں۔ سالانہ ہزاروں طلبہ و طالبات اس پروجیکٹ سے مستفید ہو رہے ہیں۔

۱۔ شعبہء تحفیظ میں ماہانہ 2800 روپے سکالرشپ دیا جاتا ہے جو کہ سالانہ 33600 روپے بنتے ہیں۔

۲۔ COSIS اور MCW کے سٹوڈنٹس کو ماہانہ 2500 روپے سکالر شپ دیا جاتا ہے جو کہ سالانہ 30000 روپے

بنتے ہیں۔

3۔ سکول کے بچے بچیوں کے لیے1800 روپے ماہانہ (21600روپے سالانہ) کے حساب سے سکالر شپ دیئے جاتے ہیں۔

۷۔غریب اور مستحق خاندانوں کی ماہانہ کفالت

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ماہانہ بنیادوں پر غریب و مستحق خاندانوں کی کفالت کر رہی ہے اور اس پروجیکٹ کو ترجیحی بنیادوں پر توسیع دینا چاہتی ہے۔

۸۔فری آئی سرجری کیمپ

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت پچھلے 17 سال سے نارووال شہر کے اندر فری آئی سرجری کیمپ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ اس کے لیے ہر سال اکتوبر کے آخر ہفتے میں OPD's کی جاتی ہیں اور نومبر کے پہلے ہفتے میں آپریشنز کیے جاتے ہیں جس میں لینز ،عینک ، میڈیسن اور خوراک کا تمام خرچہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اُٹھاتی ہے اب تک 40,000 مرد و خواتین کے کامیاب آپریشنز کیے جا چکے ہیں اس فری میڈیکل کیمپ میں پاکستان کے مایہ ناز آئی سرجنز اور سپیشلسٹ اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کرتے ہیں ۔

۹۔قدرتی آفات

پوری دنیا میں قدرتی آفات سے متاثرہ افراد کی خوراک، لباس، رہائش، ادویات اور ضروری سامان زندگی کی فراہمی منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی اولین ترجیح رہی ہے۔ وطن عزیز پر جب بھی کوئی کڑا وقت آیا ہے تو منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب ملک بھر میں اپنے نیٹ ورک کے ذریعے لوگوں کی مدد کی ہے۔ 2005ء کا زلزلہ ہو یا 2010ء کا سیلاب منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے پوری دنیا سے اپنے ڈونرز اور ملک بھر سے اپنے رضا کاران کے نیٹ ورک کے ذریعے متاثرہ علاقوں میں کروڑوں روپے کا ریلیف اور گڈز تقسیم کی ہیں۔اس کے علاوہ ہر سال سیلاب کے متاثرہ علاقوں میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے لاکھوں روپے کا امدادی سامان تقسیم کیا جاتا ہے۔

2019ء میں کشمیر کے زلزلہ متاثرین کے لیے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے ترجیحی بنیادوں پر نقد رقوم اور راشن کے ساتھ ساتھ سیکڑوں خاندانوں میں خیمے اور گرم بستر تقسیم کیے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے میر پور آزاد کشمیر میں زلزلہ متاثرین کے لئے مکانات کی تعمیر کا کام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔

حالیہ Covid-19 Relief activities کی امدادی سرگرمیوں میں ہزاروں خاندانوں کو مدد فراہم کی گئی، جس میں Sanitizer، ماسک اور خوراک کے پیکٹس تقسیم کیے۔ فوڈ پیکج میں ایک مناسب خاندان کے لیے ایک مہینے کا راشن جس میں آٹا، گھی، چینی ، دالیں، کھجور، اچار، چائے کی پتی، جام شریں، چاول، سویاں، مرچ، نمک، ہلدی، ایوری ڈے وغیرہ شامل ہیں۔

۱۰۔ عید گفٹس اور گوشت کی تقسیم

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن عید میلاد النبی ﷺ و عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر غریب مستحق مرد و خواتین کو کپڑے، راشن، نقدی اور گوشت کی صورت میں مدد فراہم کر کے اُن کی خوشیوں کو دوبالا کرتی ہے۔

۱۱۔ ایمبولینس سروس

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت پاکستان کے 40 سے زائد شہروں میں منہاج فری ایمبولینس سروس فراہم کر رہی ہے۔ جس میں لاہور، گجرات، وزیر آباد، جہلم، گوجر خان، منڈی بہاوالدین، راولپنڈی، کوٹلی آزاد کشمیر، ایبٹ آباد، جلال پور جٹاں، شیخوپورہ اور واہ کینٹ وغیرہ شامل ہیں۔

۱۲۔منہاج ہسپتال و فری ڈسپنسریز

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت اس وقت پاکستان میں ایک میڈیکل کمپلیکس کے علاوہ 2 منہاج ہسپتال اور بیسیوں فری ڈسپنسریز چل رہی ہیں۔ جس میں غریب لوگوں کے لیے فری میڈیکل کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

۱۳۔ منہاج کالج برائے خواتین خانیوال

یہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا ایک مثالی تعلیمی منصوبہ ہے جو کہ جنوبی پنجاب کی بچیوں کے لیے صرف ایک تعلیمی درسگاہ ہی نہیں بلکہ ایک تربیتی ادارہ بھی ہو گا۔ ضلع خانیوال کی موجودہ صورتحال پر اگر نظر ڈالی جائے تو پورے ضلع میں خواتین کے لیے صرف ایک ڈگری کالج ہے۔ منہاج کالج برائے خواتین پرائیوٹ سیکٹر میں پہلا ادارہ جو کہ عصری علوم کے ساتھ ساتھ شریعہ کی بھی تعلیم دے گا۔ اس کالج کا کل تخمینہ تقریباً 8 کروڑ روپے ہے اور کل کورڈ ایریا 31 ہزار مربع فٹ ہے۔ اس کالج میں تقریباً 700 طلبہ کو پڑھانے کی گنجائش ہو گی۔ تمام تر سہولیات سے آراستہ یہ کالج 2 فیزز میں مکمل ہو گا۔ پہلا فیز اکیڈمک بلاک جبکہ دوسرا ہاسٹل کا ہو گا۔

الحمد للہ منہاج کالج برائے خواتین خانیوال کا پہلا فیز مکمل ہو چکا ہے جس میں کالج اکیڈمک بلاک، 4 آفسز، 2 لیبز، 20 عدد کلاس رومز، 22 عدد واش رومز، نماز کا کمرہ اور 2 سٹورز شامل ہیں۔ جبکہ کالج کی تعمیر کے فیز 2 میں ہاسٹل کی تعمیر کی جائے گی۔ اس ہاسٹل میں تقریباً 300 طالبات کے رہنے کی گنجائش موجود ہو گی۔ یہ ادارہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے جنوبی پنجاب کی بچیوں کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے جو کہ ان کے روشن مستقبل کی نوید بن کر ابھرے گا۔ ان شاء اللہ۔

۱۴۔ اجتماعی قربانی

ہر سال عید الاضحٰی کے موقع پر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتی ہے۔ جس میں ہزارہا جانوروں کی قربانی پیش کی جاتی ہے۔ قربانی کے ان جانوروں کا گوشت ہزارہا مستحق خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ غریب اور مستحق لوگ بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہوں۔

پچھلے کئی سالوں سے قربانی کے جانوروں کا ذبیحہ جدید سلاٹر ہاؤس میں کیا جاتا ہے تاکہ Health & Hygiene کے تمام Standards پر عمل کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ جانوروں کی خریداری سے لے کر ذبیحہ گوشت کی تیاری اور گوشت کی ترسیل اور تقسیم تک کے تمام مراحل میں شریعت اور صحت کے تمام اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔

۱۵۔ جہلم فوڈ پروجیکٹ

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے اس پروجیکٹ کے تحت ضلع جہلم کے غریب اور مستحق خاندانوں میں بنا بنایا کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک منظم پروگرام کے تحت متوازن مینیو کے مطابق روزانہ پکا پکایا کھانا لنچ باکسز میں پیک کر کے نامزد مستحق خاندانوں تک ان کی دہلیز پر پہنچایا جاتا ہے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے اس سارے کام کی بنیاد شفافیت کے ساتھ ساتھ احتساب پر بھی ہے۔ فنڈ کولیکشن سے لے کر اخراجات کی تفصیلات تک کا سارا کام ایک مربوط نظام کے تحت ریکارڈ پر لایا جاتا ہے اور سالانہ بنیادوں پر اچھی ساکھ کے حامل Chartered Accountant Firm سے Audit کروایا جاتا ہے صرف یہ نہیں بلکہ ہم اپنے ہر Donor یہاں تک کہ Beneficiaries کے سامنے بھی اپنے آپ کو جوابدہ تصور کرتے ہیں۔ ہمارے تمام Donors اور Beneficiaries کہیں بھی کسی بھی وقت ہمارا ریکارڈ چیک کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

میں ان تمام خواتین و حضرات کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ جو کسی بھی شعبہ میں Donations دینا چاہتے ہیں، وہ ہمارے نظام کا مطالعہ ضرور کریں۔ ان شاء اللہ وہ پورے اطمینان کے ساتھ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کو ہی اپنی Donations کے لیے چنیں گے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے اب تک بہت Deliver کیا لیکن ابھی اور بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے جو کہ ہمارے Donors کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے Donors نہ صرف یہ کہ اپنی Donations منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کو دیں گے بلکہ وہ ہمارے سفیر بن کر اور لوگوں کی Donations بھی منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے پاس لانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کو دن دُگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ ❁❁❁❁❁

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

ماہرِ تعلیم، ماہرِ اقتصادیات، مفکر اور 40 سے زائد کتب کے مصنف

آپ کی زیر نگرانی منہاج یونیورسٹی لاہور نے پرائیویٹ سیکٹر کی تیزی سے ترقی کرنے والی یونیورسٹی کا مقام حاصل کیا

خصوصی تحریر: ڈاکٹر مختار احمد عزمی

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری ایک بالغ نظر سیاسی مفکر، ماہر معیشت دان، اعلیٰ تعلیمی منتظم اور منصوبہ ساز، چشمِ بینا رکھنے والے دینی سکالر اور ایک اُبھرتے ہوئے عملی فلاسفر ہیں۔ آپ ایک عظیم علمی و دینی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے دادا حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کا فیضِ روحانی آپ کا ورثہ ہے۔ آپ نے شبانہ روز تربیت و برکت اپنے والدِ گرامی مجددِ عصر، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دامانِ صحبت میں حاصل کی ہے۔ آپ نے جدید سائنسز میں اعلیٰ مہارت کے ساتھ ساتھ شریعہ اور اسلامک سائنسز کا علم بھی وقت کے نامور اساتذہ کرام سے حاصل کیا ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور کے ڈپٹی چیئرمین اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ہیں۔ آپ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی جو کہ پاکستان میں 650 سے زائد سکولز اور کالجز چلانے والا ادارہ ہے، اس کے بھی چیئرمین ہیں۔ آغوش (یتیم بچوں کا کفالتی ادارہ (Orphan care Home) کے چیئرمین، المواخات اسلامک مائیکرو فنانس کے چیئرمین اور منہاج حلال سرٹیفکیشن پاکستان کے بھی چیئرمین ہیں۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اکنامکس اینڈ فنانس میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور مختلف موضوعات پر 40 وقیع کتب کے مصنف ہیں۔ اہم عنوانات پر 100 سے زائد تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری 24 اکتوبر 1982ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم، پاکستان کے ایک انتہائی باوقار تعلیمی ادارے، ایچیسن کالج لاہور سے حاصل کی۔ اگلی جماعتوں کی تعلیم لاہور ہی کے دیگر تعلیمی اداروں سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے کینیڈا کی یارک (York) یونیورسٹی آف ٹورانٹو سے انڈر گریجوایشن کی ڈگری حاصل کی۔ اُس وقت آپ کے اہم مضامین معاشیات اور سیاسیات تھے۔ سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں حصہ لیا اور شاندار فتح حاصل کرکے نائب صدر منتخب ہوئے۔ 2005ء میں آپ فرانس چلے گئے جہاں پیرس کی ایک نمایاں سرکاری یونیورسٹی، سائنسز پو (Sciences Po) سے عالمی معیشت میں ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی۔

پاکستان واپسی پر 2007ء میں ایک سال لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (LUMS) سے وابستہ رہے۔ 2008ء میں آپ معاشیات میں پی ایچ ڈی کی تکمیل کے لئے، وکٹوریا یونیورسٹی ملبورن آسٹریلیا چلے گئے۔ یہاں دورانِ تعلیم آپ دوبار پوسٹ گریجویٹ سٹوڈنٹس کے صدر منتخب ہوئے۔ ''وسطِ ایشیائی مسلم ریاستوں / ایکو ممالک کے مابین تجارت کا بہاؤ اور فری ٹریڈ ایریا کے بھرپور امکانات کا تجزیہ'' An analysis of trade flow among ECO member countries

☆ شعبہ اردو منہاج یونیورسٹی لاہور

and potential for free trade area کے اہم موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری سے سرفراز ہوئے۔

مزید براں آپ نے ہاورڈ یونیورسٹی امریکہ سے بھی ''کارپوریٹ استحکام اور جدت (Corporate sustainability and innovation) میں سرٹیفکیٹ حاصل کیا ہے۔ ستمبر 2019ء میں ''اسلامی معاشیات اور فنانس'' میں اُن کی قابلِ قدر خدمات کی بنا پر اُن کو ''گلوبل اسلامک فنانس ایوارڈ'' دیا گیا۔ آپ یونیورسٹی آف ملبورن آسٹریلیا کے ساتھ 2015ء سے تا حال بہ طور سینئر فیلو وابستہ ہیں۔

علمی، فکری اور تحقیقی دلچسپیاں

آپ کی دلچسپی کے اہم شعبے درج ذیل ہیں:

۱۔معاشی حکمت عملی۔ ۲۔بین الاقوامی تجارت۔ ۳۔معاشیات اور قدرتی وسائل۔ ۴۔ماحولیاتی معاشیات۔ ۵۔بین الاقوامی تعلقات۔ ۶۔تعلیم۔ ۷۔فلسفہ۔ ۸۔بین المذاہب مطالعات۔ ۹۔امن اور انسدادِ دہشت گردی۔ ۱۰۔سماجی نفسیات۔ ۱۱۔خلائی سائنسز۔ ۱۲۔الٰہیات۔ ۱۳۔تصوف۔ ۱۴۔اُصولِ فقہ۔ ۱۵۔علم الحدیث۔ ۱۶۔اجتہاد۔ ۱۷۔اسلامی فلسفہ۔ ۱۸۔اسلام اور جدید سائنس۔ ۱۹۔اسلامی فکر۔ ۲۰۔اسلامی معاشیات۔ ۲۱۔ تجارتی مسابقت (Trade Competitiveness)۔ ۲۲۔اسلامی اخلاقیاتِ تجارت۔ ۲۳۔اسلامی بنکنگ اور فنانس۔ ۲۴۔قدرتی وسائل اور زرعی معیشت۔ ۲۵۔بین المذاہب ہم آہنگی اور ارتباط (Integration and Religious Harmony)۔ ۲۶۔زراعتی کاروبار (Agrobusiness)۔ ۲۷۔اسلامی معاشیات بہ مقابلہ سرمایہ داری اور سوشلزم۔ ۲۸۔اسلام اور مینجمنٹ۔

تخلیقی اور انتظامی صلاحیتیں

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے 2013ء میں بہ طور ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور چارج سنبھالا اور مختصر عرصے میں آپ نے حسبِ ذیل منفرد شعبہ جات اور ادارے قائم کیے ہیں:

۱۔شعبہ مطالعاتِ امن اور انسدادِ دہشت گردی

School of Peace and Counter Terrorism studies کے نام سے قائم یہ منفرد شعبہ پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں میں سے صرف منہاج یونیورسٹی پاکستان میں موجود ہے۔

۲۔شعبہ مذہب اور فلسفہ

School of Religion and Philosophy

کے نام سے قائم یہ شعبہ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی ایک اور منفرد تخلیق ہے۔ اس پروگرام میں پاکستان کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو یکساں مواقع دیے جاتے ہیں۔ یہاں ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے مطابق تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

۳۔شعبہ اسلامی معاشیات، بنکنگ اور فنانس

School of Islamic Economics, Banking and Finance (SIEBF) کے نام سے یہ شعبہ پاکستان میں اسلامی معاشیات، بنکنگ اور فنانس کی ایک نہایت اہم درسگاہ کے طور پر اُبھرا ہے۔

۴۔بین الاقوامی مرکز برائے تحقیقِ اسلامی معاشیات

International center of Research in Islamic Economics (ICRIE)۔ اس سنٹر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسلامی معاشیات کو فروغ دینے کے لیے پاکستان میں بین الاقوامی طور پر تسلیم شُدہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سالانہ علمی کانفرنسز اس سنٹر کے زیرِ انتظام منعقد کی گئی ہیں۔

۵۔منہاج حلال سرٹیفکیشن

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے 2018ء میں ملک میں حلال کاروباری اور صنعتی اخلاقیات کو بڑھاوا دینے کے لیے منہاج حلال سرٹیفکیشن کو متعارف کرایا ہے۔ جسے ہر مکتبۂ فکر نے سراہا ہے۔

۶۔ المواخات اسلامک مائیکروفنانس

یہ ایک سماجی انٹر پرائز ہے۔ ملک سے غربت اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لیے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے 2014ء میں ''المواخات اسلامک مائیکرو فنانس'' کے نام سے ایک سماجی بہبود کا منصوبہ شروع کیا ہے۔

۷۔ اسلامک آرٹ اینڈ کرافٹ سنٹر

اسلامی مصوری، خطاطی اور فائن آرٹس کے دیگر شعبوں کے فروغ و تحفظ کے لیے اِس سنٹر کا آغاز 2019ء میں کیا گیا۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی فائن آرٹس سے محبت کا مظہر یہ سنٹر اہلِ نظر اور اہلِ ہنر کے لیے مرکزِ نگاہ بنتا جا رہا ہے۔

۸۔ تحقیقی مجلّات

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی سرپرستی اور رہنمائی میں درج ذیل تحقیقی مجلّات (Research Journals) کا اجرا کیا گیا ہے:

۱۔ جرنل آف پروفیشنل ریسرچ ان سوشل سائنسز (JPRSS)
۲۔ منہاج جرنل آف اکنامکس اینڈ آرگنائزیشنل سائنس (MJEOS)
۳۔ انٹرنیشنل جرنل آف اسلامک اکنامکس اینڈ گورننس (IJIEG)
۴۔ دی ساؤتھ ایشین جرنل آف ریلیجن اینڈ فلاسفی (SAJRP)
۵۔ ضوریز (زبان و ادب میں پروفیشنل تحقیق کا مجلّہ)

۹۔ سکولوں اور کالجوں کا سلسلہ

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے سکولوں اور کالجوں کے ایک کثیر المقاصد (Multi purpose) سلسلے کی بنیاد رکھی ہے، جیسے لارل ہومز انٹرنیشنل سکولز، پاک اردو سکولز، منہاج کالج آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی۔

۱۰۔ گرین پروفیشنل ٹیکنالوجیز

منہاج یونیورسٹی لاہور میں قائم اس شعبہ کے ذریعے سافٹ ویئر ہاوس، ڈیجیٹلائزیشن، آٹومیشن، بزنس انٹیلیجنس، موبائل ایپس، ویب ڈویلپمنٹ ڈیٹا انلسز، بزنس انیلیٹکس، ڈیجیٹل کامرس، ای آر پی اینڈ سی آر ایم سلوشنز، کیریئر ایکسپلوریشن اور سکل ڈویلپمنٹ بارے خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔

۱۱۔ شیخ الاسلام انسٹیٹیوٹ برائے روحانی مطالعات

اس ادارے کا مقصد علمی، ادبی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کے صحیح روحانی پہلوؤں کو اُجاگر کرنا ہے۔ طلبہ کو اسلام اور تصوف کی محض نظریاتی تعلیم کی بجائے حقیقی اور عملی پہلوؤں سے روشناس کرانا ہے۔

۱۲۔ بین الاقوامی مرکزِ مہارت

International center of Excellence (ICE) کے تحت نئی نسل کو مختلف مہارتیں سکھائی جاتی ہیں تاکہ وہ باوقار روزگار کمانے کے ساتھ ساتھ اپنی موجودہ مہارتوں میں اضافہ بھی کر سکیں۔

۱۳۔ انٹرنیشنل کانفرنسز کا انعقاد

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی سربراہی میں درج ذیل سالانہ انٹرنیشنل کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں:

1. International Conference on Transformation of Knowledge Repository into Knowledge Economy.
2. International Conference on Science,Reason and Religion
3. World Islamic Economicsand Finance Conference
4. National Language and Literature Conference

۱۴۔ انٹرنیشنل فورمز پر انٹرویوز

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری بین الاقوامی سطح پر اسلامی معیشت اور فنانس کے حوالے سے اور ماہر تعلیم کے طور پر تعلیمی میدانِ عمل کی ایک با اثر شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ عالمی سطح پر اسلامی معاشیات اور فنانس کے ایک رجحان ساز

مدبر کے طور پر اُبھرے ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت سے ٹی وی چینلز اور اخبارات و رسائل نے اُن کے خصوصی انٹرویوز نشر کیے ہیں۔ عالمی سطح پر عہدِ حاضر کے ایک بہت بااثر پندرہ روزہ جریدہ ISFIRE نے اگست 2020ء میں ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا ایک تفصیلی انٹرویو ٹائٹل سٹوری کے ساتھ شائع کیا ہے۔ گلوبل اسلامک فنانس انڈسٹری کا باریک بینی سے تجزیہ کرتے ہوئے جریدے نے نمایاں اداروں اور نمایاں افراد کی اعلیٰ کارکردگی کو شائع کیا ہے۔ اسلامک بنکرز ایسوسی ایشن کے نمائندہ جریدے کے طور پر یہ شمارہ اسلامک بنکنگ اینڈ فنانس پروفیشنلز کو وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری دینی، سیاسی، سماجی اور معاشی موضوعات پر سیکڑوں لیکچرز دے چکے ہیں اور ان موضوعات پر کثیر مضامین لکھ چکے ہیں۔ آپ کو ''اکنامک سوسائٹی آف آسٹریلیا''، ''رائل اکنامک سوسائٹی'' اور ''انٹرنیشنل سوسائٹی برائے سوشیالوجی آف ریلیجنز'' (ISSR) کی باقاعدہ رکنیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی تصنیفات و تالیفات

اس وقت ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا قلم پورے جوبن پر ہے (ماشاء اللہ)۔ ابھی ہم اُن کی کسی تازہ تصنیف و تالیف کا مطالعہ کررہے ہوتے ہیں کہ ایک نئی، تازہ تر اور زیادہ پُرکشش کتاب ہماری آنکھوں کو طراوت بخشنے لگتی ہے۔ مختصر وقفوں کے بعد نئی سے نئی باتیں (Developments) ہمارے سامنے آرہی ہیں۔ بہ قولِ شاعر

لگا رہا ہوں مضامینِ تازہ کا انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

ذیل میں ان کی کتب کی انفرادیت اور امتیازات کو بیان کیا جارہا ہے:

ا۔ نقشِ اوّل

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے تصنیفی سفر کا آغاز شاعری سے ہوا۔ 'نقشِ اوّل' آپ کی پہلی کتاب ہے۔ یہ اولین شعری مجموعہ پہلی بار 2007ء میں اور دوسری بار 2011ء میں شائع ہوا۔ ایک نوجوان شاعر کا شعری مجموعہ چار سال کے اندر دوسری بار شائع ہونا پاکستان میں اور اردو شعر و ادب کے تناظر میں ایک اعزاز ہے۔

یہ کلام شباب کی نشانی ہے مگر کمال حیرت ہے کہ اردو ادب کی روشِ عام سے ہٹ کر ہے۔ اس میں ایک مثالی مسلمان نوجوان کے خوبصورت جذبات موجزن نظر آتے ہیں۔ معروف استادِ ادبیات جناب، ضیاء نیّر نے 'شاعر کا تعارف' پیش کیا ہے۔ اردو کے عالمی شہرت یافتہ نعت گو شاعر جنابِ ریاض حسین چودھری اس کتاب کا 'حرفِ اوّل' لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

''حسین نے بڑے فلاسفروں کی طرح عظمتِ آدم کے گیت گائے ہیں۔۔۔ آزاد نظم لکھتے ہیں تو وادیٔ فکر و خیال کی حدود مزید پھیل جاتی ہیں۔۔۔ ڈکشن بھی اپنا ہے۔۔۔ اسلوب انتہائی دلکش ہے۔۔۔ جذبوں کی آنچ پر پگھلنے کا شعور رکھتے ہیں۔۔۔ ان کی شاعری آمد اور آورد کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔''

راقم نے ۲۰۱۵ء میں لکھا تھا:

'' حمد، نعت، منقبت، پابند نظم، آزاد نظم اور غزل، غرض یہ کہ بیشتر شعری اصناف اور تمام بڑے موضوعات ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی شاعری میں موجود ہیں۔ 'نقشِ اوّل' عمدہ شاعری کی مثال ہے۔'' (مختار عزمی، پہچان کے زاویے، ص:۱۹)

کاش یہاں ہم ان کے کلام سے زیاد انتخاب پیش کر سکتے۔ ایک اُبھرتے ہوئے شاعر کے تیور دیکھنے کے لیے صرف ایک شعر دیکھیے:

گر کر بلندیوں سے رہتے ہیں ہم سلامت
لیکن نظر سے گرنا محشر سے کم نہیں ہے

2. Strate'gie de diversification d'EDF 'a l'e'tranger

نقشِ اوّل گویا First Impression تھا۔ اس کے بعد، ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا رہوارِ قلم قومی مسائل اور سنجیدہ تحقیق کی طرف مڑ گیا یا موڑ دیا گیا۔ یہ آپ کی دوسری تصنیف ہے، جو فرانس میں قیام اور حصولِ تعلیم کے

دوران مشاہدات و تجربات پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی یہ پہلی تحقیقی کتاب ہے اور فرانسیسی زبان میں ہے۔ یہ فرانس کی سب سے بڑی نیم سرکاری تنظیم EDF کے حوالے سے اہم اور مستند معلومات کی حامل ہے۔ اس کا تحقیقی معیار بھی عالمی سطح کا ہے جو ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے مستقبل کے اعلیٰ تحقیقی عزائم کا غماز ہے۔

۳۔ ''پاکستان میں شکر سازی کی صنعت (ایک تحقیقی جائزہ)''

یہ آپ کی تیسری کتاب ہے جو 2008ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ایک اہم قومی مسئلے کے اسباب، نتائج اور حل کی نشاندہی کرتی ہے۔ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی پہلی تینوں کتابوں سے اُن کی مسلسل پروان چڑھتی ہوئی قومی اور بین الاقوامی سوچ اور انفرادیت (Variety) کا انداز لگایا جا سکتا ہے۔

4. Sugarcane Ethnal as an Alternate Fuei Source for Pakistan

یہ کتاب بھی 2008ء میں شائع ہوئی۔ اس میں گنّے کے ایتھنول سے بجلی پیدا کرنے کے بارے میں آپ کی تجاویز کو حکومتی سطح پر بھی سراہا گیا۔ کچھ شوگر ملز اس نسخے پر عمل کرکے نہ صرف اپنے تئیں خود کفیل ہیں بلکہ گردو نواح کی ضروریات بھی پوری کر رہی ہیں۔

5. SAARC & Globalization: Issues, Prospects & Prescriptions

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی پانچویں کتاب 2008ء میں ایک بالکل نئے موضوع پر آئی۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، یہ کتاب سارک ممالک کے مسائل اور اُن کے حل کے لیے قابل عمل تجاویز کا احاطہ کرتی ہے اور مصنف کی بالغ نظری، وژن اور جنوبی ایشیا کے بارے سنجیدہ غوروفکر کی غماز ہے۔

۶۔ پاکستان میں بجلی کا بحران اور اس کا حل

2008ء میں پاکستان کے نااہل حکمرانوں کی بدولت بجلی کا بحران قہرِ خدواندی بن کر ٹوٹا۔ کمالِ حیرت ہے ہمیں خبر نہ ہوئی اور چین نے ہمارے آنے والے بحران کا قبل از وقت اندازہ لگا لیا۔ جونہی شدید لوڈ شیڈنگ ہوئی، چین نے لاکھوں جنریٹر پاکستان کی مارکیٹوں میں پہنچا دیے۔ کوچہ وبازار جنریٹروں کے شور، گیس کے بے تحاشا استعمال اور دھوئیں کی آلودگی سے بھر گئے۔ اس موقع پر نوجوان رہنما ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اس کتاب کے ذریعے بجلی کے قومی بحران سے نکلنے کا راستہ دکھایا۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

۷۔ بچّوں کا استحصال (ایک معاشرتی المیہ)

2009ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب ایک نازک اور اہم معاشرتی المیے کو اور نوجوان محقق کے ہمہ پہلو احساس اور فکر کو بیان کرتی ہے۔ حالیہ برسوں میں پاکستان میں بچّوں کے اغوا، جسمانی استحصال اور قتل و بربریت نے مصنف کے بیان کردہ تلخ حقائق پر مُہرِ تصدیق ثبت کردی ہے۔

۸۔ پاکستان میں گندم کی پیداوار (طلب اور رسد کا تقابلی جائزہ)

یہ کتاب 2009ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان جیسا زرعی ملک جو گندم میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ برآمد بھی کرتا ہے، کبھی کبھی گندم کے بحران کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ مصنف نے گندم کی پیداوار میں اضافے کے لیے ٹھوس تجاویز پیش کی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل محقق اپنے محترم المقام رہنما کے زیرِ فرمان حساس قومی مسائل پر دادِ تحقیق دے رہے ہیں۔ راقم نجومی تو نہیں لیکن دور سے آتی ہوئی ایک آواز سُن رہا ہے کہ قدرت ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو مختلف النوع شعبوں کے مسائل اور اُن کے ممکنہ حل کی تحقیق کے ذریعے کسی بڑی ذمہ داری کے لیے تیار کر رہی ہے۔

9. Economics of Agriculture

Industry in Pakistan

پاکستان کے ایک اہم ترین معاشی موضوع پر 2009ء اور 2010ء میں دو جلدوں میں لکھی جانے والی یہ کتاب زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کی ریفرنس بک قرار دی گئی ہے۔ مصنف کہ جس کا بچپن اور لڑکپن لاہور شہر اور دنیا کے بڑے شہروں میں گزرا ہے، بڑی دل سوزی کے ساتھ کھیت کھلیان کے مسائل اور بہتر پیداوار کے طریقوں پر ٹھوس اعداد و شمار کے ساتھ بات کرتا ہے۔

۱۰۔ اجتماعی تحریکی زندگی (مقاصد اور لائحہ عمل)

2011ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب تحریک منہاج القرآن کے کارکنان اور ذمہ داران کے لیے ایک گائیڈ بک ہے۔

۱۱۔ اسلام اور تحفظِ ماحول

ماحولیات، اکیسویں صدی کا اہم ترین مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ نوجوان محقق ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اس حوالے سے 2011ء میں یہ کتاب لکھی۔ اس میں نہ صرف مسئلے کی گھمبیرتا کو واضح کیا بلکہ اسلام کے خوبصورت اور ماحول دوست پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا۔

۱۲۔ فلسفۂ تحریک (فکری وحدت، اجتماعیت اور منہج ومقصد)

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے فکری وحدت اور بنیادی فلسفے سے آگہی اظہر من الشمس ہے۔ 2012ء میں شائع ہونے والی اس کتاب میں تمثیلی پیرائے میں موضوعِ بحث کو اجاگر کیا گیا ہے۔

13. Islam and Envirinmental Protection

یہ اسلام اور تحفظِ ماحول پر اُردو میں لکھی گئی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہے جو 2015ء میں شائع کیا گیا۔

14. Muslim Commonwealth:The Way Foward

2016ء میں اشاعت پذیر ہونے والی اس کتاب میں مسلم ممالک کی اقتصادی تنظیم ECO کی اہمیت اور خدوخال کو مدلل انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ نوجوان محقق کے پی ایچ ڈی مقالہ کا موضوع، انکا فکری محور اور علامہ اقبالؒ کے خواب (ایک ہوں مسلم۔۔۔) کی تعبیری کاوش ہے۔

15. Stray Impressions: An Anthology of Social Issues

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ نوجوان محقق کے متفرق مقالات کا مجموعہ ہے جو 13-2007ء کے دوران لکھے گئے۔ یہ زیادہ تر جدید معاشی نظریات اور پاکستان کے اہم مسائل کے بارے میں ہیں۔ یہ کتاب 2016ء میں شائع ہوئی۔

16. Rational to Brawl The Irrational(Pursuing The Revolution, Through Education)

آپ کا یہ تحقیقی مقالہ 2017ء میں جرمنی کی Lambert Academic Publishing نے شائع کیا۔ اس میں انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے پاکستان کے نظامِ تعلیم کو بہ طور کیس سٹڈی لیا گیا ہے۔

17.The Journey of Revolution(Social & Spirtiual Aspects)

اس کتاب میں انقلاب کی تیاری کے حوالے سے قائدِ انقلاب اور کارکنوں کے باہمی تعلقات کی اہمیت، استقامت اور ایمان و یقین کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب 2017ء میں شائع ہوئی۔

18. O Brother!

2017ء میں یہ کتاب انگریزی زبان میں شائع ہوئی۔ یہ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب 'ایها الولد' کی طرز پر نوجوانوں کی تربیت کے لئے لکھی گئی ہے۔

۱۹۔ پاکستان کا نظامِ تعلیم (متشدد رجحانات اور مدارس دینیہ)

ایک نہایت اہم اور نازک مسئلے پر مصنف نے چشم کشا

حقائق کا تجزیہ اور معاشرے کو انتہا پسندانہ سوچ سے نجات دلانے کے لیے ایک جامع لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ یہ کتاب 2017ء میں شائع ہوئی۔

20. Islamic Banking in Pakistan Theoriretical, Practical & Legal Development.

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی علمی اور عملی تحقیقات کا ایک اہم دائرہ جدید اسلامی معاشیات، فنانس اور غیر سودی بنکاری ہے۔ یہ اہم کتاب بھی ان کے اسی مبارک مشن کا پرتو ہے۔ یہ 2017ء میں منہاج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ انٹرنیشنل سنٹر برائے تحقیق اسلامی معاشیات(ICRIE) کی طرف سے شائع کی گئی۔ اس میں اسلامی معاشیات اور اسلامی بنکاری پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۲۱۔ اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور

2018ء میں شائع ہونے والی اس کتاب میں اعداد و شمار کی روشنی میں پاکستان کے چند منتخب مزاراتِ اولیاء کرام پر جاری خدمتِ خلق کے منصوبوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت بہاؤالدین زکریاؒ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت بابا بلھے شاہؒ اور حضرت شاہ رکنِ عالمؒ کے مزارات پر ہونے والی روحانی، معاشی اور سماجی سرگرمیوں بارے کئی دلچسپ حقائق سامنے آئے ہیں۔

۲۲۔ مقالاتِ عصریہ (جدید تحقیقی مباحث) (جلد اوّل)

اِس گرانقدر تحقیق میں بنی نوع انسان، مختلف قبائل و اقوام، مہذب معاشرہ، اسلامی فنون، حقوقِ نسواں، تعدد ازدواج اور عصر حاضر کے دیگر مسائل اور ان کے حل پر دادِ تحقیق دی گئی ہے۔ یہ کتاب 2018ء میں منظرِ عام پر آئی۔

۲۳۔ اسلامی اخلاقیاتِ تجارت

2019ء میں شائع ہونے والی یہ ضخیم کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد ہے۔ فاضل محقق نے انسانی اخلاقیات اور اسلامی اقدار کی روشنی میں معاشی مسائل اور اُن کا حل پیش کیا ہے۔ حقیقی ترقی اسلامی اخلاقیاتِ تجارت کی پاسداری میں ہی ہے۔

۲۴۔ اسلامی فلسفہ اور مسلم فلاسفہ

اپنے موضوع کے حوالے سے یہ ایک خود مکتفی کتاب ہے۔ فلسفہ کے آغاز وارتقا، مسلم فلاسفہ کے اہم کارناموں کا عہدِ حاضر تک جائزہ لیا گیا ہے۔ نوجوان محقق خود بھی ایک عملی فلسفہ کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب 2019ء میں شائع ہوئی۔

۲۵۔ کرۂ ارضی سے انسانی ہجرت اور یا جوج ماجوج کی حقیقت (اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں)

2019ء میں شائع ہونے والی اردو میں اپنی نوعیت کی یہ نہایت اہم اور منفرد کتاب ہے۔ انسان ہمیشہ سے پُراسرار دنیاؤں کی تلاش میں رہا ہے۔ کرۂ ارضی سے اوپر اٹھ کر چاند، مریخ اور دوسرے سیاروں تک رسائی حاصل کررہا ہے۔ اسی طرح یاجوج ماجوج اور سدِ سکندری کی تلاش میں ہے۔ اس کتاب میں ان سارے سوالوں کے جواب جدید سائنسی تحقیق کی مدد سے جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔

26. Islamic Marketing (Philosophy and Principles)

اس کتاب میں اسلامی مارکیٹنگ اور اسلامی مالیاتی اداروں کو درپیش چیلنجز اور ان کے مؤثر حل پر مدلل اور دلچسپ پیرائے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہ کتاب 2019ء میں منظر عام پر آئی۔

27. The Growth of Islamic Finance and Banking: Innovation, Governance and risk Mitigation

یہ کتاب نامور ماہرِ معاشیات ڈاکٹر اسحٰق بھٹی کے اشتراک سے 2019میں ترتیب دی گئی ہے۔ اسے بین الاقوامی شہرت یافتہ اشاعتی ادارے Routledge نے شائع

کیا ہے۔ اس میں ایک اہم تحقیقی مضمون شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا بھی شامل ہے۔ یہ ضخیم کتاب اپنے موضوع، اسلامک بنکنگ اینڈ فنانس (IBF) کا ایک اہم حوالہ بن چکی ہے۔

28. Business Ethics in Islam

یہ اردو میں شائع ہونے والی کتاب ''اسلامی اخلاقیاتِ تجارت'' کا انگریزی ترجمہ ہے جو 2019ء میں سامنے آیا۔ آزاد منڈی کی بے لگام تجارت اور سودی نظام کے مقابلے پر فاضل مصنف نے حد درجہ ایمان و یقین کے ساتھ دنیوی اور اُخروی نجات کے حامل سلامی نظامِ تجارت کی مدلل وکالت کی ہے۔

29. Hearken to the call of Duty:The Philanthropic approach of Sufi Masters

2020ء میں شائع ہونے والی کتاب ''اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور'' کا انگریزی ترجمہ ہے۔

۳۰۔ منہاج السالکین (اصلاحِ احوال اور روحانی تربیت کا نصاب)

یہ عام صوفیانہ مسلک سے ہٹ کر لکھا گیا روحانی تربیت کا نصاب ہے جس میں اسلام کا صحیح فلسفۂ تصوف واضح کرنے کی ایک مؤثر علمی، عملی اور تحقیقی کاوش کی گئی ہے۔ یہ قولِ مصنف: ''منہاج السالکین اپنے ہم نفسوں کو علم، محبت، خلوصِ نیّت اور تقویٰ اختیار کرنے، برائیوں سے پرہیز کرنے اور توبہ و استغفار، ندامت اور فرمانبرداری کے ذریعے روح کو پاک کرنے اور نیکی کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنے کی ایک برادرانہ دعوت ہے۔'' یہ کتاب 2020ء میں منظر عام پر آئی۔

۳۱۔ فلسفہ آواگون اور نفوسِ سبعہ (تحقیقی موازنہ)

فاضل محقق نے 2020ء میں اس کتاب میں توحید پسند مذاہب اور کثرت پسند مذاہب کی وضاحت اور ممکنہ مشترکات کا کھوج لگانے اور جنم کے سات چکروں کو نئے تناظر میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

☆ چند مزید کتب یہ ہیں:

32 - Zakat and Microfinance : A Blended Model of Islamic Social Finance to Allevate Poverty in Pakistan (2020)

33 -Islamic Philosophy and Muslim Philosophers (2021)

34-Islamic Financial Contracts : a Research Companion (2021)

35-Contemporary Issues in Islamic Finance (2021)

☆ محترم قارئین! ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے احوال و آثار کو پیشِ نظر رکھیں اور پھر ان کی تصنیفات و تالیفات پر ایک نظر ڈالیں تو زبان سے بے اختیار نکلتا ہے ''سبحان اللہ'' 2007ء میں اُن کی پہلی کتاب شائع ہوئی (اور اب ماشاء اللہ وہ 39 برس کے ہوچکے ہیں، اللہ کریم آپ کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے، آمین) اور آج 2021ء میں اُن کی تصنیفی زندگی 15 سال بنتی ہے۔ ان 15 برسوں میں وہ 35 کتابوں کے مصنف بن گئے ہیں، قومی اور بین الاقوامی اہم ذمہ داریوں کے ساتھ یہ رفتار حیران کُن اور قابلِ صد آفرین ہے۔

معاملہ صرف مقدار کا نہیں بلکہ اہم تر معاملہ معیار اور اعتبار کا ہے۔ ان تصنیفات میں سے بعض ایسی ہیں کہ انہیں سوچنے، لکھنے اور پھر شائع کرنے میں پانچ سات سال کا عرصہ لگ جانا معمول کی بات ہے۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے تصنیفی و تحقیقی کام کی مقدار اور معیار کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اُن کے ذہن و دل پر اور قرطاس و قلم پر اللہ کریم اور سیدالانبیاء ﷺ کی رحمتِ خاص کا نزول ہوتا ہے۔ انھیں آپ کے دادا فریدِ ملّت حضرت ڈاکٹر فریدالدینؒ اور روحانی مرشد حضور سیدنا طاہر علاؤالدین کی غیبی توجہ حاصل ہے۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری وہ خوش قسمت ہیں کہ اُن کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی براہِ راست توجہ، تربیت اور دعا حاصل ہے۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز ایسا مضبوط اشاعتی ادارہ میسر ہے اور فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھی آپ کے زیرِ فیضان ہے۔

(بقیہ: صفحہ نمبر 93 پر ملاحظہ فرمائیں)

خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم 2021ء

ماہ ربیع الاول اپنی آغوش میں ولادت مصطفی ﷺ کی خوشیاں لئے امت مسلمہ پر سایہ فگن ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے تحریک منہاج القرآن جس جوش و جذبۂ ایمانی سے میلاد مناتی ہے، پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امسال بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ کو حسب سابق جوش و جذبے اور عقیدت و احترام سے منایا جائے گا۔ اس عزم کے ساتھ کہ

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　　دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

اس سال 38 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس ان شاء اللہ العزیز مینار پاکستان پر منعقد ہوگی جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری خصوصی خطاب فرمائیں گے۔ دنیا بھر سے علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائیں گے۔ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز و تنظیمات مرکزی ہدایات کے مطابق میلاد مہم کامیاب بنانے کے لئے محنت و کوشش کریں تاکہ ہم عشق و محبت رسول ﷺ کے اس مقدس ماہ میں اپنے آقا ﷺ کے دین کی تجدید و احیاء اور مصطفوی انقلاب کے پیغام کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کو ممکن بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

☆ اس سال میلاد مہم کا دورانیہ یکم اکتوبر 2021ء تا 10 نومبر 2021ء تک ہوگا۔

جملہ تنظیمات اور جملہ فورمز درج ذیل ہدایات کے مطابق میلاد مہم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں:

☆ ربیع الاول کا چاند دیکھنے کے بعد دو رکعت نماز نوافل شکرانہ ادا کریں۔

☆ اپنے اعزاء و اقرباء، محلّہ داروں اور دوستوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی مبارکباد بالمشافہ، ای میل، SMS، فیس بک، WhatsApp یا کسی بھی ذریعہ سے دیں۔

☆ استقبال ربیع الاول کے حوالے سے علاقہ میں ایک بھرپور جلوس/مشعل بردار جلوس کا اہتمام کیا جائے۔

☆ 38 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس کو عظیم الشان بنانے کے لیے جملہ تنظیمات/ فورمز/ کارکنان محنت کریں۔ علاقہ میں موجود مذہبی، سیاسی، فلاحی تنظیمات کے ساتھ ساتھ طلبہ، وکلاء، مزدور اور کسان یونینز کو بھرپور دعوت دی جائے۔

☆ علاقہ بھر میں استقبال ربیع الاول کے بڑے بڑے ہورڈنگز و بینرز لگوائیں۔

☆ صوبائی حلقہ/تحصیل کی تنظیم اپنی تمام یونین کونسلز میں کم از کم ایک میلاد کانفرنس منعقد کرے۔

☆ ہر تنظیم قائد محترم کی کتب کے دعوتی پیکج تحائف کی صورت میں مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات کو دیں۔

☆ تنظیمات کیبل نیٹ ورک کے ذریعے شیخ الاسلام کے میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے خطابات چلوانے کا بندوبست کریں۔

☆ یکم تا 12 ربیع الاول خواتین، بچوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی اہمیت بیان کریں تاکہ بچوں میں میلاد النبی ﷺ کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔ اپنے گھروں میں خصوصی حلقہ ہائے درود و فکر کا انعقاد کریں۔

☆ ہر کارکن ماہ ربیع الاول کے پہلے 12 دن کم از کم 1000 مرتبہ اور باقی دنوں میں کم از کم 500 مرتبہ روزانہ درود پاک کا وظیفہ کریں۔

☆ تمام رفقاء 12 ربیع الاول تک حضور ﷺ کے میلاد کی نسبت سے 12 افراد کو تحریک کا رفیق بنا کر فروغِ عشق رسول ﷺ اور احیائے اسلام کی عظیم عالمگیر تحریک کا حصہ بنائیں۔

☆ پورا مہینہ گنبد خضریٰ کا مونوگرام اور نعلین پاک سینوں پر آویزاں کیے جائیں۔

☆ ہر تحریکی گھرانہ اپنے گلی بازاروں میں آقا ﷺ کی آمد کی خوشی میں بچوں کے اندر کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کرے تاکہ شعوری طور پر بچوں کے اندر حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔ نیز گھروں اور تحریکی دفاتر پر چراغاں کیا جائے جو یکم سے 12 ربیع الاول تک رہے۔

☆ میلاد مہم کو کامیاب بنانے کے لیے ضلعی اور صوبائی حلقہ جات/ تحصیلی کوآرڈینیشن کونسلز کے اجلاس میں ابھی سے ہی ذمہ داریاں تقسیم کر دی جائیں اور تمام احباب اس میں بھرپور محنت کریں۔

زیر سرپرستی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری | زیر نگرانی ڈاکٹر حسن محیّ الدّین قادری

MINHAJ UNIVERSITY LAHORE

DISCIPLINE - INNOVATION - EXCELLENCE - CHARITY

Jamia Islamia Minhaj-ul-Quran

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

(لاہور بورڈ سے الحاق شدہ)

آن لائن داخلہ جاری ہے

فرسٹ ائیر: میٹرک کے بعد • بی ایس: فروری اور ستمبر میں

علوم عصریہ		علوم شریعہ	
Associate Degree Program (as per HEC guidelines)	FA, ICS (BISE)	الشہادۃ العالیہ	الشہادۃ الثانویہ
M.Phil / Ph.D Islamic Studies, Arabic, (From Minhaj University)	BS PROGRAM Islamic Studies, Arabic, Economics and Islamic Banking & Finance	تخصص فی الفقہ	الشہادۃ العالمیہ

ONLINE Islamic Course

- Qur'an Reading
- Irfan-ul-Qur'an
- Translation of Qur'an
- Qira'at-ul-Qur'an
- Hifz-ul-Qur'an
- Hadith Learning
- Seerat-ul-Rasool
- Aqa'aid Learning
- Fiqh Learning
- Arabic Language
- Urdu Language

Short Islamic Training Course

نمایاں خصوصیات

- علوم شریعہ اور علوم عصریہ کا حسین امتزاج
- قراءت، نعت، تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- بہترین کمپیوٹر لیب و لائبریری
- پاکستان و بیرون ممالک تقرری کے مواقع
- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فارن کوالیفائیڈ فیکلٹی
- اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ
- سپورٹس کی بہترین سہولیات
- الازہر یونیورسٹی (مصر) میں سکالرشپ کے مواقع
- 80 فیصد سے زائد نمبرز حاصل کرنے پر فیس میں خصوصی رعایت

اعزازات

نقیب اعظم	فرسٹ پوزیشن ایف اے لاہور بورڈ 2017
اللہ وسایا	فرسٹ پوزیشن ایف اے لاہور بورڈ 2014
محمد آصف وٹو	فرسٹ پوزیشن تقریری مقابلہ جات پنجاب گورنمنٹ 2009
محمد الیاس	فرسٹ پوزیشن بی اے پنجاب یونیورسٹی 1997

پبلک سروس کمیشن میں متعدد مرتبہ نمایاں پوزیشنز

365-ایم ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35166991 - 35171651

0300-2130056 | 0303-4825351

admissions.cosis@mul.edu.pk

www.cosis.edu.pk COSISOfficial / JIMQ.Official

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN LAHORE
OCT-2021
Regd CPL No.41

حضور آپ ﷺ آئے تو دل جگمگائے

38 ویں سالانہ

عالمی میلاد کانفرنس

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

11 اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی شب

مینار پاکستان

زیر نگرانی: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

میلاد کانفرنس میں معروف قراء، نعت خواں، علماء کرام اور مختلف طبقات کی نامور نمائندہ شخصیات شرکت فرمائیں گی

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

Live Minhaj.tv پر براہِ راست

تحریکِ منہاج القرآن

042-111-140-140 www.minhaj.org

TahirulQadri TahirulQadri